

سالانہ رپورٹ

2011-12ء

معیشٹ کا جائزہ

(خلاصہ)



بینک دولت پاکستان

ترتیب

باب

1 اقتصادی صورتحال

1	1.1	تعارف
1	1.2	مالی سال 12ء کا جائزہ
6	1.3	عالمی اقتصادی حالات اور پاکستان کے لیے مضمرات
7	1.4	مالی سال 13ء کے امکانات

2 مجموعی رسد

9	2.1	عمومی جائزہ
11	2.2	زراعت
14	2.3	صنعت
17	2.4	خدمات

3 توانائی

27	3.1	عمومی جائزہ
28	3.2	بجلی
28	3.2.1	بجلی کی پیداوار اور لوڈ مینجمنٹ
29	3.2.2	گردشی قرضہ
32	3.3	قدرتی گیس
32	3.3.1	قلیل مدتی حل: گھرانوں کے گیس کی قیمت بڑھادیں
34	3.3.2	طویل مدتی حل: رسدی زنجیر کے ساتھ ساتھ ترغیبات کی تشکیل نو کریں
35	3.4	حرف آخر: پاکستان میں توانائی کا آمیزہ اور حکومتی کردار

4 مجموعی طلب

37	4.1	عمومی جائزہ
38	4.2	صرف
40	4.3	سرمایہ کاری

45	5	گرانی اور زری پالیسی
	5.1	عمومی جائزہ
47	5.2	زری مجموعے
47	5.2.1	خالص بیرونی اثاثے
48	5.2.2	خالص ملکی اثاثے
51	5.3	نجی شعبے کا قرضہ
54	5.4	گرانی
	6	مالیاتی پالیسی
57	6.1	عمومی جائزہ
58	6.2	کلیدی مالیاتی اظہارے
58	6.2.1	محاصل
62	6.2.2	اخراجات
62	6.3	صوبائی مالیاتی کارروائیاں
	7	ملکی بیرونی قرضہ
67	7.1	عمومی جائزہ
70	7.2	ملکی قرضہ
70	7.2.1	رواں قرضہ
71	7.2.2	مستقل قرضہ
72	7.2.3	غیر فنڈ قرضہ
72	7.3	ملکی قرضے پر سودی ادائیگیاں
72	7.4	بیرونی قرضہ و واجبات
73	7.4.1	بیرونی قرضے و واجبات کی پائیداری
75	7.4.2	بیرونی قرضے کی ادائیگی
	8	ادائیگیوں کا توازن
79	8.1	عالمی صورتحال
80	8.2	پاکستان کا بیرونی کھاتہ
81	8.3	جاری کھاتہ
84	8.4	سرمایہ و مالی کھاتہ
86	8.5	زرمبادلہ کے ذخائر

87	شرح مبادلہ	8.6
88	تجارتی کھاتہ	8.7
89	برآمدات	8.7.1
92	درآمدات	8.7.2
95	فہرست اصطلاحات	

خصوصی سیکشن

21	2.1: پانی کی قلت، آبپاشی کے نظم و نسق کے مسائل اور امکانات
24	2.2: پاکستان میں غذائی عدم تحفظ کے پس پردہ نااہلیت و عدم مساوات ہے، قلت نہیں

باکسز

5	باکس 1.1: پاکستان کی معاشی نمو بڑھانے کے لیے درکار اصلاحات
18	باکس 2.1: ٹرانسپورٹ شعبے کے پی ایس ایز کی اصلاحات میں پیش رفت
30	باکس 3.1: بجلی کی قیمتوں کا تعین کس طرح کیا جاتا ہے؟
31	باکس 3.2: گردشی قرضہ کیا ہے اور اس کا مسئلہ حل کیوں نہیں ہو سکا؟
33	باکس 3.3: گھریلو استعمال اور خراب گیزر
39	باکس 4.1: ہاؤس ہولڈر انٹی گریٹڈ اکنامک سروسے (ایچ آئی ای ایس) 2008ء اور 2011ء کی جھلکیاں
69	باکس 7.1: سرکاری قرضہ - اسٹیٹ بینک اور وزارت خزانہ کی تشریح میں فرق
76	باکس 7.2: ملکی قرضے کا بوجھ، پاکستان کے لیے فوری تینہی علامات
82	باکس 8.1: عالمی مالی کساد بازاری اور پاکستان پر اس کے ممکنہ اثرات
85	باکس 8.2: براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں علاقائی رجحان: پاکستان بمقابلہ ہمسر ممالک

نامہ ترسیل

بینک دولت پاکستان
کراچی
29 جنوری 2013ء

محترم چیئرمین،

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی شق 19(ایف) کے تحت، معیشت کی کیفیت سے متعلق اسٹیٹ بینک کے مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 2011-12ء پیش خدمت ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

(یاسین انور)
گورنر

سید نیر حسین بخاری
چیئرمین
سینیٹ
اسلام آباد

نامہ ترسیل

بینک دولت پاکستان
کراچی
29 جنوری 2013ء

محترمہ اسپیکر صاحبہ،

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی شق 9 اے (ایف) کے تحت، معیشت کی کیفیت سے متعلق اسٹیٹ بینک کے مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز کی سالانہ رپورٹ برائے مالی سال 2011-12ء پیش خدمت ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

(یاسین انور)
گورنر

ڈاکٹر فہمیدہ مرزا
اسپیکر
قومی اسمبلی
اسلام آباد

مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز

گورنر و چیئرمین	جناب یاسین انور
رکن	جناب عبدالواجد رانا
رکن	مرزا قمر بیگ
کارپوریٹ سیکرٹری	محترمہ سحر بابر

ترجمہ ٹیم

نگراں

سہیل انجم

suhaail.anjum@sbp.org.pk

مترجمین

شجاعت علی

shujat.ali@sbp.org.pk

منصور احمد

mansoor.ahmed1@sbp.org.pk

عالیہ عطا کریم

alia8@sbp.org.pk

نجیب اقبال صدیقی

najeeb.iqbal@sbp.org.pk

ترجمین و آرائش

ذیشان سلیمان

zeeshan.suleman@sbp.org.pk

1 اقتصادی صورتحال

1.1 تعارف

پاکستان کی معیشت میں مالی سال 12ء میں معمولی سی بہتری دیکھی گئی۔ حقیقی جی ڈی پی دوران سال 3.7 فیصد بڑھا جبکہ مالی سال 11ء میں 3.0 فیصد نمو رہی تھی۔ اگرچہ 4.2 فیصد نمو کے ہدف کے مقابلے میں معیشت کی کارکردگی کم رہی تاہم توانائی کی قلت، امن و امان کے مسائل اور مسلسل دو برسوں تک سیلابوں کی وجہ سے یہ نتیجہ متوقع تھا۔ تاہم م س 11ء کے مقابلے میں یہ نمو وسیع البتہ تھی کیونکہ یہ زراعت، صنعت اور خدمات کے شعبے میں مساوی طور پر بڑھ رہی تھی۔

طلب کا پہلو زیادہ غور طلب تھا کیونکہ م س 12ء میں نمو کا بنیادی محرک نجی صرف تھا۔ دوران سال کارکنوں کی بھرپور ترسیلات، متحرک بے ضابطہ معیشت اور بھاری مالیاتی خرچ نے صرف کی نمو کو سنبھالے رکھا۔ دوسری طرف سرمایہ کاری کی رفتار سست رہی اور یہ رجحان گذشتہ کئی برس سے چل رہا ہے۔

جدول 1.1: معاشی اظہار			
نمو فیصد میں			
م س 12ء	م س 12ء ہدف	م س 11ء	
3.7	4.2	3.0	حقیقی جی ڈی پی
3.1	3.4	2.4	زراعت
3.4	3.1	0.7	صنعت
4.0	5.0	4.4	خدمات
11.1	-	3.9	صرف
-8.6	-	-4.7	سرمایہ کاری
11.0	12.0	13.7	گرانی بلحاظ اق
			بطور فیصد جی ڈی پی
-2.0	-	0.1	جاری حسابات کا توازن
-8.5*	-4.0	-6.6	مالیاتی توازن
62.6	60.0	61.0	سرکاری قرضہ
			* دیکھئے فٹ نوٹ 1

ماخذ: بینک دولت پاکستان اور صوبائی دفتر شماریات

اگرچہ مالیاتی خرچ میں اضافے نے تجارتی سرگرمیوں کو بڑھا دیا تاہم یہ فائدہ پاکستان کے بجٹ خسارے کو جی ڈی پی کے 8.5 فیصد تک پہنچانے کی قیمت پر ملا۔ 1 جمع شدہ گردش قرضے، سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں (پی ایس این) کے نقصانات، بلند سودی ادائیگیوں اور پچھلے برسوں کے سیلابوں کے پیش نظر، جن سے تعمیراتی کام اور منتقلی کی ادائیگیاں بڑھ گئیں، یہ نتیجہ حیران کن نہیں۔ بہر حال مالیاتی خسارے کا یہ حجم پائیدار نہیں کیونکہ یہ گرانی کو بڑھا رہا ہے، نجی سرمایہ کاری کی گنجائش ختم کر رہا ہے، کمرشل بینکوں کی بیلنس شیٹ کو متاثر کر رہا ہے اور ملک کو قرضے کے چال کی طرف لے جاسکتا ہے۔

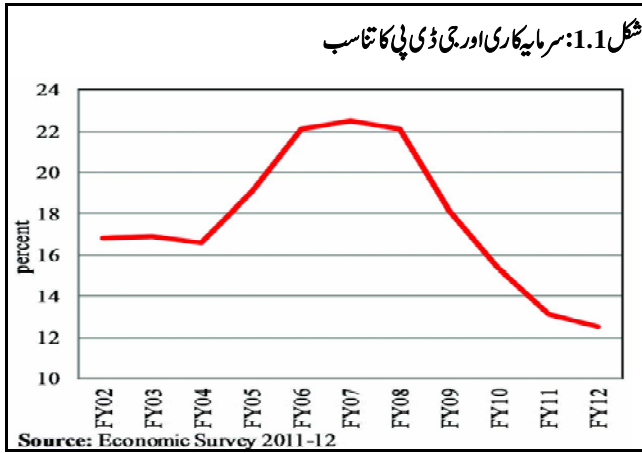
مثبت پہلو یہ ہے کہ م س 12ء کے دوران غذائی اشیاء کی قیمتیں قدرے مستحکم رہی ہیں جس سے مجموعی گرانی کو 11.1 فیصد تک لانے میں مدد ملی ہے، جو 12.0 فیصد تخمینے سے بہتر ہے جس کا تخمینہ پہلے لگایا گیا تھا (جدول 1.1)۔ اسی کی بنا پر مرکزی بینک کو دوران سال پالیسی ریٹ میں 200 بی پی ایس کمی کرنے کا موقع ملا۔ یہ قدم جزو اس لیے اٹھایا گیا کہ نجی شعبے کی قرض گیری کو بحال کیا جائے اور بینکوں کو نجی بچت کنندگان اور قرض گیروں کے درمیان وساطت کو بہتر بنانے کی ترغیب دی جائے۔

ایک اور مثبت پہلو بیرونی شعبہ ہے کیونکہ ترسیلات اس سال بھی بھرپور ہیں جن سے نہ صرف جاری حسابات کا خسارہ کم کرنے میں مدد ملی بلکہ معاشی سرگرمیوں میں بھی بہتری آئی۔ بحیثیت مجموعی بیرونی شعبہ سال کے آغاز کی نسبت کم تشویشناک ہے۔ تاہم چونکہ بیرون ملک سے آمد قرضہ کا سلسلہ بند ہو گیا اس لیے جاری حسابات کے خسارے اور بیرونی قرضے کو پورا کرنے کا بوجھ ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر پر پڑ گیا ہے۔

1.2 مالی سال 12ء کا جائزہ

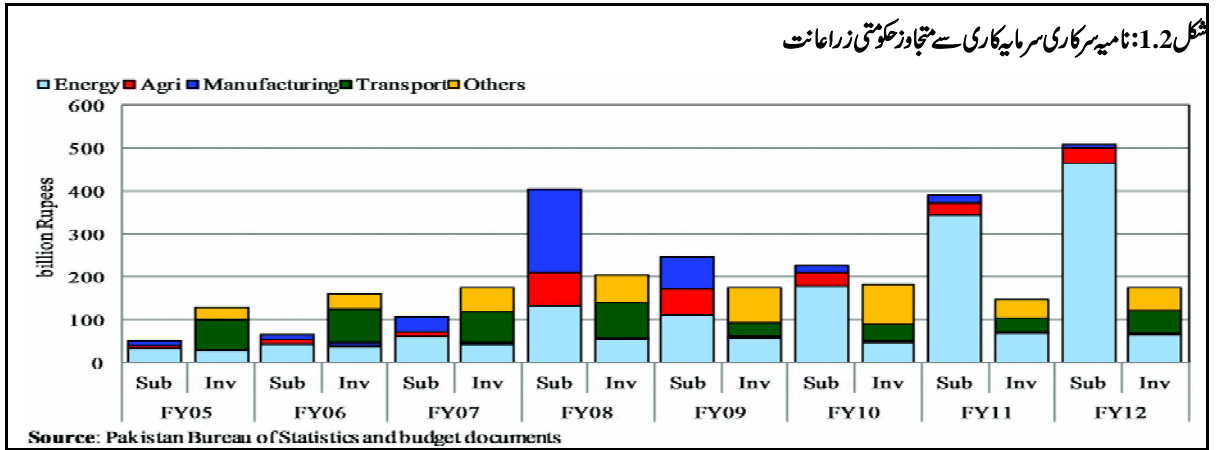
رشد کے پہلو کو دیکھا جائے تو م س 12ء میں پاکستان کی معاشی نمو وسیع البتہ تھی۔ خدمات سے معیشت کو سہارا ملتا رہا اور اجناس پیدا کرنے والے شعبوں (زراعت اور صنعت) میں

¹ گزشتہ قرضے کی کیا برگی ادائیگی کے بغیر مالیاتی خسارہ جی ڈی پی کا 6.6 فیصد تھا۔ تاہم حکومت نے اس فرق کی ماکاری کردی چنانچہ مجموعی فرق 8.5 فیصد تھا۔



م 11ء کی نسبت بہتری آئی۔ زراعت میں لائیو سٹاک اور خریف کی فصلوں کی بنا پر نمو ہوئی لیکن چھوٹی فصلوں میں م 12ء کی پہلی سہ ماہی کے سیلاب کی وجہ سے کمی آئی۔²

زراعت سے ہونے والے فوائد کے ساتھ بھرپور ترسیلات اور انکم سپورٹ کی اسکیموں کے نتیجے میں تعمیراتی سرگرمیاں اور گھریلو صرف بڑھی اور ان دونوں سے اشیا سازی کے شعبے کو فائدہ پہنچا۔ جہاں تک خدمات کا تعلق ہے، مالی شعبے کی آمدنی میں تیزی سے بہتری آئی جس کا بنیادی سبب مالیاتی خسارے کی کمرشل بینکوں سے مالکاری کا حجم اور نئے غیر فعال قرضے کی شرح میں سست رفتاری تھی۔



طلب کے حوالے سے حقیقی صرف م 12ء کے دوران 11.1 فیصد بڑھی۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ صرف پر حد سے زیادہ انحصار سے نمونہ پائیدار ہو جاتی ہے خصوصاً اس وقت جب ملک میں سرمایہ کاری کی شرح گری ہو (شکل 1.1)۔ م 12ء کے دوران امن وامان کے مسائل، توانائی کی قلت، شعبہ اشیا سازی کی اضافی استعداد، کمرشل بینکوں کی بیلنس شیٹ پر مالیاتی اثرات اور شعبہ جاتی پالیسیوں کے مسائل کی وجہ سے سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کا تناسب 12.5 فیصد کی پست سطح پر پہنچ گیا۔ سرکاری سرمایہ کاری بھی زراعت کی زد میں آگئی ہے (شکل 1.2)۔

کم شرح سرمایہ کاری کے علاوہ بجٹ خسارے میں اضافہ بھی ملک کے معاشی استحکام کے لیے اہم چیلنج بن کر ابھرا ہے۔ م 12ء میں حکومت نے خاصی مالیاتی یکجائی کا منصوبہ بنایا تھا لیکن اصل نتیجہ خاصی توسیع کی صورت میں نکلا۔

زراعت ہدف سے تین گنا سے بھی متجاوز ثابت ہوا لیکن اس میں 391 ارب روپے شامل تھے جو پی ایس ای خصوصاً بجلی کے شعبے کا قرضہ چکانے کے لیے خرچ کیے گئے۔³ زراعت کو نکال کر مالیاتی خسارہ کم ہو کر جی ڈی پی کے 6.0 فیصد تک رہ جاتا ہے۔ اس سے ہدف سے متجاوز اخراجات بشمول قرضوں کی واپسی اور اس حقیقت کی عکاسی ہوتی ہے کہ نجی سطح کو مالیاتی اختیارات سوچنے کا عمل اتنی اچھی طرح نہیں ہوا ہے جتنی توقع تھی۔ مزید برآں صوبوں سے توقع تھی کہ ان کے بجٹ فاضل ہوں گے لیکن انہوں نے مجموعی بجٹ

² ہماری رائے میں چھوٹے پیمانے کی اشیا سازی (ایس ایس ایم) کی 7.5 فیصد مستقل نمو سے ان اشیا سازی یونٹوں میں توانائی کی قلت کا پورا اثر ظاہر نہیں ہوتا، کیونکہ یہ یونٹ عموماً توانائی کی پیداوار کے متبادل ذرائع کے متحمل نہیں ہو سکتے۔
³ حقیقت یہ ہے کہ ہائیڈرو پاور کی جانب منتقلی، ایندھن میں سستی گیس کے بجائے مہنگے فرس آئل کے استعمال، پرانے ڈھانچے کی وجہ سے لائن لاسز، چوری، بلز کی ناکافی وصولی، پیداواری یونٹوں کے ناکارہ پن، ایندھن کے غیر یقینی وسائل اور پیداواری لاگت کو پورا کرنے کے لیے ٹیرف بڑھانے میں ناکامی کی بنا پر مالیاتی حکام ان یونٹوں کو زراعت فراہم کرنے کے لیے قومی شخص کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس نے نجی اور سرکاری دونوں شعبوں کے پیداواری یونٹوں میں گنجائش کا استعمال بھی کم کر دیا۔

خسارے میں 39.1 ارب روپے کا حصہ ڈالا۔ م 12 مسلسل چھٹا سال تھا جب حکومت کو محاصل کا خسارہ ہوا جبکہ مالیاتی ذمہ داری اور تجدید قرضہ ایکٹ 2005ء کی رو سے محاصل کا فاضل ہونا ضروری ہے۔⁴

منتقلیوں کی ادائیگی مالیاتی بجٹ کی ایک اور بڑی مدتی۔ وطن کارڈ اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام جیسے انکم سپورٹ پروگراموں کے ذریعے م 11ء کے سیلاب کے مصائب کم کرنے کے لیے براہ راست رسائی ضروری سمجھی گئی کیونکہ اس سیلاب سے م 12ء سے زیادہ نقصان ہوا تھا۔ مالیات پر ایک اور بوجھ پی ایس ایز کی کمزور مالی حالت ہے۔ م 12ء میں پاکستان ریلوے، اسٹیل ملز، پی آئی اے اور دیگر پی ایس ایز کو 33.8 ارب روپے کی براہ راست امداد کی گئی (دیکھئے باب 2)۔⁵

م 12ء میں مالیاتی خسارے کی مالکاری بھی مشکل رہی کیونکہ خالص بیرونی مالکاری (جوم م 11ء سے بلند تھی) مجموعی مالیاتی فرق کے 8.0 فیصد تک کا بھی احاطہ نہیں کر سکی۔ محدود بیرونی رقوم اور زیرِ قفل نجکاری آمدنی (اتصالات) کے باوجود حکومت غیر بینک مالکاری میں 12.3 فیصد اضافہ کر سکی جس سے 529.4 ارب روپے آئے۔⁶ غیر بینک مالکاری میں اضافے کے باوجود جاری اخراجات کی لہر نے مالیاتی حکام کے پاس سوائے اس کے کوئی راستہ نہ چھوڑا کہ وہ بینکاری نظام پر انحصار کریں، پہلے کمرشل بینکوں کے ذریعے اور پھر اسٹیٹ بینک سے۔ م 12ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران مرکزی بینک سے سہ ماہی قرض گیری کی حدود کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔⁷

چنانچہ ملکی قرضہ دوران سال 16 کھرب روپے (27.0 فیصد کی سال بسال نمو) بڑھ گیا اور سرکاری قرضے اور جی ڈی پی کا تناسب 62.6 فیصد تک پہنچ گیا۔⁸ اس قرضے کی قلیل مدت کی جانب منتقلی سے نہ صرف ملک پر قرضے کی واپسی کے بوجھ میں اضافہ ہوا ہے بلکہ اجرائے ثانی اور شرح سود کے خطرات بھی شدید تر ہو گئے ہیں۔ قرضے کی ان حرکیات کے ساتھ بنیادی اور محصولاتی خساروں کے اٹل ہونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان قرضے کے جال کی طرف بڑھ سکتا ہے۔

قرضے کی موجودہ ہیئت ترکیبی نے زری انتظام کو بھی پیچیدہ بنا دیا ہے اور یہ معاملہ اس بنا پر مزید سنگین ہو گیا کہ (دوران سال) زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی سیالیت کو جذب کرتی رہی۔ مرکزی بینک کو قیمتوں کا لحاظ نہ کرنے والے ایک غالب قرض گیر کا سامنا تھا اور وہ خسارے کی مالکاری سے گریز کرتا ہے اس لیے اسے نظام میں (بازار زر کے سودوں کے ذریعے) قلیل مدتی سیالیت کا ادخال کرنا پڑا تاکہ منڈی کی سیالیت کی صورتحال درست کی جاسکے۔

کمرشل بینکوں کو حکومت کو قرض دینے میں کوئی عار نہ تھا۔ جون 2012ء تک کمرشل بینکوں کی خسارے کی مالکاری (یعنی ان کی حکومتی تسکات کی تحویل) ان کی مجموعی بیلنس شیٹ کا 34.4 فیصد تھی جبکہ نجی شعبے کو دیا گیا قرض صرف 39 فیصد تھا: جون 2008ء میں حکومتی تسکات کا اسٹاک صرف 16.4 فیصد تھا جبکہ نجی شعبے کو دیا گیا قرض ان کے کل اثاثوں کا 52.4 فیصد تھا۔ بینکوں کی بیلنس شیٹ میں یہ اہم تبدیلی بینکوں کے لیے باعث اطمینان ہو سکتی ہے (منافع کی وجہ سے اور ان کے خطرہ بہ وزن اثاثوں میں بہتری کی بنا پر) لیکن اس سے ان کا خطرے سے بڑھتا ہوا گریز بھی ظاہر ہوتا ہے۔

م 12ء کے دوران نجی شعبے کے کاروبار کو دیا گیا خالص قرض صرف 18.3 ارب روپے تھا جبکہ کمرشل بینکوں نے بجٹ خسارے کی مالکاری (اور گردش قرضے کے تصفیے) کے لیے 692.3 ارب روپے (خالص) دیے۔ پاکستان میں مالی شعبے پر چونکہ بینکوں کا غلبہ ہے اس لیے اسٹیٹ بینک کو تشویش ہے کہ بینک نجی بچت کنندگان اور قرض گیروں کے درمیان وساطتی کردار کی انجام دہی سے دور ہٹ رہے ہیں۔ قرض دینے کی حکمت عملی میں اس تبدیلی سے نجی شعبے کو نقصان ہو رہا ہے۔

⁴ مالیاتی ذمہ داری و تجدید قرضہ ایکٹ 2005ء میں بیان کیا گیا ہے کہ حکومت کو 2008ء اور اس کے بعد فاضل حاصل پیدا کرنے چاہئیں۔

⁵ کمپنی رپورٹوں اور سرکاری بیانات سے واضح ہے کہ حکومت کی براہ راست فنڈنگ تنخواہیں اور پینشن ادا کرنے کے لیے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کم سے کم خدمات فراہم کی جائیں۔

⁶ تاہم یہ عدد گمراہ کن ہے۔ اس رقم میں سے 1229 ارب روپے غیر بینک مالی اداروں (زیادہ تر میوچل فنڈز) سے آئے جنہوں نے بنیادی طور پر خود یہ رقم پیدا نہیں کیں: ”غیر بینک“ مالکاری زیادہ تر کمرشل بینکوں سے آئی اور غیر بینک مالی اداروں سے محض گلداری گئی۔ دوسری جانب م 12ء میں قومی بچت اکسبوں کے توسط سے آنے والی خالص رقم فقط 142 ارب روپے تھی۔

⁷ ایس بی پی ایکٹ 1956ء کی دفعہ 9 سی کے مطابق اسٹیٹ بینک سے وفاقی حکومت کی قرض گیری کا بھاء محدود کر دیا گیا ہے اور اس پر خالص صفر سہ ماہی قرض گیری کی حد عائد کر دی گئی ہے۔

⁸ مالیاتی ذمہ داری و تجدید قرضہ ایکٹ 2005ء میں بیان کیا گیا ہے کہ سرکاری قرضہ گنٹا کرم 13ء کے آخر تک جی ڈی پی کے 60 فیصد تک لانا ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے پاس سرکاری قرضے کو سنبھالنے کے لیے رواں مالی سال کے آخر تک کا وقت ہے۔ اسٹیٹ بینک کی سرکاری قرضے کی تعریف وزارت خزانہ کی تعریف سے مختلف ہے کیونکہ اس میں قومی قرضہ، قلیل مدتی قرضہ اور بیرونی واجبات شامل ہیں۔ وزارت خزانہ کی تعریف کے مطابق سرکاری قرضے کا اسٹاک آخر جون 2012ء پر 12.7 ارب روپے ہو چکا ہے جو جی ڈی پی کا 61.3 فیصد ہے۔

دیگر عوامل کے علاوہ اسٹیٹ بینک کامس 12ء کی پہلی ششماہی میں پالیسی ریٹ میں مجموعی طور پر 200 بی پی ایس کی کٹوتی کرنے کا فیصلہ جزوِ مذکورہ بالا تشویش کی بنا پر تھا۔ تاہم ایک بے خطر غالب قرض گیر کی موجودگی میں بینکوں کی اوسط قرض گیری کی شرحیں صرف 112 بی پی ایس کم ہوئیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بینک نجی شعبے کو قرض دینے میں خدشات میں مبتلا ہیں (یاد دلچسپی نہیں رکھتے) اور حکومتی تمسکات پر پست منافع بھی قبول کرنے پر آمادہ تھے۔

معینہ سرمایہ کاری قرضے کئی سال سے گر رہے تھے اور اب جمود کا شکار ہو گئے ہیں۔ زیادہ تشویش ناک امر جاری سرمائے کے قرضوں اور تجارتی مالکاری میں دوران سال تیزی سے ہونے والی کمی ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اجناس (یعنی کپاس اور گنے) کی قیمتوں میں کمی، ایکسپورٹ فنانس اسکیم کے تحت قرضوں کے کڑی شرائط اور زرمبادلہ کے قرضوں میں کمی سے جاری سرمائے کی ضروریات کم ہوں گی تاہم پست سطح سے ظاہر ہے کہ بینک سرکاری شعبے کو قرض دینے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔

بیشتر دیگر ممالک کی طرح نجی شعبے کے قرضہ جاتی توازن کا جزئیاتی تجزیہ کرنے کے لیے مفصل اعداد و شمار موجود نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ قرضوں کی طلب کیا ہے اور بینک درحقیقت کتنا قرض دینے پر آمادہ ہیں۔ جیسا کہ متوقع ہے، نجی شعبوں کے قرضے میں تیزی سے کمی کی متضاد تشریحات ہیں: بینکوں کو شکایت ہے کہ معیاری قرض گیروں کا فقدان ہے اور وہ سرمایہ کاری کی راہ میں نان پرائس رکاوٹوں کو بجا طور پر اجاگر کرتے ہیں (مثلاً توانائی کی قلت، امن و امان کی صورتحال، انتخابات کی آمد وغیرہ)۔ دوسری طرف کاروباری افراد ہمیشہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بینک قرض دینے پر آمادہ نہیں اور اس لیے بہت زیادہ مارجن چارج کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں کمرشل بینکوں کو ایک غالب قرض گیر کے اثرات کی بنا پر قرضے کے خطرات کے حوالے سے تشویش رہتی ہے اس لیے وہ نجی شعبے پر خطرے کا مارجن بڑھا دیتے ہیں۔ عملاً جب ایک غالب قرض گیر کے حوالے سے مندی جاری ہو تو بینک خطرے سے مزید گریزاں ہو جاتے ہیں جس سے نجی شعبے کی سرگرمیوں میں اور بھی سستی آ جاتی ہے۔ جب غالب قرض گیر بالکل ہی منظر نامے سے ہٹ جائے تو نتائج میں نمایاں تبدیلی آتی ہے۔⁹

آخر اُمس 12ء کے آغاز میں اسٹیٹ بینک کو اصل تشویش بیرونی شعبے کی تھی کیونکہ یہ توقع نہیں تھی کہ ماس 11ء کی طرح یکبارگی جاری حسابات کے فاضل کا اعادہ نہیں ہوگا۔ ستمبر 2011ء میں آئی ایم ایف کے اسٹینڈ بائی اریجمنٹ کی میعاد کے خاتمے کے بعد منڈی کو آئی ایم ایف کے قرضے کی واپسی میں تیزی کی فکر تھی جو ماس 12ء میں شروع ہونے لگی تھی۔ جب مالی سال کے پہلے چند مہینوں میں تجارتی خسارہ بدتر ہو گیا اور ترسیلات توقعات سے نیچے چلی گئیں تو توازن ادائیگی کے ابتدائی تخمینوں پر نظر ثانی کی گئی اور بیرونی خسارہ بڑھا دیا گیا۔ نتیجتاً اسٹیٹ بینک نے جاری حسابات کے خسارے کی پیش گوئی کو 5.2 فیصد ارب ڈالر اور توازن ادائیگی کے فرق کو 3.4 ارب ڈالر پر رکھا۔

سال کے اصل اعداد و شمار بہتر رہے: جاری حسابات کا خسارہ 4.6 ارب ڈالر اور مجموعی فرق 3.3 ارب ڈالر رہا، چنانچہ پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر 4.0 ارب ڈالر کم ہوئے جبکہ پہلے 4.4 ارب ڈالر کی پیش گوئی کی گئی تھی۔ تاہم اس سے دوران سال روپے کی قدر میں 9.1 فیصد کمی ہوئی۔ نومبر سے دسمبر 2011ء تک روپے کی قدر گرتی رہی اور مئی 2012ء کے آخری ہفتے میں تیزی سے کم ہوئی۔ پہلی کمی غالباً افغانستان کو جانے والی نیٹو ریسرڈ بندش کی بنا پر ہوئی اور تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی بنا پر برقرار رہی۔ دوسری کمی عالمی حالات کے تناظر میں منڈی میں تھوڑے عرصے کے لیے پیدا ہونے والی گھبراہٹ تھی۔¹⁰ عملاً روپیہ اصل معاشی مبادیات کے بجائے یکبارگی ہونے والے واقعات سے زیادہ متاثر ہوا۔

اہم اشیائے تجارت کو دیکھا جائے تو برآمدی وصولیوں کی منفی نمو کی بنیادی وجہ ٹیکسٹائل کی برآمدات تھیں اور اصل تجارتی خسارہ تخمین شدہ رقم سے تھوڑا سا زیادہ تھا۔ تاہم تیل کی قیمت سے ملک کو کچھ سہارا ملا۔ جولائی سے اکتوبر 2011ء کے درمیان تیل کی قیمتوں میں کچھ بہتری آئی لیکن نومبر اور مارچ کے درمیان ذرا سی بڑھ گئیں اور پھر اپریل سے جون 2012ء

⁹ اس مسئلے پر قابو پانے کے لیے پچھلے کی خاطر ایک فریم ورک تیار کیا گیا۔ اس فریم ورک کو مخالف گردش بینک مارجنز (جو صرف اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ بینک مارجنز میں خطرہ قرض کا پریمیم شامل ہوتا ہے اور یہ خطرہ بازاری تیزی کے دوران کم اور مندی میں زیادہ ہوتا ہے) کے تصور سے منسلک کرنے پر ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ کساد بازاری کے قریب ماحول میں جہاں ایک غالب قرض گیر (حکومت) موجود ہو، ڈس کاؤنٹ ریٹ میں اضافے سے یہ ہوتا ہے کہ غیر مقدم (non-prime) قرض گیروں کو پیمائش کردہ شرح قرض گاری میں مبالغہ آمیز اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے نجی شعبے کو قرض کی فراہمی میں بہت کمی ہو جاتی ہے کیونکہ حکومت اور زیادہ پرکشش ہو جاتی ہے۔ مزید یہ کہ نشانہ شرح میں اضافے سے دستاویزی اور سبب شرح قرض گاری کے لحاظ سے صرف جزوی منتقلی (pass-through) ممکن ہوتی ہے کیونکہ بازار قرضہ سے غیر مقدم قرض گیروں کو قرضے تقسیم ہو جاتے ہیں۔ چونکہ بینک صرف مقدم (prime) قرض گیروں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اس لیے اوسط شرح قرض گاری میں اضافہ کم ہوتا ہے۔

¹⁰ مئی 2012ء میں خطے میں اور اس سے آگے کرنی میں اتار چڑھاؤ دیکھا گیا۔ اس مہینے پاکستانی روپے کی قدر میں 2.2 فیصد اور بھارتی روپے کی قدر میں 5.1 فیصد کمی ہوئی۔ سری لنکن روپیہ قدر میں 1.5 فیصد اور بنگلہ دیشی ٹکا 0.3 فیصد گھٹ گیا۔ مذکورہ ماہ کے دوران برطانوی اسٹرلنگ کی قدر بھی 3.3 فیصد کم ہوئی۔

تک تیزی سے گریں۔ مؤخر الذکر مدت کی وجہ سے اصل توازن ادائیگی توقع سے بہتر رہا۔ حتیٰ کہ مئی 12ء کی دوسری ششماہی میں آئی ایم ایف کو 1.3 ارب ڈالر کی یکمشت ادائیگی اور بین الاقوامی مالی اداروں کو مزید 1.3 ارب ڈالر کی قرض داری سے بھی بازا میں ابتری نہیں پھیلی (دیکھئے مئی 13ء کے امکانات)۔

فیصلہ کن عنصر کمزور ترسیلات تھیں۔ مئی 12ء میں 12.5 ارب ڈالر کی پیش گوئی کی گئی تھی لیکن پاکستان کو صرف 13.2 ارب ڈالر مل سکے۔ عالمی معیشت میں جاری کمزوریوں کے باوجود 17.7 فیصد نمو حاصل کر لی گئی کیونکہ سال کے دوران بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کی تعداد 6.4 فیصد بڑھ گئی۔¹¹ اس صورتحال کو صحیح تناظر میں دیکھا جائے تو ملک میں آنے والی ترسیلات کی روپے میں قدر سال کے دوران ملکی رسد زریں اضافے سے تجاوز کر گئی۔ جیسا کہ ”امکانات“ میں زیر بحث آئے گا، اسٹیٹ بینک کو امید ہے کہ مئی 13ء کے باقی ماندہ عرصے میں بھی ترسیلات کی بھرپور نمو جاری رہے گی۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں پاکستان کے معاشی مسائل کا حل مالیاتی، پی ایس ایز اور توانائی کے شعبوں میں فیصلہ کن اصلاحات کا آغاز کرنے میں مضمر ہے (دیکھئے باکس 1.1)۔ یہ اصلاحات نہ صرف قلیل سرکاری وسائل کا انتظام کرنے کے لیے ناگزیر ہیں جو اُس صورت میں زیادہ پیداواری طور پر استعمال کیے جاسکتے ہیں بلکہ سرکاری خدمات، انفراسٹرکچر کو بہتر بنانے اور سرمایہ کاری کو بحال کرنے کے لیے بھی۔

باکس 1.1: پاکستان کی معاشی نمو بڑھانے کے لیے درکار اصلاحات
پاکستان کی معاشی کارکردگی کا بچنے کے لیے تین نکات اہم ہیں:

توانائی کے شعبے کی اصلاحات

حالیہ برسوں میں توانائی کے پی ایس ایز کے بڑھتے ہوئے نقصانات محدود مالی وسائل کے زیاں کا باعث بن رہے ہیں۔ خصوصاً وفاقی حکومت گذشتہ چار برسوں (مئی 09ء تا مئی 12ء) کے دوران بجلی کے شعبے کو کس کھرب روپے فراہم کر چکی ہے۔ یہ رقم دیامیر بھاشا ڈیم کی تعمیر پر آنے والی لاگت سے زیادہ ہے۔ ان کوششوں کے باوجود مئی 12ء میں ملک کو بجلی و قدرتی گیس دونوں کی ریکارڈ قلت کا سامنا کرنا پڑا اور 27 جولائی 2012ء تک گزشتہ 382.5 ارب روپے کی سطح تک پہنچ گیا تھا۔ اس پس منظر میں ہمارے تجزیے میں ذیل میں دیے گئے نکات پر توجہ مرکوز رہے گی:

- 1۔ **غلیل مدتی حل:** بجلی کے شعبے کی گنجائش کے استعمال کو بڑھانا ضروری ہے۔ اس مرحلے پر مقصدی گنجائش میں سرمایہ کاری کے بجائے دستیاب انفراسٹرکچر سے استفادہ ہونا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ نقد قومی دستیاں میں رکاوٹ نہ ہو اور حکومتی ضمانتیں پوری کی جائیں۔ اس کے علاوہ ذرائع اعانت کا درست بجٹ بنایا جائے اور سرکاری و نیم سرکاری اداروں کو بلز کی بروقت ادائیگی پر مجبور کیا جائے۔
- 2۔ پیداوار اور ترسیل کی سطح پر چوری اور خامیوں کے باعث ہونے والے نقصانات سے تنجیدگی کے ساتھ نمٹنا چاہئے۔ اس ضمن میں بجکاری شدہ کے ای ایس سی کی مثال قابل ذکر ہے: اس یونٹ میں ادارے نے فاضل عملے (یونین کی سخت مخالفت کے باوجود) سے نجات حاصل کی، غیر ادا شدہ بلز کے باعث بجلی کی رسد منقطع (حتیٰ کہ اعلیٰ سطح کے حکومتی اداروں کی بھی) کی گئی، زیادہ بہتر کارکردگی والے پیداواری یونٹوں میں سرمایہ کاری کی گئی اور کمرشل بنیادوں پر لوڈ شیڈنگ کا نظام الاوقات تشکیل دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں کراچی کی صورتحال ملک کے باقی حصوں کے مقابلے میں بالکل مختلف ہے۔
- 3۔ ڈسکوز (DISCOS) کو چاہیے کہ وہ وصولی بڑھانے کے لیے ضروری اقدامات کریں کیونکہ موجودہ صورتحال اطمینان بخش نہیں۔
- 4۔ ہائیڈل اور کونکے پر مبنی پیداواری یونٹوں کو ترقی دینے کے لیے وسط تا طویل مدتی جامع حکمت عملی تشکیل دینا بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ عوام کو اس منصوبے سے آگاہ کرنا چاہیے تاکہ ان کے علم میں یہ بات ہو کہ آئندہ چند برسوں میں توانائی کی رسد کے مسئلے کو حل کیا جائے گا۔

5۔ بجلی و گیس کی قیمتوں کا تعین کرنے والے ضوابطی اداروں کو چاہیے کہ وہ استعمال کنندگان کے لیے قیمتوں کے تعین پر دوبارہ غور کریں۔ گھروں اور صنعتوں کے لیے گیس کی کم قیمت مقرر کرنے کا نتیجہ اس کے زیاں کی صورت میں نکلتا ہے اور اس پر بھاری موقع لاگت آتی ہے (دیکھئے باب 3)۔ اگرچہ حکومت نے حال ہی میں منظور ہونے والی پٹرولیم پالیسی میں قیمتوں میں خاصا اضافہ کرتے ہوئے پورے ملک کے لیے معیاری قیمت (جس سے ملک میں تیل و گیس کی دریافت کے لیے زیادہ بیرونی سرمایہ کاری آئی چاہیے) مقرر کی ہے لیکن اس سے پہلے سیکورٹی اور معاہدے پر عملدرآمد کے بارے میں غمناک دور کرنا ضروری ہے۔

مذکورہ بالا مسائل کے پیش نظر حکومت نے توانائی کے شعبے میں ساختی مسائل کو حل کرنے کے لیے تشکیل دی گئی ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مالی اعانت کے علاوہ ذیل میں دیے گئے اقدامات بھی قابل ذکر ہیں:

- 1۔ پیکو کی تحلیل کو حتمی شکل دے دی گئی ہے۔ بجلی کے شعبے میں پیکو کی انتظامی اور مالی مداخلت ختم کر دی گئی ہے۔
- 2۔ سی پی پی اے، کبیسکو، اوہیو، ہولڈنگ کمپنی (جی ایچ سی) کے نئے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تشکیل۔ جی ایچ سی، جیسکو اور پیکو کے نئے سربراہان کا تقرر کیا جا چکا ہے، جبکہ تین دوسری ڈسکوز (لیسکو، ہیکو اور سیکو) کے سربراہان کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔
- 3۔ فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ (ایف پی اے) کا بار صارفین کو منتقل کرنے کے لیے نیہر 11 ایکٹ میں ترمیم کر لی گئی ہے۔ تاہم نیہر 11 ایف پی اے کے تعین میں تاخیر کر رہی ہے جو اس شعبے میں سیالیت کے بحران کا ایک سبب ہے۔
- 4۔ کابینہ نے بجلی چوری اور دیگر انتظامی نقصانات کی روک تھام کے لیے قانونی فریم ورک مستحکم کرنے کی غرض سے ایک نیا لائبرٹریٹی ایکٹ منظور کیا ہے۔

11۔ ماخذ: رپورٹ آف انگریجیشن اینڈ اوور سیز ایکپلائمنٹ، اسلام آباد۔

حکومت ان اصلاحات کے علاوہ ملک کے لیے ایک پائیدار، ناقابل تنسیخ اور معتبر زرعی پالیسی تشکیل دینے کی غرض سے عالمی مالی اداروں کے ساتھ مل کر کام کرے گی۔

سرکاری شعبے کے اداروں کی اصلاحات

اگرچہ توانائی عام کی توچہ کارمزد جو ریزی ہے تاہم یہ بات سمجھ لینی ہوگی کہ توانائی کے شعبے میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ سرکاری شعبے کے ادارے تجارتی طور پر کام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ دوسرے سرکاری اداروں مثلاً پاکستان ریلوے، پی آئی اے، اور پاکستان اسٹیل ملز کو بھی اصلاحات کی مشکل راہ اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ انہیں پھر سے کاروباری طور پر چلنے کے قابل بنایا جاسکے۔ اصلاحات کی جامع حکمت عملیاں بنائی جا چکی ہیں، عملے میں کمی اور آپریشنز کو معقول بنانے کا صرف پہلا مشکل قدم اٹھانے کا عزم درکار ہے۔ سادہ فظوں میں، ان سرکاری اداروں کو ایسے بزنس پلان نافذ کرنے کی ضرورت ہے جو تجارتی بقا کے تحت معیاروں پر پورا اترتے ہوں۔ اس تناظر میں حکومت نے پی آئی اے اور پاکستان اسٹیل ملز میں سینئر انتظامیہ کو تہذیب کرنے کے لیے چند اقدامات کیے ہیں۔¹²

مالیاتی اصلاحات

معاملات کو درست تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ اس 07ء سے پاکستان محصولات کی خسارے اور بنیادی خسارے¹³ سے بھی دوچار چلا آ رہا ہے، بہتری صرف اس لحاظ سے آئی ہے کہ ان خساروں میں اس 11ء کی نسبت اس 12ء میں معمولی کمی آئی ہے۔ محصولات کی خسارے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اخراجات جاریہ پورے کرنے کے لیے قرضہ لے رہی ہے، یعنی دراصل وہ ادائیگی کی استعداد پیدا کیے بغیر قرضہ لے رہی ہے (بالغرض تمام ترقیاتی اخراجات مؤثر طریقے سے استعمال ہو رہے ہوں اور قرض کی واپسی کی استعداد بھی پیدا کر رہے ہوں)۔

توانائی کے شعبے میں یہ مالیاتی مسئلہ اور بینکوں پر اس کے اثرات اس رپورٹ میں بار بار گذشت کی صورت میں موجود ہیں۔ مسئلہ کا حل وہی ہے جو بین الاقوامی مالی ادارے کئی برس سے پیش کر رہے ہیں۔ تاہم پاکستان کی شرح سرمایہ کاری پہلے ہی نہایت پست ہے، اس مالیاتی مسئلے کو نجی سرمایہ کاری کے احیا کے لیے اقدامات کے ساتھ ساتھ حل کرنا ہوگا۔ یورپ کی طرح مالیاتی کفایت شعاری اور نجی شعبے کی نمو، دونوں کے حصول کے لیے ایک اصلاحاتی منصوبہ بنانا ہوگا۔

1.3 عالمی اقتصادی حالات اور پاکستان کے لیے مضمرات

پورے اس 12ء کے دوران یورپی پالیسی ساز متضاد اہداف حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہے: مسلسل تشکیک میں مبتلا عالمی مالی بازار میں استحکام لانے کے لیے ٹھوس مالیاتی کفایت شعاری کیسے دکھائی جائے، اور سرکاری شعبے کے ملازمین کو کیسے مطمئن کیا جائے جو فوائد (یا روزگار) سے محروم ہو سکتے ہیں، تاکہ وہ اسی لحاظ سے ووٹ ڈالیں۔ یہ تکلیف دہ سمجھوتہ اس بنا پر اور بھی مشکل ہو گیا کہ یورو کے ارکان کو دو گروہوں میں بانٹا جاسکتا ہے: وہ جو مالیاتی طور پر ذمہ دار ہیں اور وہ جو نہیں ہے۔ خوش قسمتی سے بازار سے معلوم ہو چکا ہے کہ کون سا ملک کس گروہ میں ہے: یونان، اسپین، پرتگال، آئرلینڈ، اٹلی اور قبرص کو مدد درکار ہے جبکہ جرمنی، فن لینڈ اور آسٹریلیا کو مدد درکار نہیں۔

اگر کوئی اتحاد سیاسی ہونے کے ساتھ ساتھ معاشی بھی ہو تو اس قسم کے اختلافات سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف ممالک کو بازار کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کتنی تکلیف برداشت کرنی ہوگی۔ چنانچہ حیرت کی بات نہیں کہ کفایت شعاری کے حامی وہ ممالک ہیں جنہیں کم تکلیف برداشت کرنی ہوگی اور جو مالک نمو چاہتے ہیں وہ اس تکلیف کو ملتوی کرنا چاہیں گے۔ مالیاتی اصلاحات کو مؤخر (اور نمو کی سمت میں پیش رفت) کرنے سے مستقبل کے کفایت شعاری کے منصوبوں کی سادہ کا مسئلہ جنم لیتا ہے جو یورو میں پریشان کن ممالک کے ٹریک ریکارڈ کے پیش نظر آسان نہیں۔

ایک اور پیچیدگی یہ ہے کہ یورو کے بعض ارکان کو دوسروں کو بیل آؤٹ کرنا پڑے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ ٹیکس گزاروں کو دوسروں کا بوجھ اٹھانا ہوگا اور یہ معاملہ فقط پریشان کن ممالک کو ان کے قرضوں کی واپسی پر قائم رکھنے کے لیے کافی رقم قرض دینے کا نہیں۔ ان ممالک کے قرضے اور جی ڈی پی کے تناسبات پہلے ہی زیادہ ہیں، جو بازار میں ریاستی بانڈز کے نرخوں کا تعین کرنے کا اہم پیمانہ ہے (جدول 7.4)۔ چنانچہ ایک معتبر حل یہی ہوگا کہ نظم و ضبط کے پابند ممالک سے کم پابند ممالک کو کرائس منتقل ہوں، جو آسان نہ ہوگا۔ زیادہ تر امکان یہ ہے کہ یہ مسئلہ یونہی کھینچا رہے گا اور اس کے نتیجے میں جو بے یقینی پیدا ہوگی وہ آئندہ کئی برسوں تک یورو خطے کو سدا بازی کی حالت میں رکھے گی۔

دوسری جانب امریکہ میں صورتحال کسی قدر بہتر رہی ہے۔ لیکن امریکہ میں بھی جنوری 2013ء میں فیکل کلف (fiscal cliff) کی آمد پر اس بارے میں بہت غیر یقینی کیفیت پیدا ہوئی کہ کیا وقوع پذیر ہونے کا امکان ہے۔¹⁴ غیر جماعتی کانگریس کا بجٹ آفس کی پیش گوئی تھی کہ کلف سے امریکہ کی جی ڈی پی میں 2.9 فیصد کمی آسکتی ہے جس سے امریکی بیرونگاری دوبارہ 9 فیصد سے تجاوز کر جائے گی۔ مجموعی اثر یہ ہوتا کہ 1560 ارب ڈالر یا جی ڈی پی کے 3.5 فیصد کے برابر مالیاتی سکڑاؤ آتا۔

12 توقع ہے کہ پاکستان اسٹیل ملز کو موجودہ بیل آؤٹ پیکیج سے اس کا گنجائش کا استعمال جو 20 فیصد ہے بڑھ کر 55 فیصد ہو جائے گا۔ اسی طرح پی آئی اے کی نئی انتظامیہ نے بھی اپنا مسودہ بزنس پلان تیار کیا ہے جس کی نوک پلک سنواری جاری ہے۔

13 بنیادی خسارے کا مطلب یہ ہے کہ محاصل (ٹیکس اور غیر ٹیکس) غیر سودی اخراجات بھی پورے نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حکومت کو قرض کی واپسی کی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے قرض لینا ہی پڑے گا۔

14 کلف کا مطلب ہے وہ مخصوص ٹیکس قوانین جن کی میعاد ستمبر 2012ء میں ختم ہو جائے گی جس سے ہش دور کی ٹیکس کوٹیوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور بیرونگاری کے بعض فوائد اور ٹیکس ہائیڈریڈ کا سلسلہ رک جائے گا۔

2013ء کے اوائل میں فیکل کلف کا تصفیہ ایک عارضی سمجھوتہ تھا۔ بہت امیر افراد پر ٹیکس خود بخود بڑھ گئے ہیں لیکن اخراجات کی کٹوتی دو ماہ کے لیے مؤخر ہو گئی ہے۔ زیادہ معتبر حل کے لیے قرضے کے بالائی حدود کے بارے میں کانگریس کا فیصلہ درکار ہوگا جو سیاسی تقسیم کا باعث بن سکتا ہے۔

بہر حال یہ معلوم ہے کہ پچھلے چند برسوں میں معمولی امریکی نمونے روزگار پیدا نہیں کیا۔ ہمیں یہ بھی علم ہے کہ روزگار کے مواقع نہ ہونے کی وجہ سے کنبے لیوراجیہ میں کمی کرتے رہیں گے (یعنی اپنے قرضے ادا کرتے رہیں گے) جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی بحالی کا انتہائی کم امکان ہے جس میں صارفین پیش پیش ہوں۔ اس سلسلے میں تشویش بڑھتی جا رہی ہے کیونکہ دو تہائی امریکی معیشت صارفین کے خرچ سے چلتی ہے۔ چنانچہ فیڈرل ریزرو بینک نے مقداری نرمی (QE3) کے تیسرے مرحلے کا اعلان کیا ہے جو بانڈ کی خریداری کا کھلا پروگرام ہے جس کا مقصد نہ صرف معاشی نمو کو بحال کرنا ہے بلکہ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ روزگار پیدا کرنا ہے۔ تجزیہ کاروں کو یقین نہیں کہ سیالیت کا یوں ادخال کرنے سے لازماً روزگار پیدا ہوگا خصوصاً اس لیے کہ حکومت کی توجہ مکانات کی منڈی کو بحال کرنے کی جانب ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ ایشیائی دیوپیکر معیشتوں میں سستی آرہی ہے۔ چونکہ چین اور بھارت گذشتہ پوری دہائی کے دوران عالمی معاشی نمو کو متحرک کر رہے تھے اس لیے اس سست رفتاری کی وجہ امریکہ اور یورپی یونین کی جانب سے برآمدات کی گرتی ہوئی طلب ہو سکتی ہے۔ عملاً برآمدات پر چلنے والے یہ ممالک ادائیگی کی دہائی اثرات سے بچ نہیں سکتے۔

اگرچہ چین اور بھارت دونوں کا اہم ترین مسئلہ برآمدات میں کمی ہے تاہم بھارت میں ملکی طلب گھٹ رہی ہے۔ بھارتی پالیسی سازوں کے لیے خاص طور پر کم ہوتی ہوئی کارپوریٹ سرمایہ کاری، کم سرکاری سرمایہ کاری اور خام مال کی بڑھتی ہوئی لاگت پریشانی کا سبب ہے۔ مزید برآں، سرکاری زراعت کا بھاری بوجھ مالیاتی دباؤ ڈال رہا ہے جسے سیاسی طور پر روکنا مشکل ہے۔ دوسری جانب چین میں بھی سست رفتاری آرہی ہے اور یہ تشویش پیدا ہو گئی ہے کہ چینی برآمدات کی طلب میں کمی سے کہیں بیروزگاری نہ بڑھ جائے اور ریکل اسٹیٹ کی منڈی میں تیزی کا رجحان ختم نہ ہو جائے۔

چونکہ مستقبل قریب میں عالمی معیشت کی بحالی کی توقع نہیں اس لیے پاکستانی بیرونی شعبے کے امکانات ملے جلے ہیں۔ اگرچہ عالمی کساد بازاری سے پاکستان کی برآمدات کو نقصان پہنچا تاہم اجناس کی بین الاقوامی قیمتوں سے مثبت پہلو ابھرنے کی امید ہے جن میں نمایاں ترین تیل ہے۔ یہ واضح ہے کہ شام اور ایران میں سیاسی بے یقینی کی وجہ سے تیل کی قیمتیں بلند ہیں لیکن عالمی معیشت بھی اس کی زد میں آرہی ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ بے یقینی کی یہ کیفیت امریکی انتخابات کے بعد ختم ہو جائے گی جس کا مطلب یہ ہوا کہ مئی 13ء کے بقیہ نصف حصے میں تیل کی قیمتیں گریں گی۔

اس بحث میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ گذشتہ عشرے میں تیل کی عالمی طلب زیادہ تر ایشیا (یعنی چین اور بھارت) کی طرف سے آئی: اگر یہ معیشتیں سست ہو گئیں تو تیل کی عالمی طلب متاثر ہوگی۔ اس کے ساتھ جب سرمایہ کاری یورو بحران کے پیش نظر اپنے زیر تحویل کرنسی میں مطابقت پیدا کریں گے اور اس کے نتیجے میں امریکی ڈالر مضبوط ہوگا تو قابل غور امر یہ ہے کہ تیل کی قیمت ڈالر میں مقرر کی جاتی ہے۔ چنانچہ تیل کی عالمی طلب میں کمی اور مضبوط ڈالر کے نتیجے میں تیل کی قیمتیں نیچے جانے کا امکان ہے۔ جیسا کہ باب 8 میں کہا گیا، تیل کی قیمتوں میں نرمی کا پاکستان کے جاری کھاتے کے خسارے پر فیصلہ کن اثر پڑ سکتا ہے جبکہ غذائی اشیاء (گندم اور چاول) کی بڑھتی ہوئی قیمتیں مارجن کے حوالے سے معاون ثابت ہوں گی۔ خالص لحاظ سے پاکستان کا بیرونی شعبہ عالمی معیشت کے حالات سے قدرے محفوظ ہے بلکہ اجناس کی قیمتوں میں کچھ بہتری کا امکان ہے۔

1.4 مالی سال 13ء کے امکانات

مالی سال 13ء کے لیے جی ڈی پی نمو کا ہدف 4.3 فیصد خوشامیدی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی شرح نمو اتنی ہی ہوگی جتنی پچھلے سال تھی (جدول 1.2)۔ ہمیں اعتقاد ہے کہ اس سال کم شدت کا سیلاب اور دیگر عوامل جن کے طفیل مئی 12ء میں 3.7 فیصد نمو ممکن ہوئی تھی، زیادہ تر وہی کارفرما رہیں گے۔

ہو سکتا ہے کہ شعبہ توانائی، پی ایس ایز اور مالیاتی شعبے کے ساختی مسائل جلد حل نہ ہوں۔ تاہم چونکہ حکومت نے مئی 12ء میں جمع شدہ زراعت ادا کر دیا ہے اس لیے ہمیں توقع نہیں کہ اس سال بھی اتنا ہی مالیاتی دباؤ ہوگا۔ چونکہ حکومت کو امید ہے کہ جی ڈی پی کے 4.7 فیصد کا مالیاتی خسارے کا ہدف حاصل ہو جائے گا اس لیے ہمارے خیال میں 6-7 فیصد کی حد زیادہ حقیقت پسندانہ ہے۔

جدول 1.2: اہم معاشی اہداف اور پیش گوئیاں			
م 12ء ع	م 13ء اہداف	م 13ء اسٹیٹ بینک کی پیش گوئیاں	
			فیصد نمو
3.7	4.3	3.0 - 4.0	حقیقی جی ڈی پی
11.0	9.5	8.0 - 9.0	صارف اشاریہ قیمت
14.1		14.0 - 15.0	زیر
			ارب ڈالر
13.2	14.1	14.0 - 15.0	ترسیلات
24.6	25.8	25.0 - 25.5	برآمدات (ایف او بی)
40.0	42.9	41.0 - 42.0	درآمدات (ایف او بی)
			فیصد جی ڈی پی
6.6	4.7	6.0 - 7.0	مالیاتی خسارہ
2.0	1.9	0.5 - 1.5	جاری حسابات کا خسارہ
نوٹ: مالیاتی اور جاری حسابات کے خسارے اور جی ڈی پی کے تعاسات بجٹ کی پیش گوئیوں میں نامیہ جی ڈی پی پر مبنی ہیں۔			
ع: عبوری			

مرکزی بینک کے لیے ایک نکتہ تشویش ملکی سرمایہ کاری کا مسلسل کم ہوتے جانا ہے۔ اگرچہ پاکستان میں سرمایہ کاری کا ماحول بدستور دشوار رہنے کا امکان ہے تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ نشانیہ شرح سود میں 250 بی پی ایس کی حالیہ کٹوتی سے نجی سرمایہ کاری بحال ہو سکتی ہے اور کاروبار کو کچھ ریلیف مل سکتا ہے۔ گرانی کی صورتحال بہتر ہونے سے یہ فیصلہ کرنے میں مدد ملی تھی اور اس کا مقصد یہ اشارہ دینا بھی ہے کہ بینک اپنی بیلنس شیٹ پر (بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر) حکومتی تمسکات کو تیزی سے اکٹھا کرنے کے عمل پر نظر ثانی کریں۔ ہمارے خیال میں شرح سود اس وقت جس سطح پر ہے کمرشل بینکوں کو محض حکومت کے پاس پیسہ رکھنے کے بجائے بلند منافع کے نجی اثاثے کی طرف جانے کی ترغیب مل سکتی ہے۔ اگرچہ اسٹیٹ بینک بینکوں کو یہ نہیں بتاتا کہ وہ کیا کریں تاہم کمرشل بینکوں کو اس بارے میں احتیاط برتنی چاہیے کہ ان کی بیلنس شیٹ کس طرح کی بن رہی ہے اور طویل مدت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اپنے اثاثہ جات کا جزدان متنوع بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بینکوں کے رجحان کے علاوہ اس شرح سود اشارے کی تاثیر کا انحصار حکومتی قرض گیری کی مقدار، اس کے قرضوں کی اجزائے ترکیبی اور بازار کی سیالیت کی صورتحال پر ہے۔ چونکہ گذشتہ برس مالیاتی خسارے کے حجم کا باعث یکبارگی عوامل تھے اس لیے ہمیں امید ہے کہ اس سال معاملات بہتر ہوں گے۔ ہمیں یہ امید بھی ہے کہ نیٹو کے رسدی راستے کھل جانے کے بعد اتحادی سپورٹ فنڈز بروقت مہیا ہو جائیں گے۔¹⁵ اسٹیٹ بینک کو امید ہے کہ م 13ء میں نجکاری (اتصالات) اور تھری جی لائسنسوں کی قوم بھی مل جائیں گی۔

مرکزی بینک بازار کے اس نقطہ نظر سے متفق ہے کہ روپیہ ڈالر مساوات کلیدی اظہار یہ ہے۔ اس بازار کی نوعیت کے پیش نظر روپے کی مساوات شاید پالیسی سازوں کے لیے منڈی کا اہم ترین اشارہ ہے۔ شرح سود سے متعلق فیصلے کرتے وقت اسٹیٹ بینک بازار مبادلہ پر ممکنہ اثرات کا بغور جائزہ لیتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگست اور اکتوبر 2012ء میں ڈسکاؤنٹ ریٹ میں کمی پر بازار مبادلہ کا رد عمل خاصا دھیمہ تھا۔ تاہم اواخر نومبر 2012ء میں کچھ دباؤ ظاہر ہوا، گوکہ جاری کھاتے میں م 13ء کے پہلے چار ماہ میں فاضل رقم ریکارڈ کی گئی۔ ہماری رائے میں اس دباؤ کا سبب بین الاقوامی مالی اداروں کو جانے والی خالص رقوم (جولائی تا نومبر م 13ء میں 1.5 ارب ڈالر کے لگ بھگ) ہیں۔ اگرچہ ان ادائیگیوں سے بازار مبادلہ براہ راست متاثر نہیں ہوتا تاہم اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی سے منڈی کے احساسات پر اثر پڑا ہے۔

اشیا کی خرید و فروخت کے حوالے سے ہماری برآمدی پیش گوئیوں میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ کپاس کی قیمتیں اپنی زیریں ترین سطح پر پہنچ گئی ہیں جبکہ پاکستان کی کم قدر اضافی کی حامل ٹیکسٹائل او ای سی ڈی میں طلب کی کمی سے محفوظ ہے۔ ملکی سرمایہ کاری کی سست رفتاری اور اجناس کی عالمی قیمتوں کے بارے میں ہمارے نقطہ نگاہ کے پیش نظر یہ توقع نہیں کہ درآمدات میں کوئی تیزی آئے گی۔ ہمیں امید ہے کہ ملک میں آنے والی ترسیلات زر کی مجموعی مضبوط رہے گی۔

آخر، ہم اس پر زور دیں گے کہ شعبہ توانائی، پی ایس ایز اور سرکاری مالیات میں ساختی اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ زیادہ متوازن خسارہ ہو تو م 13ء میں بجٹ مالکاری کے اجزائے ترکیبی اس طرح کے ہوں گے کہ مالکاری کے ملکی ذرائع خصوصاً کمرشل بینکوں پر سے بہت سا بوجھ کم ہو جائے گا۔

15 پاکستان دسمبر 2012ء تک اتحادی سپورٹ فنڈ کی مدد میں 1.8 ارب ڈالر وصول کر چکا ہے۔

2 مجموعی رسد¹

2.1 عمومی جائزہ

مالی سال 12ء منصوبہ بندی کمیشن کے تشکیل کردہ 'معاشی نموفریم ورک' کا پہلا سال تھا۔ اس حکمت عملی کے تحت منڈی پر مبنی پالیسیوں کے فروغ اور حکومت کی براہ راست مداخلت کو زیادہ مؤثر ضوابطی ذمہ داریوں سے تبدیل کر کے نجی شعبے کو ترقی کے عمل میں وسیع تر کردار دینے پر زور دیا گیا ہے۔² چنانچہ مالی سال 12ء کے سالانہ منصوبے میں فرض کیا گیا کہ توانائی کی مشکلات میں کمی آئے گی، کاروباری ماحول بہتر رہے گا، مالیاتی احتیاط سے کام لیا جائے گا اور عالمی طلب بحال ہو جائے گی۔³ ان مفروضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مالی سال 12ء کے لیے جی ڈی پی نمو کا 4.2 فیصد ہدف مقرر کیا گیا تھا۔

تاہم جی ڈی پی کی نمو 3.7 فیصد رہی جو سالانہ منصوبے کے ہدف سے کم تھی۔ اجناس پیدا کرنے والے شعبے اپنا ہدف حاصل کرنے میں کامیاب رہے لیکن خدمات کے شعبے کی توقع سے کم کارکردگی نے جی ڈی پی کی مجموعی نمو کو کم کر دیا۔⁴

معیشت کو درپیش متعدد چیلنجوں کے پیش نظر یہ مناسب سطح ہے۔ مثلاً اگست 2011ء میں ہونے والی بھاری بارشوں کے نتیجے میں زیریں سندھ کے علاقوں میں سیلاب آ گیا جس سے لوگوں اور مویشیوں کے بے گھر ہونے اور انفراسٹرکچر کے نقصانات کے علاوہ کپاس کی 22 لاکھ گانٹھیں تباہ ہو گئیں اور چھوٹی فصلوں کو شدید نقصان پہنچا۔ زیریں سندھ میں سیلاب کا اثر بیج کے موسم تک رہا، جب سیلاب کا پانی کھڑا ہونے کی وجہ سے گندم کے زیر کاشت رقبے میں کمی آ گئی۔ تاہم مئی 12ء میں آنے والے سیلاب سے مئی 11ء کے مقابلے میں کم نقصان پہنچا⁵ اور سیلاب سے نقصانات کے باوجود مئی 12ء کے دوران کپاس کی پیداوار ایک کروڑ 36 لاکھ گانٹھیں رہی جو ایک کروڑ 28 لاکھ گانٹھوں کے محتاط ہدف سے زیادہ ہے۔

سالانہ منصوبے کے امکانات کے برعکس مئی 12ء کے دوران توانائی کی مشکلات میں شدت آ گئی جس نے کئی صنعتوں کو اپنی پیداوار میں کمی پر مجبور کر دیا۔⁶ گیس کے شعبے میں قیمتوں کا درست تعین نہ کرنے کا نتیجہ طلب و رسد کے درمیان فرق بڑھنے کی صورت میں برآمد ہوا تھا (زیادہ تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے تیسرا باب)۔

ان چیلنجوں کے باوجود معاشی نمونہ صرف بلند سطح پر رہی بلکہ گذشتہ مالی سال کے مقابلے میں زیادہ وسیع البتہ ابھی تھی۔ مئی 11ء کے دوران معاشی نمو کو زیادہ تحریک خدمات کے شعبے سے ملی جس کا جی ڈی پی میں ہونے والے مجموعی اضافے میں تین چوتھائی سے زیادہ حصہ بنتا ہے۔ اس برس اجناس پیدا کرنے والے شعبوں کا حصہ زیادہ رہا اور صنعت و زراعت دونوں شعبوں میں مئی 11ء کے مقابلے میں بہتری دیکھی گئی۔

زراعت میں ہونے والی نمومیں خریف کی فصلوں (خصوصاً چاول اور کپاس) کا حصہ زیادہ رہا جس میں پانی کی دستیابی نمو بڑھانے کا باعث بنی۔ پانی کی بہتر اور بروقت دستیابی سے ان فصلوں کو تقویت ملی جبکہ گندم (بیج کی اہم فصل) کی پیداوار میں زیر کاشت رقبہ گھٹنے کے باعث کمی آئی۔ مؤخر الذکر کی وجہ تلاش کی جائے تو پانی کی قلت ہو سکتی ہے یہ مسئلہ ملک میں زراعت کی قسمت کا تعین کرنے والا اہم عامل بن سکتا ہے۔

مئی 12ء کے دوران صنعتی شعبے میں ہونے والی بیشتر نمومیں اشیاء سازی اور تعمیرات نے اہم کردار ادا کیا (جدول 2.1)۔ تاہم چھوٹے پیمانے کی صنعتوں میں مستقل 7.5 فیصد نمو کا تخمینہ اصل سے زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسے یونٹس خاص طور پر توانائی کی مسلسل قلت سے متاثر ہوتے ہیں۔

1 مجموعی رسد کی معیشت میں ایک سال کے دوران پیدا ہونے والی تیار اشیاء خدمات کی مجموعی قدر کی عکاسی کرتی ہے جو عام طور پر مجموعی ملکی پیداوار (جی ڈی پی) سے ظاہر کی جاتی ہے۔

2 ماخذ: http://www.pc.gov.pk/hot%20links/growth_document_english_version.pdf

3 ماخذ: سالانہ منصوبہ 13-2012ء، منصوبہ بندی کمیشن پاکستان۔

4 تحوک و خرچہ تجارت اور زراعت، ذخیرہ کاری و مواصلات میں ہدف سے کم کارکردگی شعبہ خدمات کی نمو کو محدود کرنے کا باعث بنی۔

5 اقتصادی سروے 2011-12ء کے مطابق 2011ء میں آنے والے سیلاب کے نتیجے میں معیشت کو 324.5 ارب روپے کا نقصان ہوا تھا جبکہ اس سے پہلے 2010ء کے سیلاب سے 855 ارب روپے کے نقصانات ہوئے تھے۔

6 تیل کی عالمی قیمتوں میں اضافے کے باعث گردش قرضوں کا حجم بڑھنے سے بجلی کی قلت میں مزید شدت آ گئی اور متعدد پاور پلانٹس پیداوار نہیں دے سکے کیونکہ ایندھن خریدنے کے لیے انہیں رقم کی قلت کا سامنا تھا۔

جدول 2.1: خام مکی پیداوار (2000-1999ء) کی مستقل قیمتوں پر فیصد							
فیصد		مکی ڈی پی میں حصہ			نمو		
م 11ء	م 12ء	م 11ء	م 12ء	م 11ء	م 12ء	م 11ء	م 12ء
46.6	46.5	1.5	3.2	3.3	0.7	1.5	
1- اجناس پیدا کرنے والا شعبہ							
21.2	21.1	2.4	3.4	3.1	0.5	0.7	
6.7	6.7	-0.2	3.0	3.2	0.0	0.2	
2.2	2.1	2.7	2.0	-1.3	0.1	0.0	
11.6	11.6	4.0	4.0	4.0	0.5	0.5	
0.4	0.4	1.9	2.0	1.8	0.0	0.0	
0.2	0.2	-0.4	-1.0	0.9	0.0	0.0	
25.5	25.4	0.7	3.1	3.4	0.2	0.9	
2.4	2.4	-1.3	1.0	4.4	0.0	0.1	
18.7	18.6	3.1	3.7	3.6	0.6	0.7	
12.1	11.9	1.1	2.0	1.8	0.1	0.2	
5.1	5.3	7.5	7.5	7.5	0.4	0.4	
2.1	2.2	-7.1	2.5	6.5	-0.2	0.1	
2.3	2.2	-7.2	1.0	-1.6	-0.2	0.0	
53.4	53.5	4.4	5.0	4.0	2.3	2.1	
9.9	9.6	0.9	4.5	1.3	0.1	0.1	
17.1	17.1	3.5	5.0	3.6	0.6	0.6	
4.7	4.8	-1.4	0.2	6.5	-0.1	0.3	
2.7	2.7	1.8	3.5	3.5	0.0	0.1	
6.7	6.6	14.2	6.0	2.6	0.9	0.2	
12.3	12.6	6.9	7.0	6.8	0.8	0.8	
100.0	100.0	3.0	4.2	3.7	3.0	3.7	
جی ڈی پی (ایف سی)							
ذ: ہدف							

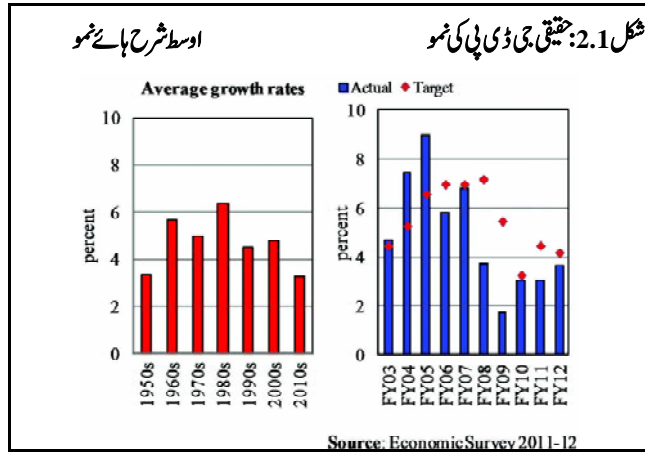
ماخذ: پاکستان اقتصادی سروے 2010-11ء، اور سالانہ منصوبہ 2011-12ء

بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں معمولی بہتری چند شعبوں میں مرکوز رہی۔ صارفین اشیا نے مضبوط ملکی صرف کی وجہ سے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا لیکن دوران سال درآمدی اشیا کو زیادہ ترجیح ملنے کے باعث یہ نموست ہو گئی۔

م 12ء کے دوران جی ڈی پی میں سب سے بڑا حصہ رکھنے والے خدمات کے شعبے کی نمو گزشتہ برس کے مقابلے میں کم رہی۔ م 11ء کے دوران خدمات کے شعبے میں نمو کا محرک سرکاری تنخواہوں میں بھاری اضافہ اور سیلاب سے متعلق سماجی اخراجات تھے لیکن م 12ء میں وسیع البیاد نمو ہوئی۔ بینکاری شعبے کی بڑھتی ہوئی نفع یابی کے نتیجے میں مالیات و بیمہ کے شعبوں میں تبدیلی دیکھی گئی۔ اسی طرح ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری اور مواصلات کے شعبوں میں گزشتہ برس کے مقابلے میں بلند نمو ہوئی۔⁷ اس سے درآمدی پٹرولیم مصنوعات کی زیادہ مقدار کی (پائپ لائنوں کے ذریعے) ملک کے شمالی علاقوں میں منتقلی کی عکاسی ہوتی ہے۔

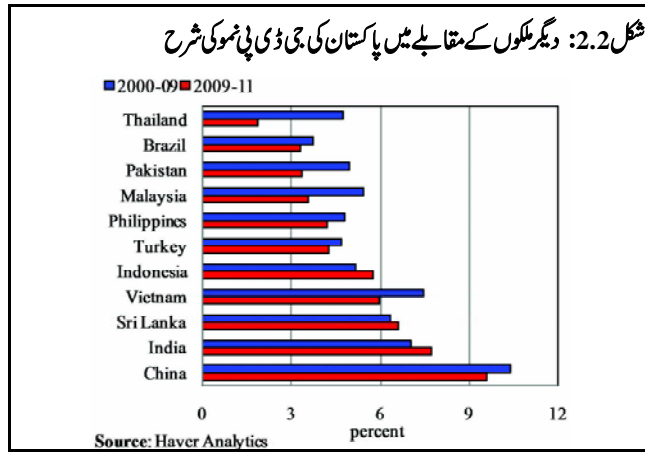
اگرچہ م 12ء کے دوران معیشت میں کچھ بحالی دیکھنے میں آئی ہے لیکن اس کی کارکردگی تاریخی رجحانات کے مقابلے میں کم ہے۔ درحقیقت جی ڈی پی کی مسلسل پست شرح نمو

⁷ پی آئی اے اور پاکستان ریلوے میں مسلسل نقصانات کے باوجود یہ نمو ہوئی۔



معیشت کے لیے تشویش کا باعث بن گئی ہے کیونکہ طویل مدتی اوسط نمو میں کمی آرہی ہے (شکل 2.1 اور 2.2)۔

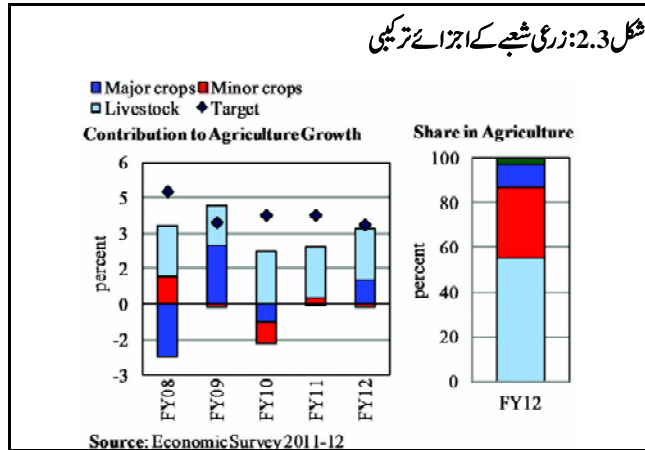
یہ معاشی شرح نمو دیگر ابھرتی ہوئی معیشتوں (برازیل، فلپائن، ملائیشیا، انڈونیشیا، سری لنکا، بھارت، ویت نام اور چین) کے مقابلے میں کمزور ہے۔ جیسا کہ شکل 2.2 سے ظاہر ہوتا ہے ان ملکوں میں سے بیشتر کو 2008ء کے قرضہ بحران کی وجہ سے معاشی نمو میں کمی کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن ان میں سے بیشتر کی شرح نمو پاکستان سے زیادہ رہی ہے۔



پاکستان میں ہونے والی سست معاشی نمو کا سبب عالمی حالات کے بجائے ملک کو درپیش ساختی مسائل ہیں۔ خصوصاً توانائی کی ابتز ہوتی صورتحال، سرمایہ کاری میں کمی، مسلسل جاری معاشی عدم توازن اور بار بار آنے والے سیلاب معاشی سرگرمیوں کو محدود کرنے کا باعث بنے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشی نمو کی بحالی، غربت میں کمی اور بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو جذب کرنے کے لیے ان مسائل کو ہنگامی بنیادوں پر حل کیا جائے۔⁸

2.2 زراعت

اگست 2011ء میں سیلاب کے باوجود مئی 12ء کے دوران زرعی شعبے نے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اس میں 3.1 فیصد نمو ہوئی جبکہ گزشتہ برس 2.4 فیصد تھی۔ تاہم خام مال کی لاگت میں تیزی سے اضافے اور زرعی اشیاء کی قیمتوں میں کمی کے باعث کاشت کاروں کے مارجن دباؤ میں رہے۔



نمو کو بڑھانے میں ذیلی شعبے گلہ بانی (جس کا زراعت میں حصہ 55.1 فیصد ہے) نے سب سے زیادہ کردار ادا کیا جس کے بعد اہم فصلوں کا نمبر آتا ہے۔ تاہم سیلاب اور موسم سرما میں انتہائی کم درجہ حرارت کے باعث چھوٹی فصلوں کو مشکلات درپیش رہیں (شکل 2.3)۔

اہم فصلیں

قدر اضافی میں سب سے بڑا حصہ خریف کی اہم فصلوں کا تھا۔ کپاس، گنے اور

چاول کی پیداوار گزشتہ برس کے مقابلے میں زیادہ رہی جبکہ گندم (جو ربیع کی اہم فصل ہے) کی پیداوار میں کمی دیکھنے میں آئی (جدول 2.2)۔ خریف کی فصل کو جن عوامل سے مدد ملی تھی ان میں سیلاب کے باعث مٹی کی نمی میں بہتری اور پانی کی بروقت دستیابی سے فصل کی یافت میں اضافہ شامل ہیں (جدول 2.3)۔⁹ جبکہ مئی 11ء کے موسم خریف کے مقابلے میں زرعی خام مال (مثلاً کھاد) کے استعمال میں اضافہ بھی پیداوار بڑھانے میں معاون ثابت ہوا تھا۔

⁸ اقتصادی نمو کے فریم ورک میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ کو جوان اور بڑھتی ہوئی آبادی کو جذب کرنے کے لیے معیشت کو پائیدار بنیادوں پر 7 فیصد کی نمو حاصل کرنا ہوگی۔

⁹ جہاں تک کپاس کا تعلق ہے، پچھلے موسم کے دوران ملائیم سوئی کپڑے کی غیر معمولی طور پر بلند قیمتوں، لی ٹی کپاس کے استعمال میں اضافے اور سوئی پتے موڑنے کے وائرس (CLCuV) اور چوسنے والے کیڑوں پر بہتر انداز میں قابو پانے (خصوصاً پنجاب میں) کے نتیجے میں پیداوار بڑھ گئی بلکہ پنجاب میں کپاس کی بلند پیداوار نے سندھ میں بارنوں کے باعث ہونے والے نقصانات کی تلافی کر دی۔

جدول 2.2: اہم فصلیں					
موسم (فیصد)		م 12ء	م 11ء	م 10ء	
م 12ء	م 11ء				
رقبہ (000 ہیکٹر)					
کپاس	5.4	-13.4	2,835	2,689	3,106
گنا	7.1	4.8	1,058	988	943
چاول	8.7	-18.0	2,571	2,365	2,883
کئی	11.2	4.2	1,083	974	935
گندم	-2.6	-2.5	8,674	8,901	9,132
پیداوار (000 ٹن، کپاس 170 گلوگرام کی گانٹوں میں)					
کپاس	18.6	-11.3	13,595	11,460	12,914
گنا	5.6	12.0	58,397	55,309	49,373
چاول	27.7	-29.9	6,160	4,823	6,883
کئی	15.2	13.7	4,271	3,707	3,261
گندم	-7.4	8.2	23,337	25,214	23,311
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات					

جدول 2.3: آبپاشی کے پانی کی صورتحال					
ملین ایکڑ فٹ					
ربیع		خریف			
م 12ء	م 11ء	م 12ء	م 11ء	فیصد فرق	فیصد فرق
پنجاب	29.0	34.3	18.2	17.6	-6.0
سندھ	22.6	23.3	3.0	10.1	-30.2
خیبر پختونخوا	0.8	1.0	27.4	0.5	16.7
بلوچستان	1.2	1.9	53.4	0.9	27.8
کل	53.6	60.5	12.8	29.4	-14.96
ماخذ: سپارکو					

ربیع کے موسم کے دوران گندم کی پیداوار میں کمی کی وجوہات میں زیر کاشت رقبے میں کمی اور پانی کی قلت شامل ہیں۔ بوائی کے وقت جنوبی سندھ زیر آب تھا جبکہ کچھ کاشتکار گنے کی پکل کاری کے باعث گندم کی فصل کے لیے اپنے کھیتوں کو تیار نہیں کر سکے تھے۔ دیگر نے معمول سے قبل کپاس کی بوائی کو ترجیح دی جس سے گندم کو نقصان ہوا۔

پانی کی دستیابی اور دیگر زرعی خام مال

زرعی شعبے میں پانی کی کمی کا مسئلہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ ربیع م 12ء کے دوران کم سرمائی بارشیں اور زیادہ عرصے تک کم درجہ حرارت (جس سے گلشیر کے پھلنے کا عمل کم ہو گیا) کے نتیجے میں دریاؤں میں پانی کے بہاؤ میں کمی آگئی تھی۔ بد قسمتی سے مون سون کی بارشوں میں تاخیر کے باعث م 13ء میں خریف کی فصل کے لیے بھی پانی کی دستیابی میں بہتری نہیں آسکی۔

مستقبل میں پانی کی صورتحال مزید بگڑنے کا امکان ہے کیونکہ بیٹھے پانی کی رسد کو طلب کے بڑھتے ہوئے دباؤ کا سامنا ہے۔ اس ضمن میں خشک موسموں سے نمٹنے کے لیے آبی ذخائر بنانا بے حد ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اضافی طلب اور پانی مہیا کرنے کی لاگت کی عکاسی کے لیے آبپاشی کے پانی کی قیمت میں اضافہ ضروری ہے (مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے خصوصی سیکشن 2.1)۔

آخر میں، ربیع کے موسم کے دوران گذشتہ برس کے اسی موسم کے مقابلے میں قرضوں اور کھاد کے استعمال میں کمی دیکھی گئی (جدول 2.4)۔ کھاد کی طلب میں کمی کا اہم سبب بلند قیمتوں کے ساتھ ساتھ فصل کی کم آمدنی کی توقعات تھیں کیونکہ سال کے دوران کپاس، گنا اور کئی کی قیمتیں کم ہو گئی تھیں۔ ہمارے تخمینے

کے مطابق قیمتوں میں کمی نے مقدار میں نمو سے ہونے والے فوائد کو بڑی حد تک زائل کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں کیڑے مار دواؤں، ڈیزل اور بیجوں کی لاگت بھی خاصی بڑھ گئی جو کاشت کاروں کے مارجن کو مزید محدود کرنے کا باعث بنی خصوصاً سندھ میں جہاں کاشتکار پہلے ہی سیلابوں سے نمٹ رہے تھے (شکل 2.4)۔¹⁰

ایسے پیداواری خطرات کی پیش بندی (پانی اور نقد کی دستیابی، فصل اور خام مال کی قیمتیں) کے لیے کاشت کاروں نے روایتی ذرائع (جیسے آڑھتی، نگہ بانی میں سرمایہ کاری اور غیر فارم لیبر سے آمدنی) پر انحصار کیا۔ بعض امور میں کاشت کاروں نے فصل کو متنوع بنانے کو بھی ترجیح دی۔¹¹ حال ہی میں خطرات کا انتظام کرنے کے لیے منڈی پر مبنی آلات کو ترقی دینے پر توجہ بڑھتی جا رہی ہے (اجناس میں مستقبلات کی منڈی، فصلی بیمہ)۔ اس میں سہولت دینے کے لیے اسٹیٹ بینک نے کمرشل لحاظ سے پائیدار ویز ہاؤس رسیدی نظام کا جامع فریم ورک تیار کیا ہے جس سے کاشتکاروں کو ذخیرہ کاری کی معتبر سہولت حاصل ہوگی اور ذخیرہ کردہ اجناس کی رسیدوں کو بینکوں سے قرض لینے کے لیے بطور ضمانت استعمال کیا جاسکے گا۔¹²

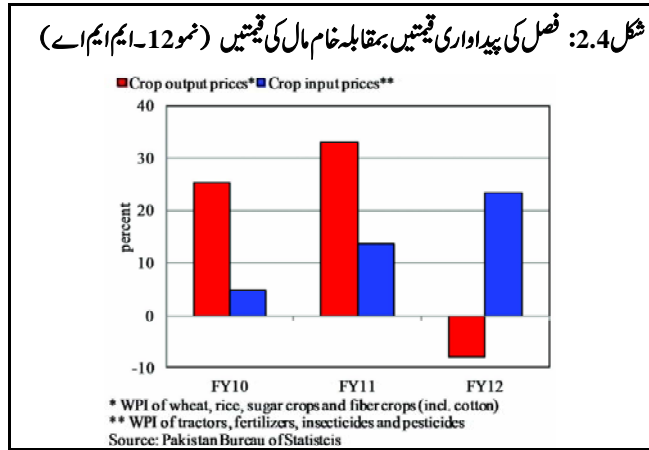
10 شکر ملوں سے ادائیگیوں کے تنازع کی وجہ سے گنے کاشتکاروں کو اضافی بوجھ اٹھانا پڑا۔ کچھ ادائیگیاں قیمتوں پر عدم اتفاق کی وجہ سے مؤخر کی گئیں جبکہ ایسی اطلاعات بھی تھیں کہ شکر ملوں کو بھاری ذخائر کی سیاحت کی قلت کا سامنا تھا جو کاشتکاروں کو ادائیگیاں روکنے کا باعث بنا۔ اس صورتحال میں حکومت نے چینی کی منڈی میں مداخلت کرتے ہوئے نی سی پی کے ذریعے 47 لاکھ 50 ہزار ٹن شکر خرید لی۔ اس طرح خریف 2012ء کی فصلوں کی آمدنی میں کمی اور تاخیر بھی دیکھو جوہات کے ساتھ اس سال گندم کے زیر کاشت رقبے میں کمی کا باعث بنی۔

11 بدلنے ہوئے موسمی حالات یا قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی پیش بندی کے لیے کاشتکار عام طور پر ایسی فصلیں کاشت کرتے ہیں جو موسمی حالات کے مقابلے میں مضبوطی دکھائیں یا ان کی قیمتیں زیادہ مستحکم رہیں۔ بعض اوقات کاشتکار اپنی پیداوار کو بیڑوں کے حملوں سے بچانے کے لیے فصل کے پکر کا تجربہ بھی کرتے ہیں۔

12 اس منصوبے پر عملدرآمد کا ذمہ دار پاکستان مرکٹس اینڈ ایکسچینج (PMEX) ہے اور پی ایم ای ایکس کی گمرانی میں اس مقصد کے لیے خفاہی انتظام کی ایک کمپنی تشکیل دی جا رہی ہے۔

جدول 2.4: کھاد کی فروخت و قیمتیں				
قیمتیں (روپیہ فی ٹن)		حجم (000 ٹن)		
ڈی اے پی	یوریا	ڈی اے پی	یوریا	
				خریف
2,625	852	471	2,777	م 11ء
4,049	1,461	486	3,014	م 12ء
54.2	71.5	3.2	8.5	فیصد فرق
				ربیع
3,142	985	815	3,160	م 11ء
4,138	1,766	564	2,710	م 12ء
31.7	79.3	-30.8	-14.2	فیصد فرق
ماخذ: سپارکو				

حکومت نے اہم زرعی خام مال (مثلاً کھاد، پانی اور بجلی) کے لیے زراعت کی فراہمی جاری رکھی ہوئی ہے اور نشانہ قیمتیں مقرر کر کے اور اہم فصلوں کی براہ راست خریداری کے ذریعے بازار میں مداخلت کرتی ہے۔¹³ اگرچہ ایسی مداخلت سے بنیادی غذائی اشیاء کی مناسب رسد کی فراہمی میں مدد ملتی ہے لیکن اس کے نتیجے میں بلند ہوتی معاشی لاگت کے متعلق خدشات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ خصوصاً خاص حکومتی اعانت کے باوجود اس شعبے میں اختراع اور پیداواریت کے فوائد کا فقدان ہے کیونکہ فصلوں کی یافت پست سطح پر ہے (جدول 2.5) اور کٹائی کے نقصانات کی سطح تشویشناک حد تک بلند ہے۔¹⁴ مستقبل میں قدرتی وسائل (خصوصاً پانی) پر دباؤ بڑھنے سے زرعی پیداوار کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جس کے ملک کے غذائی تحفظ پر سنگین اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔



نی الوقت پاکستان کی غذائی رسد ملکی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی ہے۔ تاہم ناقص انفراسٹرکچر اور آمدنی میں بڑھتی ہوئی عدم مساوات غذائی تحفظ کو خطرے میں ڈال سکتی ہے۔¹⁵ ملک کو اپنی پالیسی ترجیحات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ غذائی اشیاء کی دستیابی کی کوششوں میں تیزی آ رہی ہے (مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے خصوصی سیکشن 2.2)۔

گلہ بانی

زرعی شعبے میں سب سے زیادہ حصہ گلہ بانی کا ہے اور فصلوں کے بعد یہ دیہی آمدنی کا دوسرا بڑا ذریعہ ہے۔ اس شعبے کے پیداواری تخمینے زیادہ تر سابقہ مردم شماری کی شرح نمو پر مبنی ہیں۔¹⁶ عام طور پر یہ تخمینے اتنے درست نہیں ہوتے جتنے کہ مردم شماری سے اخذ کردہ شرحیں ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ مردم شماری کے درمیانی برسوں میں قریبی حد کے اندر ہوتے ہیں۔ م 12ء کے دوران ذیلی شعبہ گلہ بانی کی نمو گزشتہ برس جتنی یعنی 4 فیصد رہی۔

گلہ بانی چھوٹے کاشت کاروں کے لیے بچت اور سرمایہ کاری کا بڑا ذریعہ ہونے کے باعث معاشی ترقی میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً بڑھتی ہوئی آبادی، بلند آمدنی اور شہروں کے تیزی سے پھیلنے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بلند عالمی طلب کو پورا کرنے کے لیے متعدد ترقی پذیر ملکوں نے اپنی گلہ بانی کی پیداوار میں اضافہ کیا ہے (جدول 2.6)۔

جدول 2.5: اہم فصلوں کی یافت کا فرق			
ٹن فی ہیکٹر			
فرق (فیصد)	قومی 3 سالہ اوسط یافت	جدت پسند کاشت کار کی یافت	
43.5	2.6	4.6	گندم
30.8	1.8	2.6	کپاس
			گنا
72.5	55	200	سندھ
61.5	50	130	پنجاب
58.0	2.9	6.9	مکنی
44.7	2.1	3.8	چاول
ماخذ: غذائی سیکورٹی پرائٹس فورس کی حتمی رپورٹ، منصوبہ بندی کمیشن، 2009ء۔			

13 گندم کی امدادی قیمت بڑھا کر 1050 روپیہ فی 40 کلوگرام کر دی گئی۔ درآمدی کھاد پر بھاری زراعت دیا گیا اور بجلی کے شعبہ کا 25 فیصد زراعت زرعی شعبہ کو دیا جا رہا ہے۔
14 غذائی تحفظ پر منصوبہ بندی کمیشن کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ گندم اور دیگر اناجوں کی رسد زنجیر میں 10 فیصد سے زائد نقصانات ہوتے ہیں۔ باغبانی کی مصنوعات میں ان نقصانات کا تناسب 30 تا 40 فیصد ہے۔
15 غذائی تحفظ ایک مجموعی تصور ہے جس میں پیداوار سے لے کر لوگوں کے اصل پیداوار کو جذب کرنے تک پوری غذائی رسد زنجیر آ جاتی ہے۔
16 حالیہ تخمینوں میں 1996ء کی مردم شماری کے مقابلے میں 2006ء میں ہونے والی مردم شماری کی شرح نمو کو استعمال کیا جاتا ہے۔ گلہ بانی کی سرشماری (ہیڈ کاؤنٹ) مردم شماری کی درمیانی نمو پر مبنی ہے جبکہ گلہ بانی مصنوعات کی مقدار کو ہر مصنوعہ کے کچھ مین تناسب (جیسے ایک بھینس کی دودھ کی اوسط یافت) اور کچھ اضافی معلومات (جیسے مرغابی اور اندرونی پیداوار کی تعداد) کی بنیاد پر اخذ کیا جاتا ہے۔

جدول 2.6: منتخب ممالک میں گلہ بانی کی پیداوار کی نمو			
سالانہ اوسط نمو - فیصد میں			
2000 تا 2010ء	2005 تا 2010ء	2000 تا 2005ء	
7.2	6.3	8.1	ویت نام
5.7	6.5	4.9	مالئیشیا
4.8	4.6	5.1	انڈونیشیا
3.7	4.2	3.2	مصر
3.7	4.0	3.4	بھارت
3.6	4.4	2.8	پاکستان
3.1	0.8	5.4	برازیل
3.1	2.7	3.5	چین
2.8	4.6	1.1	تھائی لینڈ
2.6	3.5	1.7	ترکی
2.3	1.8	2.7	میکسیکو
0.6	-0.4	1.7	ارجنٹائن
-0.6	-0.7	-0.4	آسٹریلیا
ماخذ: عالمی بینک			

ان میں سے بعض ملکوں میں تکنیکی ترقی اور آمدنی میں اضافے نے شعبہ گلہ بانی میں اہم ساختی تبدیلیوں کی راہ دکھائی ہے¹⁷ مثلاً چین نے گوشت (گائے اور بچھڑے) کی عالمی پیداوار میں اپنے حصے میں اضافہ کیا ہے اور یہ 1980ء کے 0.6 فیصد سے بڑھ کر 2011ء میں تقریباً 10 فیصد تک پہنچ چکا ہے۔¹⁸ اسی طرح برازیل نے اسی مدت کے دوران اپنے حصے کو دوگنا کرتے ہوئے اسے 16 فیصد تک پہنچا دیا ہے۔ اسی طرح خنزیر کے گوشت کی منڈی میں چین نے اپنے حصے کو 1980ء کے 23 فیصد سے بڑھا کر 2011ء میں 49 فیصد تک کر دیا۔ اگرچہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں ممالک میں مرغی کے گوشت کی پیداوار تقریباً برابر ہے تاہم چین میں شرح نمو بہت بلند سطح پر رہی ہے۔

ان ترقی پذیر ملکوں کے مقابلے میں پاکستان میں گلہ بانی کی پیداوار میں نمایاں تبدیلی نہیں آ سکی۔ اگرچہ پاکستان کی کارکردگی معقول معلوم ہوتی ہے لیکن پاکستان مویشیوں کی تعداد کے لحاظ سے جتنا بلند درجہ رکھتا ہے اس کے پیش نظر اس کی کارکردگی کی موجودہ سطح امکانات سے بہت کم ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ خوراک و زراعت کی درجہ بندی کے مطابق پاکستان بھینسوں کی تعداد کے لحاظ سے دوسرے، بکریوں کی تعداد کے لحاظ سے چوتھے، گائے بیلوں کی تعداد کے لحاظ سے ساتویں اور بھیڑوں کی تعداد کے لحاظ سے آٹھویں نمبر پر ہے۔ اس کے باوجود پاکستان اپنے اس ذخیرے سے فائدہ اٹھا کر قدر اضافی بڑھانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

2.3 صنعت

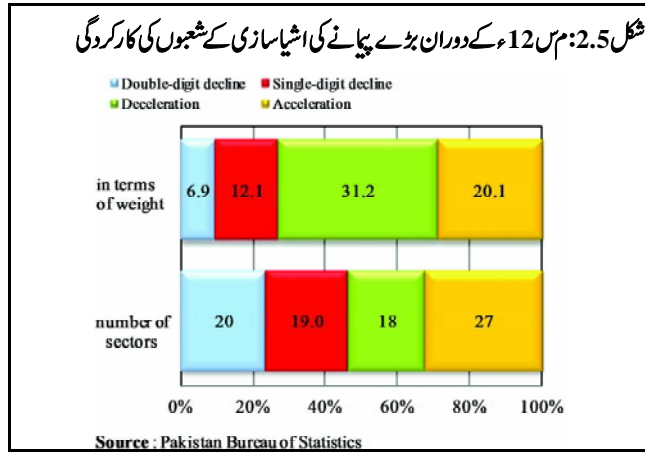
مس 12ء کے دوران صنعتی شعبے میں 3.4 فیصد نمو ہوئی جو گذشتہ برس کے 0.7 فیصد سے زیادہ ہے۔ اس نمایاں بحالی کے باوجود مس 12ء میں صنعتی کارکردگی کو اطمینان بخش قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چھوٹے پیمانے کی اشیا سازی میں قدر اضافی کی نمو جسے ہر سال 7.5 فیصد پر مستقل فرض کیا جاتا ہے، صنعتی سرگرمیوں میں ہونے والے مجموعی اضافے میں اس کا حصہ 45 فیصد ہے (جدول 2.7)۔ ہمارے خیال میں سال کے دوران ایس ایم ای برآمدات میں ہونے والی بھاری کمی (مثلاً ملبوسات، بستر کی چادریں، کھیلوں کا سامان اور بجلی کے پنکھے) کے پیش نظر مذکورہ نمو کا تخمینہ اصل سے زائد معلوم ہوتا ہے۔

جدول 2.7: زمرہ وار صنعتی نمو						
فیصد		نمو			نمو میں حصہ	
زمرہ	صنعت میں حصہ	مس 10ء	مس 11ء	مس 12ء	مس 11ء	مس 12ء
صنعت		6.1	0.7	3.4		
بجلی و گیس	8.6	6.2	-7.2	-1.6	-0.7	-0.1
تعمیرات	8.5	16.3	-7.1	6.5	-0.6	0.5
کان کنی	9.4	2.2	-1.3	4.4	-0.1	0.4
چھوٹے پیمانے کی اشیا سازی	21	7.5	7.5	7.5	1.4	1.5
بڑے پیمانے کی اشیا سازی	46.9	4.8	1.1	1.8	0.5	0.8
بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں حصہ		مس 10ء	مس 11ء	مس 12ء	مس 11ء	مس 12ء
صارفی اشیا	41.1	3.0	7.0	4.9	3.0	2.2
پائیدار صارفی اشیا	7.0	31.8	8.2	5.8	0.5	0.4
غیر پائیدار	34.2	-0.8	6.8	4.7	2.5	1.8
وساطتی	55.5	-2.4	-2.4	-1.3	-1.3	-0.7
اشیائے سرمایہ	3.3	13.2	-7.2	-13.0	-0.2	-0.3
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات، اسٹیٹ بینک کا حساب						

دوسرے، بڑے پیمانے کی اشیا سازی (ایل ایس ایم) میں بہتری چند شعبوں تک مرکوز رہی (شکل 2.5)۔ رسدی مسائل کی وجہ سے کئی صنعتوں کو پیداوار میں کمی کا سامنا کرنا پڑا جس سے درآمدات کی ضرورت بڑھ گئی (شکل 2.6)۔ برآمدی فروخت میں مندی (جیسے ٹیکسٹائل اور جوتے)، پست زرعی پیداوار (جیسے چینی اور گندم کی پساہی) اور صارفین کی جانب سے

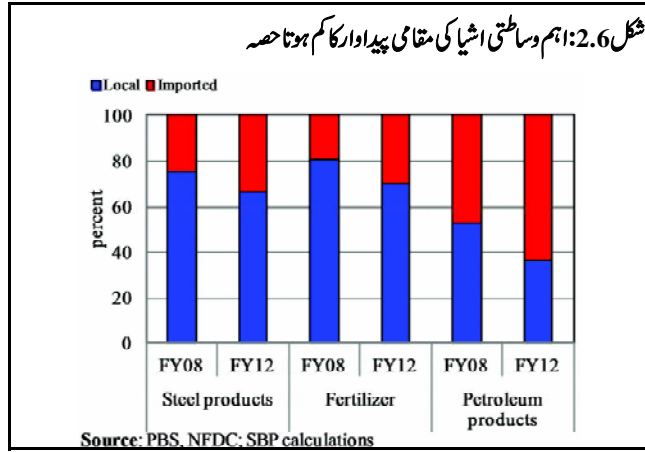
17 نئی ٹیکنالوجی کے ذریعے بڑے پیمانے کے جانوروں کے فارموں کو گوشت کے ذبیحہ، پروسیسنگ اور تقسیم کے بہتر نظاموں سے چلانے میں مدد ملی۔ اب یہ صنعت معیار، حفظان صحت اور حفاظتی معیارات کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مختلف اقسام کی تازہ اور پروسیس کی گئی اشیا (جیسے بکی ہوئی، ریفریجریٹر میں محفوظ اور کھانے کے لیے تیار) پیش کر رہی ہے۔

18 گوشت کی پیداوار عام طور پر صرف کے ساتھ بڑھتی ہے۔ مثلاً چین میں گوشت کافی کس استعمال 1980ء کے 13.7 کلوگرام رسال سے بڑھ کر 2005ء میں 59.5 کلوگرام رسال ہو گیا۔



درآمدی اشیا (جیسے کار اور گھر بلو برقی اشیا) کو ترجیح دینے کے رجحان کے باعث ان شعبوں کی نمو میں کسی قدر سست روی دیکھی گئی جن کا بڑے پیمانے کی اشیا سازی کے اشاریے میں قدرے زیادہ وزن ہے۔

سال کے دوران صرف تعمیرات کے شعبے میں مضبوط نمو دیکھی گئی جس کی وجوہات میں سیلاب کے بعد تعمیر نو کی سرگرمیاں، سرکاری تعمیرات میں اضافہ، منصوبہ جاتی قرضوں کی آمد اور نجی شعبے کی طلب کا دوبارہ بڑھنا شامل ہیں۔ نتیجتاً تعمیرات پر مبنی صنعتوں (بشمول سیمنٹ، شیشہ، لکڑی وغیرہ) نے بھی سال کے دوران اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔¹⁹



بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں واسطی اشیا میں مسلسل چوتھے برس کمی کا رجحان رہا۔ اسٹیٹ بینک کے جائزوں میں بارہا فولاد، پٹرولیم کی صفائی اور کھاد کے شعبوں کو درپیش مسائل بیان کیے جا چکے ہیں جن کی وجہ سے وہ پیداواری گنجائش سے خاصی کم سطح پر کام کر رہے ہیں۔ یہ توانائی (گردشی قرضہ) اور کھاد (گیس کی قلت) کے شعبے کو درپیش ایک اہم مسئلہ ہے۔ مزید برآں کھاد کی درآمدات کے متعلق ایڈ ہاک پالیسی فیصلوں²⁰ اور پاکستان اسٹیل ملز کی تشکیل نو میں تاخیر ان صنعتوں کی مالی ساخت کو کمزور کرنے کا باعث بنی ہے۔²¹

اس کے مقابلے میں صارفی اشیا کے شعبے نے مسلسل دوسرے برس مضبوط نمو دکھائی۔ غذائی اشیا کی پروسیسنگ کرنے والی صنعتوں کو عمدہ فصلوں اور افغانستان سے بڑھتی ہوئی طلب سے فائدہ پہنچا جبکہ پائیدار اشیا کی صنعت کو ڈیوٹی کی موافق ساخت اور بڑھتی ہوئی ملکی طلب سے تقویت حاصل ہوئی۔²² ہم سمجھتے ہیں کہ پائیدار اشیا کے شعبے نے اپنی صلاحیت سے کم کارکردگی دکھائی ہے کیونکہ ملکی طلب کے بڑے حصے کو دستیاب پیداواری گنجائش کے باوجود درآمدات سے پورا کیا گیا تھا۔ مثلاً اگرچہ کاروں، ربڑ کے ٹائروں، جوتوں، ریفریجریٹرز اور ادویات کی پیداوار میں اضافہ ہوا تھا لیکن سال کے دوران ان اشیا کی درآمدات بھی بڑھ گئیں (جدول 2.8)۔ ٹی وی سیٹس کے معاملے میں درآمدات اسٹاک شدہ اشیا کا بڑھتا ہوا انفلو مقامی پیداوار میں کمی کا باعث بنا۔ اس رجحان سے مقامی صنعت کو درپیش اہم مسابقتی مسائل کی نشاندہی ہوتی ہے جن میں سے ایک زرمبادلہ حاصل کرنے کے لیے غیر رسمی بازار یعنی کرب مارکیٹ کا استعمال ہے۔

جدول 2.8: مہم 12ء میں صارفی پائیدار اشیا کی پیداوار اور درآمد

درآمدات	پیداوار	فیصد نمو
268.0	14.7	کاریں
12.0	-23.2	ربڑ ٹائروں اور ٹیوب
6.8	2.3	جوتے
79.6	7.7	ریفریجریٹرز
50.9	-6.5	ایئر کنڈیشنر
5.4	7.0	ادویات
17.8	-4.3	برقی چمچے

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

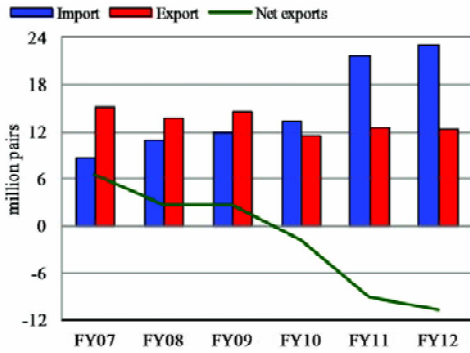
19 مہم 12ء کے دوران سیمنٹ اور شیشے کے ذیلی شعبوں میں بالترتیب 2.7 فیصد اور 1.8 فیصد نمو ہوئی تھی۔

20 دیکھئے ضمیمہ 3، اسٹیٹ بینک کی تیسری سہ ماہی رپورٹ، مالی سال 12ء۔

21 کھاد درآمد کرنے کی پالیسی کے متعلق تفصیلات کے لیے دیکھئے اسٹیٹ بینک کی مالی سال 12ء کے لیے تیسری سہ ماہی رپورٹ میں کھاد کا سیکشن۔

22 حکومت نے مہم 12ء کے بجٹ میں گاڑیوں اور الیکٹرانک اشیا پودافاتی ایکسائز ڈیوٹی میں کمی کردی تھی۔

شکل 2.7: پاکستان کی جوتوں میں تجارت



Source: Pakistan Bureau of Statistics

گھریلو استعمال کے آلات اور گاڑیوں کے ضمن میں بلند ملکی قیمتیں ایک اہم مسئلہ رہیں۔ اس کی وجوہات اسمبلنگ کی بلند لاگت اور پیدا کنندگان کے بھاری مارجن ہو سکتی ہیں۔ مزید برآں کچھ ایسی مصنوعات بھی ہیں جنہیں مقامی طور پر اسمبل نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ صارفین مقامی طور پر تیار کی جانے والی نئی گاڑیوں پر درآمد شدہ ری کنڈیشنڈ گاڑیوں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ درآمدی پنکھوں، بلب، لکڑی کے فرنیچر کو بھی مقامی طور پر تیار کی جانے والی مصنوعات پر ترجیح دیتے ہیں۔²³

اسی طرح جوتوں کی مقامی صنعت کو چین، تھائی لینڈ اور ویت نام سے درآمد کی جانے والی مصنوعات سے سخت مقابلہ درپیش ہے۔ گذشتہ برسوں میں پاکستان

جوتوں کا خالص برآمد کنندہ رہا ہے تاہم گذشتہ تین برسوں کے دوران یہ خالص درآمد کنندہ بن چکا ہے (شکل 2.7)۔ انفرادی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ درآمدی مصنوعات ٹیلی تا درمیانی آمدنی والے گھرانوں کی ضروریات پوری کرتی ہیں۔ ایسا ہی رجحان کپڑے کی صنعت میں بھی دیکھنے میں آیا ہے اور عام مارکیٹیں چین اور تھائی لینڈ کی مصنوعات سے بھری پڑی ہیں۔ مزید برآں استعمال شدہ کپڑوں کی درآمدات میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقامی اشیاء ساز مقابلہ نہیں کر سکتے۔²⁴

یہ رجحانات اطمینان بخش نہیں ہیں۔ اس کا سبب یا تو یہ ہے کہ اشیاء سازی کے بلند مارجن مقامی مصنوعات سازوں کے لیے بلند ہیں یا پھر اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مقامی اشیاء ساز پیداوار میں صارفین کی طلب کو مد نظر نہیں رکھتے۔ ہمیں ایک بات کا یقین ہے: اپنے صارفین کو متوجہ کرنے کے لیے اشیاء سازوں کو نہ صرف مارکیٹنگ بڑھانی ہوگی بلکہ اپنی مصنوعات کو بدلتی ہوئی پسند اور ذوق سے ہم آہنگ کرنا ہوگا۔

ہمارے خیال میں پائیدار صارفین اشیاء کے شعبے میں ملکی سرمایہ کاری (اور نئے کاروبار) کے معیار کو بڑھایا جانا چاہیے۔ مزید برآں گذشتہ پانچ برسوں میں کھاد، سیمنٹ، فولاد اور پٹرولیم کی صفائی کے سو کسی شعبے میں زیادہ سرمایہ کاری نہیں ہوئی۔ مثال کے طور پر مضبوطی کے باوجود اب بھی موبائل فونز اور ان کا جزوی سامان، رتھپارچ ہونے کے قابل نکلے، توانائی بچانے والے بلب، مصنوعی ریشے سے تیار ہونے والے کپڑے، گاڑیوں کے پزروں کی مولڈز اور ڈیزل، پروسیس شدہ رپاؤڈر دودھ، بچوں کے ملبوسات، عام برقی اشیاء، ریموٹ کنٹرول اور دفتری ساز و سامان جیسے شعبوں کی مقامی اشیاء سازی کی پیداوار بہت معمولی یا نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح مضبوط زرعی بنیاد ہونے کے باوجود پاکستان کو اناجوں، میکرونی، پاستا، جوس، چٹنی، مسالوں وغیرہ جیسی غذائی مصنوعات کی درآمدات پر ہر سال کروڑوں ڈالر خرچ کرنا پڑتے ہیں۔²⁵ مزید برآں بہت سی صارفی مصنوعات میں مقامی فرمیں تحقیق و ترقی میں سرمایہ کاری نہ کرنے کے باعث بازار میں اپنے حصے سے محروم ہو رہی ہیں اور پرانے ڈیزائن اور پست معیار کی مصنوعات مہیا کر رہی ہیں۔ اس لیے دیکھنے میں آیا ہے کہ ملبوسات، جوتے، گھریلو آرائش کا سامان جیسے ٹائل، فرنیچر، باورچی خانے کا سامان، ٹیبل ویز اور سینٹری اشیاء جیسی درآمدی مصنوعات ملکی منڈی میں اپنی جگہ بن رہی ہیں۔

صارفی مصنوعات کے ملکی اشیاء سازوں کو بلند ملکی طلب اور دستیاب مصنوعات کے بارے میں آگاہی کے ساتھ نہ صرف اپنے اشیاء سازی کے یونٹوں کی تازہ کاری کرنی چاہیے بلکہ یہ حکمت عملی بھی وضع کرنی چاہیے کہ انہیں کس وقت کیا اقدام کرنا ہے۔ ملکی منڈی کو دوبارہ اپنے تصرف میں لانے کو ہدف بنانا چاہیے، خاص طور پر جب عالمی منڈی کے حالات سازگار نہ ہوں۔ یہ کہنا آسان ہے، کرنا مشکل۔ توانائی اور سلامتی کے مسلسل مسائل نے سرمایہ کاری کے لیے پرکشش ماحول اور ترغیب کو نقصان پہنچایا ہے۔ مستقبل میں فرق کو ختم کرنے کے لیے ان مسائل کو حل کرنا، اور صرف پر مبنی نمونہ کو زیادہ پائیدار بنانا اور بہبود کو بڑھانا ضروری ہے۔

23 بھاری طلب کے باوجود دوبارہ چارج ہونے کے قابل نکلے اور توانائی بچانے والے بلب مقامی طور پر تیار نہیں کیے جا رہے ہیں۔

24 مئی 12ء میں استعمال شدہ کپڑوں کی درآمد بڑھ کر 14 کروڑ 80 لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی جبکہ مئی 09ء میں 12 کروڑ 86 لاکھ ڈالر تھی۔

25 مضبوط زرعی بنیاد اور پائیداری کی بڑی صنعت ہونے کے باوجود مئی 12ء کے دوران پاکستان نے پاستا، اناج اور آٹے کی دیگر تیار اشیاء، ناشتا اور دودھ کی درآمد پر 9 کروڑ 13 لاکھ ڈالر خرچ کیے۔ اسی طرح پاکستان نے سال کے دوران بچوں کے جوس پر ایک کروڑ 42 لاکھ ڈالر اور ایک کروڑ 77 لاکھ ڈالر برزیلیوں اور بچوں کی تیار اشیاء پر صرف کیے تھے۔

جدول 2.9: خدمات کے شعبے کی نمونہ حصہ					
فیصد					
حصہ		نمو			
م 12ء	م 11ء	م 12ء	م 12ء	م 11ء	
4.0	4.4	4.0	5.0	4.4	خدمات میں نمو
1.1	1.1	3.6	5.0	3.5	تھوک و خوردہ تجارت
0.2	0.2	1.3	4.5	0.9	مال برداری، ذخیرہ کاری و مواصلات
0.6	-0.1	6.5	0.2	-1.4	مالیات و بیمہ
0.2	0.1	3.5	3.5	1.8	جائے سکونت کی ملکیت
0.3	1.8	2.6	6.0	14.2	نظم عامہ و دفاع
1.6	1.6	6.8	7.0	6.9	کیوٹی، سماجی و ذاتی خدمات
ہ: ہدف					
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات					

جدول 2.10: مالیات و بیمہ کی قدر اضافی میں حصہ					
فیصد					
حصہ		نمو			
م 12ء	م 11ء	م 12ء	م 12ء	م 11ء	
6.5	-1.4	6.5	-1.4	-1.4	مالیات و بیمہ
2.1	-1.1	6.7	-3.4	-3.4	اسٹیٹ بینک
0.7	-0.3	1.4	-0.6	-0.6	دیگر پائزہ کاری کارپوریشنز
0.5	0.0	6.4	0.1	0.1	دیگر مالی و سہولتی ادارے
3.3	0.0	28.7	-0.2	-0.2	پیر ویشن فنڈز
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات					

جدول 2.11: تھوک و خوردہ تجارت کی حقیقی نمونہ فیصد درجہ		
فیصد		
م 12ء	م 11ء	
3.6	3.5	تھوک و خوردہ تجارت
-0.2	-0.1	فصلیں
0.4	0.4	دیگر زراعت
1.7	1.4	ایشیاسازی
-0.2	0.1	درآمدات
1.9	1.8	ہوٹل و ریسٹوران
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات		

2.4 خدمات

م 12ء کے دوران خدمات کے شعبے کا جی ڈی پی کی نمو میں 55 فیصد سے زائد حصہ تھا۔ م 11ء میں خدمات کے شعبے کی نمو کو بڑھانے میں حکومتی تنخواہوں میں بھاری اضافے اور سیلاب سے متعلق سماجی اخراجات نے اہم کردار ادا کیا تھا جبکہ م 12ء کی کارکردگی سے تقریباً تمام ذیلی شعبوں میں بہتری کی عکاسی ہوتی ہے۔²⁶ تاہم مذکورہ عوامل کی غیر موجودگی کے باعث م 12ء کے دوران خدمات کے شعبے کی نمو کچھ کمی کے بعد 4 فیصد رہ گئی جو مالی سال 11ء میں 4.4 فیصد تھی (جدول 2.9)۔

مسلل تین برسوں (م 09ء تا م 11ء) تک کمی کے بعد م 12ء کے دوران مالیات و بیمہ کے شعبے کے قدر اضافی نے دوبارہ مضبوطی کا مظاہرہ کیا (جدول 2.10)۔ کمرشل بینکوں کے علاوہ بیمہ کمپنیوں اور پنشن فنڈز نے بھی اس بہتری میں اہم کردار ادا کیا۔ بے خطر حکومتی وثیقہ جات میں سرمایہ کاری کے نتیجے میں ملنے والے بھاری منافع سے اس ذیلی شعبے کی قدر اضافی کو بڑھانے میں مدد ملی۔²⁷ کمرشل بینکوں نے غیر فعال قرضوں کے اضافی حجم میں سست روی اور اسٹیٹ بینک کی جانب سے تمویں کی شرائط میں نرمی سے بھی فائدہ اٹھایا۔²⁸ آخر میں، اسٹیٹ بینک کے منافع میں مضبوط نمو سے بھی اس شعبے کے قدر اضافی کو تقویت حاصل ہوئی (جدول 2.10)۔

تھوک و خوردہ تجارت میں گزشتہ برس کے مقابلے میں زیادہ تبدیلی نہیں آ سکی۔ اشیاسازی میں بہتری کے ساتھ ساتھ ہوٹل کی صنعت میں مسلسل توسیع سے اس ذیلی شعبے کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں مدد ملی (جدول 2.11)۔

گزشتہ چند برسوں کے دوران ہوٹلوں اور ریسٹورانوں کی تعداد میں بتدریج اضافے کا سبب بڑھتی ہوئی طلب ہے جو آمدنی کی بلند سطح اور بڑھتی ہوئی غیر رسمی معیشت کی عکاس ہے (دیکھئے چوتھا باب)۔ درحقیقت ملک کے بڑے شہری مراکز میں کئی شاہنگ مال اور سپر مارکیٹیں کھل چکی ہیں جو تجارتی کاروبار میں ایک بڑی تبدیلی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان رجحانات سے پاکستان کی بنیادی تجارتی سرگرمیوں کو بڑھانے میں مدد ملنی چاہیے۔

²⁶ خدمات کے شعبے میں صرف نظم عامہ و دفاع وہ شعبہ تھا جس میں م 11ء میں ہونے والی 14.2 فیصد نمو کے بعد تیزی سے کمی آئی اور یہ م 12ء میں سکڑ کر 2.6 فیصد رہ گئی۔ اس میں نمایاں کمی تشویشناک نہیں کیونکہ یہ م 12ء میں حکومتی تنخواہوں اور سیلاب سے متعلق سماجی اخراجات کی عدم موجودگی کو ظاہر کرتی ہے۔ نظم عامہ و دفاع کا جی ڈی پی میں اضافہ قدر درجہ سطح کے سرکاری ملازمین کی اجرتوں و تنخواہوں (دوفاقی، صوبائی اور ضلعی و تحصیل میونسپل انتظامیہ) اور دفاعی اخراجات پر مشتمل ہوتا ہے۔

²⁷ کمرشل بینکوں میں سرمایہ کاری قرضوں کا تناسب جون 2011ء میں 77.4 فیصد تھا جو جون 2012ء میں بڑھ کر تقریباً 92 فیصد تک پہنچ گیا۔ چونکہ ان بے خطرات اثاثوں پر سرمائے کی شرائط لاگو نہیں ہوتیں اس لیے اثاثوں کے اجزائے ترکیبی میں تبدیلی سے بینکوں کی نفع یابی میں خاصی بہتری آئی ہے۔

²⁸ نومبر 2009ء اور اکتوبر 2011ء میں اسٹیٹ بینک نے بینکوں کے لیے ضمانتوں کی قیمت فروخت لازم پر تمویں کی شرائط میں نرمی کر دی تھی۔

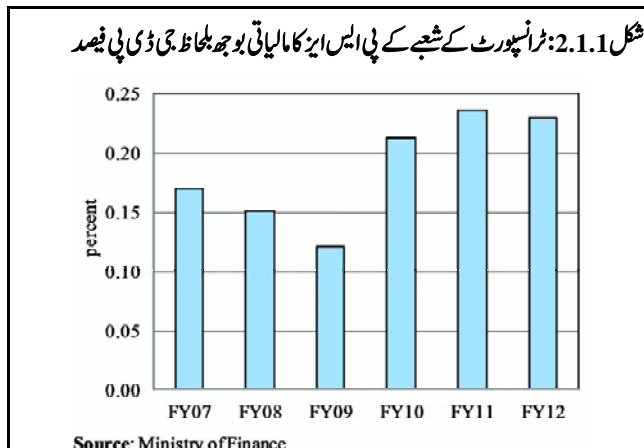
جدول 2.12: مال برداری، ذخیرہ کاری اور مواصلات				
فیصد				
حصہ		عمو		
م 12ء	م 11ء	م 12ء	م 11ء	
1.3	0.9	1.3	0.9	مال برداری، ذخیرہ کاری اور مواصلات
0.40	-0.35	-73.3	178.5	پاکستان ریلویز
-0.09	-0.05	-3.1	-1.7	آبی مال برداری
-1.58	0.85	-27.9	17.4	فضائی مال برداری
0.16	-0.01	34.6	-2.7	پائپ لائن مال برداری
0.12	-1.71	0.9	-11.6	مواصلات
2.18	2.09	2.9	2.8	روڈ ٹرانسپورٹ
0.06	0.06	2.1	2.1	ذخیرہ کاری
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات				

م 12ء کے دوران پاکستان ریلوے اور پی آئی اے کے نقصانات کا سلسلہ جاری رہنے کے باوجود ٹرانسپورٹ، ذخیرہ کاری و مواصلات کا اضافہ قدر معمولی سا بڑھا جس کا سبب تیل کی (پائپ لائن سے) منتقلی اور ٹیلی مواصلات شعبے کی بہتر کارکردگی ہے (جدول 2.12)۔²⁹ کچھ عرصہ سے سرکاری شعبے کے ان اداروں (پی ایس این) کی مالی حالت سدھارنے کے منصوبوں پر بحث کی جا رہی ہے تاہم ان اداروں میں وسائل کا زیاں روکنے کے لیے ہنگامی اور ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے (پاکس 2.2)۔

م 12ء کے دوران ٹیلی مواصلات کے شعبے کا اضافہ قدر 0.9 فیصد بڑھا جبکہ م 11ء کے دوران اس میں 11.6 فیصد کمی آئی تھی۔ دستیاب اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جولائی تا مارچ 2012ء کے دوران ٹیلی مواصلات کے حاصل

خصوصاً موبائل فون آپریشن میں اضافہ ہوا ہے (جدول 2.13)۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فرموں کے درمیان سخت مقابلے کے باعث اوسط حاصل فی صارف کم ہوئے ہیں تاہم ٹیلی مواصلات خدمات کے استعمال میں بتدریج اضافے سے حاصل کو تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ملک میں مجموعی گنجائیت گذشتہ چھ برسوں میں دگنے اضافے کے ساتھ بڑھ کر مئی 2012ء تک 72.1 فیصد تک پہنچ چکی ہے۔³⁰

جدول 2.13: ٹیلی کام شعبے کے حاصل کی نمو			
فیصد			
کل	دیگر	موبائل فون	
18.2	-5.9	36.8	م 08ء
19.9	26.0	16.6	م 09ء
3.1	-11.4	11.1	م 10ء
5.4	-6.9	11.3	م 11ء
13.6	4.4	14.2	م 12ء*
ماخذ: پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی			
* جولائی تا مارچ			



پاکس 2.1: ٹرانسپورٹ شعبے کے پی ایس اینز کی اصلاحات میں پیش رفت
پی ایس اینز میں اصلاحات متعارف کرانے کے لیے کوششیں جاری ہیں تاہم م 12ء کے دوران گھٹاٹے میں چلنے والے ان اداروں کی کارکردگی میں کوئی بہتری دیکھنے میں نہیں آئی۔ خصوصاً 2011ء میں پاکستان ریلوے کا خسارہ گذشتہ برس جتنا رہا تھا۔ اسی طرح 2010ء میں پی آئی اے کا فاضل 2011ء میں بڑے خسارے میں تبدیل ہو گیا۔ اس طرح ان سرکاری اداروں کی مالی مشکلات م 12ء کے دوران حکومتی وسائل پر بڑا بوجھ اضافے کا باعث بنیں (شکل 2.2.1)۔

2010ء سے سرگرم عمل کا بیڑہ کئی برائے تشکیل نو (سی سی او آر) بعض ساختی اصلاحات کو حتیٰ شکل دے چکی ہے۔ تشکیل نو منصوبوں کے اہم ستون یہ ہیں:
الف) نظم و نسق کی ساخت میں بہتری لانا
ب) مالی استحکام کا حصول

²⁹ م 12ء کے دوران پائپ لائن ٹرانسپورٹ میں 34.6 فیصد اضافہ ہوا جبکہ م 11ء کے دوران اس میں 2.7 فیصد کمی آئی تھی۔ ایندھن کی بلند درآمدات اس رجحان میں تیزی سے تبدیلی کا ایک سبب ہیں۔ یہ اضافہ قدر اس درآمدی پٹرولیم کی (پائپ لائنوں کے ذریعے) کراچی سے ملک کے شمالی علاقوں کو منتقلی کے باعث حاصل ہوا تھا۔
³⁰ م 06ء میں گنجائیت صرف 26.3 فیصد تھی۔

جدول 2.1.1: پی آئی اے کے سرگرم فلیٹ کی تفصیلات				
طیارہ	طیاروں کی تعداد	اوسط عمر برسوں میں	درجہ لحاظ سے	
			پاکستان	میں سے
بوئنگ 737	6	26	200	284
بوئنگ 747	5	25.9	71	92
بوئنگ 777	9	6.7	30	60
ایئر بس اے 310	12	19.7	7	33
اے ٹی آر 42	7	5.8	41	157
یادداشتی اجزا				
پی آئی اے	39	16.2 سال		
امارات	178	6.4 سال		
ایٹا	100	8.8 سال		
ماخذ: پی آئی اے اور airfleets.net				

جدول 2.1.2: پاکستان ریلوے - مالی خلاصہ				
ارب روپے، نمونہ فیصد میں				
م 09ء	م 10ء	م 11ء	م 12ء	م 13ء
23.2	22.1	17.5	15.0	محصولات
14.6	-4.6	-20.8	-14.3	نمو
46.2	47.1	48.6	45.4	اخراجات
71.2	1.9	3.2	-6.7	نمو
14.5	15.5	14.6	14.0	آپریٹنگ اخراجات
31.7	31.6	34.0	31.4	دیگر اخراجات
9.9	10.1	11.8	12.0	مرمت و دیکھ بھال
3.7	4.3	5.5	6.1	انتظامیہ
-23.0	-25.0	-31.1	-30.4	نفع و نقصان
ماخذ: وزارت ریلوے				

جدول 2.1.3: پاکستان ریلویز کے لوگو میٹرو انجنوں کی تعداد			
تعداد سے			
م 10ء	م 11ء	م 12ء	م 13ء
536	521	510	ملکیت میں کل تعداد
187	169	124*	مسافروں کے لیے چلنے والے
95	40	10	مال برداری پر چلنے والے
12	-	-	مرمت
-	-	-	خریداریاں
* اس تعداد میں ٹینک اور ریلنگنگ آپریشنز میں مشغول 34 لوگو میٹرو انجن شامل ہیں۔ ³³			
ماخذ: پاکستان ریلویز ہیڈ کوارٹر			

اس تعداد میں ٹینک اور ریلنگنگ آپریشنز میں مشغول 34 لوگو میٹرو انجن شامل ہیں۔³³

ماخذ: پاکستان ریلویز ہیڈ کوارٹر

اس تعداد میں ٹینک اور ریلنگنگ آپریشنز میں مشغول 34 لوگو میٹرو انجن شامل ہیں۔³³

ماخذ: پاکستان ریلویز ہیڈ کوارٹر

(ج) عملی تشکیل نو کرنا

(د) نجی شعبے کی شرکت کو فروغ دینا، اور

(و) ضرورت پڑنے پر معاون قانونی فریم ورک متعارف کرانا

ان جامع اصلاحات کے ہنگامی بنیادوں پر نفاذ کی ضرورت ہے کیونکہ ان میں کسی بھی قسم کی تاخیر سے ان اداروں کے مالی نقصانات مزید بڑھیں گے جس کے نتیجے میں حکومت کے مالیاتی بوجھ میں اضافہ ہو جائے گا۔

پی آئی اے

2010ء کے دوران نامیہ عملی فاضل حاصل کرنے کے بعد پی آئی اے کو 2011ء کے دوران 17.9 ارب روپے کے بھاری عملی نقصانات اٹھانا پڑے۔ 2011ء کے دوران تیل کی عالمی قیمتوں میں تیزی سے اضافے اور فضائی سفر کی گرتی ہوئی طلب پی آئی اے کی خراب کارکردگی کا باعث بنی۔

ان عوامل کے علاوہ ناقص نظم و نسق اور اصلاحات کے نفاذ میں سستی سال بھر پی آئی اے کی مالی پریشانیوں میں اضافے کا باعث بنتی رہی حتیٰ کہ فزیکل قلت نے فاضل پروازوں کی دستیابی میں تاخیر کر دی۔ عملی سرگرمیاں پہلے سے زیادہ پیچیدہ ہو گئیں کیونکہ طیاروں کی اوسط عمر دیگر ایئر لائنوں کے مقابلے میں خاصی زیادہ ہے (جدول 2.1.1)۔³¹ اس لیے یہ امر حیران کن نہیں ہے کہ 2012ء میں 39 طیاروں کے شیڈولڈ فلیٹ میں سے طیاروں کی ایک بڑی تعداد فعال نہیں۔

اس وقت پی آئی اے 2010ء سے اپنی سرگرمیوں اور مالی پوزیشن میں بہتری لانے کے لیے وزارت خزانہ کے تعاون سے اپنا بزنس پلان تیار کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پانچ بوئنگ 777 طیاروں کے حصول کی کوششیں جاری ہیں۔ لیکن اہم اصلاحات (مثلاً پی آئی اے کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تشکیل نو، انسانی وسائل کی اصلاح) ابھی تک تھپک رہی ہیں جبکہ قیادت میں بار بار تبدیلی کے باعث ان اصلاحات کا نفاذ دشوار ہو جاتا ہے۔

پاکستان ریلوے

م 12ء کے دوران بھی پاکستان ریلوے کے محاصل میں کمی کا عمل جاری رہا جبکہ عملی اخراجات میں معمولی بہتری کا نتیجہ عملی نقصانات میں معمولی کمی کی صورت میں برآمد ہوا جو م 11ء کے 31.1 ارب روپے سے کم ہو کر م 12ء میں 30.4 ارب روپے ہو گئے تھے (جدول 2.1.2)۔

م 12ء کے دوران تشکیل نو کے ضمن میں بعض اقدامات کیے گئے جو یہ ہیں (i) نئے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تشکیل، جس نے ریلوے آرڈر میں ترمیم کے بعد کام کرنا شروع کیا تھا (ii) انجنوں کی بحالی کے لیے بینکاری نظام سے پاکستان ریلوے کی مالی امداد،³² (iii) پاکستان ریلوے کے اثاثوں کے بہترین استعمال کو یقینی بنانے کے لیے اثاثہ جاتی انتظام کی ایک کمیٹی کا قیام (iv) غیر اہم فرائض کی ادارے سے باہر منتقلی جیسے ٹکٹ کی فروخت وغیرہ کے لیے بھی اقدامات کیے جارہے ہیں جن کا مقصد ریلوے کی کارکردگی میں بہتری لانا ہے اور (vi) سرکاری نجی شراکت داری کو بڑھانے کے لیے نجی شعبے میں ٹرینیں (جیسے برنس ایکسپریس) آپریشنز کی شروعات کے بعد) چلانا۔

اس کے علاوہ حکومت نے م 12ء کے دوران انجنوں کی خریداری اور ٹرک اور سٹیل سسٹم کی بہتری کے لیے بھی رقم مختص کی ہیں۔ ٹینٹل لاجسٹک سیل (این ایل سی) بھی مال بردار ٹرینوں کے لیے کوریاء ریلوے سے ریکی کنڈیشنڈ انجن خریدنے کے مرحلے میں ہے۔

اصلاحات کی ان کوششوں کے باوجود انجنوں کی کم ہوتی تعداد م 12ء کے دوران پاکستان ریلوے کی آمدنی بڑھانے کی کوششوں پر اثر انداز ہوتی رہی (جدول 2.1.4 اور جدول 2.1.3)۔ جولائی تا فروری 2012ء میں پاکستان ریلوے سے سفر کرنے والے مسافروں کی تعداد کم ہو کر ڈھائی کروڑ رہ گئی جو م 11ء میں 6 کروڑ 49 لاکھ تھی۔

³¹ پی آئی اے کے فلیٹ کی اوسط عمر 16.2 برس ہے جو خطے کی بلند ترین اوسط عمروں میں سے ہے (مثلاً تھائی ایرلائن، امارات ایرلائن اور اترائٹا)۔

³² یہ رقم ابھی تک پاکستان ریلوے کو نہیں دی گئیں۔

³³ ٹینٹل اور ریلنگنگ کے آپریشنز میں رولنگ اسٹاک کے اجزاء کی چھاننی کوٹرین کے ایک مکمل سیٹ میں بدلنے کا عمل شامل ہوتا ہے۔

جدول 2.1.4: پاکستان ریلوے کے آپریشنز			
ملین			
م 12ء	م 11ء	م 10ء	
(جولائی - فروری)			
25	64.9	74.9	لے جائے جانے والے مسافروں کی تعداد
0.9	2.6	5.8	مال برداری ٹن (روپیہ)
279.3	1757.3	4846.9	مال برداری ٹن کلومیٹر (روپیہ)
ماخذ: پاکستان اقتصادی سروے 2011-12ء			

اسی طرح پاکستان ریلوے کی مال برداری کی سرگرمیوں میں بھی بہت کمی آئی ہے اور وہ م 11ء کے 26 لاکھ ٹن کارگو کے مقابلے میں جولائی تا فروری 12ء کے دوران صرف 9 لاکھ ٹن رہ گئیں (جدول 2.1.4)۔

ایسے دھچکے کی مالیاتی لاگت بہت بھاری ہوتی ہے۔ حکومت نے م 12ء کے دوران 30.5 ارب روپے کا زراعت مہیا کیا جو اس کے مقررہ 25 ارب روپے کے ہدف سے زیادہ ہے³⁴ جبکہ م 12ء کے دوران پاکستان ریلوے کے لیے سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام (پی ایس ڈی پی) کی مد میں دیے جانے والے 9.9 ارب روپے اس کے علاوہ ہیں۔ وسائل کے اس مسلسل زیاں کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ حکومت تشکیل نو کے عمل کو تیز کرے۔

34 اہم بات یہ ہے کہ اس رقم کے ایک بڑے حصے کو تنخواہوں اور پنشن کی ادائیگی کے لیے فراہم کیا گیا تھا۔

3 توانائی

3.1 عمومی جائزہ

گذشتہ چند برسوں سے پاکستان میں توانائی کی دستیابی میں کمی آرہی ہے جس کا سبب اس شعبے میں مالی سال 03ء (مالی سال 11ء کے سوا) سے سرمایہ کاری کی پست سطح ہے۔ ملک کو م 12ء کے دوران بجلی و گیس دونوں کی ریکارڈ قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت کی جانب سے بعض اقدامات کے باوجود بجلی کی بار بار اور طویل بندش نے نہ صرف پیداواری سرگرمیوں کو متاثر کیا بلکہ معمولات زندگی بھی تعطل کا شکار ہو گئے تھے۔ چونکہ توانائی کے شعبے کی ساخت اور مسائل کا تفصیلی تجزیہ سالانہ رپورٹ برائے 2010-11ء میں دیا گیا تھا اس لیے اس باب میں م 12ء کے دوران توانائی کی صورتحال بگاڑنے والے عوامل پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

بنیادی طور پر توانائی کا بحران ایک پائیدار پالیسی کے فقدان کو ظاہر کرتا ہے۔¹ توانائی کی طلب میں خاصے اضافے کے باوجود قدرتی گیس و خام تیل کے ذخائر کی محدود دریافت، تھر کول منصوبے پرست پیش رفت اور توانائی کی درآمدات کے لیے بندرگاہ کے انفراسٹرکچر میں معمولی سرمایہ کاری اور بجلی پیدا کرنے کی گنجائش کو زیادہ سے زیادہ سطح پر رکھنے کے لیے ناکافی مالیاتی وسائل کے باعث بجلی کی رسد مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ دوسری جانب، توانائی کے لیے زراعت نے اسے بچانے کی ترغیبات میں کمی کر دی ہے اور اس سے غیر مستعد استعمال کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔

اگرچہ حکومت نے گذشتہ چند برسوں کے دوران توانائی بچانے کی حوصلہ افزائی کے لیے متعدد اقدامات کیے ہیں لیکن ان میں زیادہ توجہ بجلی پر مرکوز رہی ہے۔ ان اقدامات میں چند صنعتوں میں توانائی کا آڈٹ، حکومت کی جانب سے ہفتہ وار دو تعطیلات، دن میں روشنی کی بچت کے اقدامات اور بجلی بچانے کے لیے میڈیا مہم شامل ہیں۔ لیکن گھرانوں کو قدرتی گیس بچانے کی ترغیب دینے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی گئی جس کے نتیجے میں گھرانوں کی جانب سے گیس کا اضافی استعمال بلا رکاوٹ جاری رہا۔

گذشتہ چند برسوں کے دوران تیل کی عالمی قیمتوں میں اضافے کے نتیجے میں ملک میں بجلی پیدا کرنے کی لاگت مسلسل بڑھ رہی ہے۔² حکومت کی طرف سے زراعت کی ادائیگیوں اور صارفین سے بجلی کے بلوں کی نامناسب بازیابی کے باعث یہ شعبہ بڑھتے ہوئے گردش قرضہ کے ہاتھوں پر تنہا بنا ہوا ہے۔ حکومت کی جانب سے نومبر 2011ء میں 313 ارب روپے کی ادائیگی کے باوجود خالص قابل وصولی گردش قرضوں کا حجم 27 جولائی 2012ء کو بڑھ کر 382 ارب روپے تک پہنچ گیا تھا۔ مذکورہ صورتحال کے باعث پاور پلانٹس کو ایندھن کی کمی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنی استعداد کے مطابق کام نہیں کر سکے۔ ملک میں سال کے دوران بجلی کی شدید قلت کا یہ ایک بنیادی سبب تھا۔ توانائی کی پی ایس ایز کی خامیاں، خراب نظم و نسق، چوری، ترسیل کے بلند نقصانات اور قوم کی کم بازیابی (جاری اور واجب الوصول) مسائل کو مزید بڑھانے کا باعث بنیں۔

قدرتی گیس کے معاملے میں وسائل کی درست قیمت مقرر نہ کرنے کا نتیجہ اضافی استعمال اور کم پیداواری صورت میں برآمد ہوا اور اس کی قلت بڑھ گئی۔ گھرانوں کے علاوہ تمام شعبوں (صنعت، پاور پلانٹس اور سی این جی اسٹیشنز) کو گیس کی رسد سال بھر کے دوران غیر یقینی صورتحال کا شکار رہی۔ اس کی بنیادی وجہ گیس کی تقسیم کے فریم ورک میں گھرانوں کو ترجیح دینا ہے جو کہ توانائی کی مقدار کے لحاظ سے بجلی سے بھی دگنی گیس استعمال کرتے ہیں۔³ اس کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے اور پیداواری مقاصد کے لیے بہت کم گیس باقی رہ جاتی ہے، خصوصاً بجلی پیدا کرنے کے لیے۔

توانائی کے شعبے میں موجودہ صورتحال کا تسلسل برقرار رکھنا ممکن نہیں۔ برسوں تک ٹیرف کوڈ باکر رکھنے اور توانائی کی رسدی زنجیر پر سرکاری کنٹرول کے باعث عوام سستی توانائی کی توقع کرتے ہیں۔ سرکاری شعبے کی فرمز کی بالادستی اور کمزور نظم و نسق نے ان اداروں کی کمرشل شعبے میں منتقلی کی کوششوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ اگرچہ حکومت کو بجلی کے متبادل ذرائع (ہوا،

¹ جیسے ہائیڈرو پاور، بجلی کی پالیسیوں میں واضح طور پر توجہ دی گئی تھی کہ ملک کو اندرونی وسائل کے استعمال میں اضافہ کرنا چاہیے جسے آبی ذرائع اور قدرتی گیس۔ تاہم، متبادل مقاصد (آپاشی و گھریلو استعمال) کے لیے ان وسائل کے استعمال کی جو قیمت مقرر کی گئی تھی اس سے اسے ترجیح دینے کی عکاسی نہیں ہوتی۔

² م 12ء کے دوران بجلی کی قیمتوں میں اوسطاً 14 فیصد اضافہ کیا گیا۔

³ گھرانوں نے م 11ء کے دوران تقریباً 54 لاکھ ٹیل کے مساوی (TOE) توانائی گیس کی شکل میں استعمال کی جبکہ اس کے مقابلے میں بجلی کی شکل میں 30 لاکھ ٹیل کے مساوی بجلی استعمال کی گئی۔

سٹشی وغیرہ) میں سرمایہ کاریوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے لیکن روایتی ایندھنوں سے پیداواری گنجائش کو بڑھانا واحد طویل مدتی حل ہے۔ اس دوران طلب و رسد کے فرق کا انتظام کرنے کے لیے توانائی بچانے کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ ایسا کرنے کے لیے بجلی و گیس کی قیمتوں کو حقیقت پسندانہ بنانا ہوگا، خصوصاً گھرانوں کے لیے۔

3.2 بجلی

اگرچہ گزشتہ چند برسوں سے بجلی کے شعبے کو سنگین مسائل کا سامنا ہے لیکن مئی 12ء خاص طور پر ایک مشکل سال ثابت ہوا۔ سال کے دوران بجلی کی رسد بڑھتی ہوئی طلب کے مقابلے میں انتہائی نامناسب رہی۔ لوڈ شیڈنگ کی صورتحال ابتر ہوگئی اور ملک کو بحران کی شروعات کے بعد پہلی مرتبہ اتنی کمی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔⁴

جدول 3.1: بجلی کی پیداوار (گیرگاہات آور)			
ایپریل 12ء	مئی 11ء	مئی 10ء	ایپریل 11ء
23,421	22,998	19,368	گیس
1,473	422	827	ہائی اسپیڈ ڈیزل
28,462	31,958	24,915	ہائیڈرو
4,413	2,930	1,883	اشی
30,631	31,253	30,913	آرائف او
1,097	922	1,081	دیگر
89,688	90,482	78,987	کل
ماخذ: سی سی پی اے؛ تجزیاتی تخمینے			

گردشی قرضوں کے سبب نقد رقوم کے مسائل صورتحال کو مزید بگاڑنے کا باعث بنے جس کی وجہ سے آئی پی پیز اپنی نصب شدہ گنجائش کے مطابق پیداوار نہیں دے سکے۔ مزید برآں، ملک کے اہم آبی ذخائر میں پانی کی پست دستیابی کی وجہ سے بجلی کی پیداوار کم ہونے سے موسمی فرق مزید بڑھ گیا۔ موسمی قلت کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت آبی ذخائر سے بجلی کی پیداوار بڑھانے کے بعض اقدامات کر رہی ہے (جیسے تربیلا ڈیم کی چوتھی توسیع، منگلا ڈیم کی گنجائش بڑھانے کے ساتھ ساتھ گول زم ڈیم جیسے متعدد چھوٹے ڈیموں کی تعمیر)۔

3.2.1 بجلی کی پیداوار اور لوڈ مینجمنٹ

چونکہ گردشی قرضے کا مسئلہ بجلی کی رسدی زنجیر میں قفل کا باعث بن رہا ہے، اس لیے نقد رقوم کی قلت کا شکار پاور پلانٹس بیکار رہنے پر مجبور کر دیے گئے (یا گنجائش سے کم پیداواری) کیونکہ ان کے پاس ایندھن خریدنے کی سکت نہیں تھی (نیچے دیکھئے گردشی قرضہ)۔⁵ جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے پاکستان الیکٹرک پاور کمپنی (پیکو) سسٹم میں لوڈ مینجمنٹ کی بلند ترین سطح میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے (جدول 3.1 اور 3.2)۔⁶ مہر اکی سالانہ رپورٹ برائے مئی 12ء کے مطابق شہری مراکز میں بجلی کی بندش کا دورانیہ 9 تا 10 گھنٹے اور دیہی علاقوں میں 16 تا 18 گھنٹے دیکھا گیا۔

جدول 3.2: پیکو نظام میں بجلی کی بلند طلب، پیداوار اور لوڈ مینجمنٹ کا رجحان (میگا واٹ)						
مئی 07ء	مئی 08ء	مئی 09ء	مئی 10ء	مئی 11ء	مئی 12ء	
15,838	17,398	17,852	18,467	18,521	18,940	بلند ترین طلب کا لوڈ
13,645	14,151	14,055	14,309	14,468	15,062	بلند ترین پیداوار کا لوڈ
2,645	5,454	7,018	6,408	6,151	8,393	بلند ترین سطح کی لوڈ مینجمنٹ
16.7	31.3	39.3	34.7	33.2	44.3	بلند ترین طلب کا فیصد
ماخذ: این ٹی ڈی سی، تجزیاتی تخمینے						

کراچی کو نجی کمپنی کے ای ایس سی بجلی فراہم کرتی ہے، مئی 12ء کے دوران اس کی بجلی کی پیداوار گزشتہ برس کے مقابلے میں کم رہی تھی لیکن یہاں کی صورتحال ملک کے دیگر حصوں کے مقابلے میں مختلف تھی۔ کے ای ایس سی نے نقصان کی بنیاد پر لوڈ شیڈنگ کی حکمت عملی اختیار کی، جس کا مطلب ہے کہ کسی علاقے میں بجلی کی بندش کے دورانیے کا انحصار بلوں کی

⁴ پیکو کے نظام میں کی بجلی کی بلند ترین سطح مئی 07ء کے 2,645 میگا واٹ سے بڑھ کر مئی 12ء کے دوران 8,398 تک پہنچ گئی۔

⁵ منقولی شاہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ بجلی پیدا کرنے کے لیے روزانہ 30,000 ٹن سے زائد فوئس آئل درکار ہوتا ہے۔ لیکن سال کے بعض حصوں میں تیل کمپنیاں بجلی کے پیدا کنندگان کو ایک تہائی سے بھی کم تیل مہیا کر سکیں کیونکہ گردشی قرضے درآمدات کو محدود کرنے کا باعث بنے۔

⁶ لوڈ مینجمنٹ کسی نیٹ ورک پر بجلی کی رسد کو طلب کے ساتھ متوازن کرنے کا عمل ہوتا ہے جسے پاور انجینئرز کی پیداوار کے بجائے لوڈ (طلب) میں رد و بدل یا اسے کنٹرول کر کے انجام دیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں بلند ترین سطح کی خاص وقت پر زیادہ سے زیادہ رد و بدل کے متعلق ہوتی ہے۔

جدول 3.3: کے ای ایس سی* کی بجلی کی پیداوار (کیگا واٹ آور)		
اپدھن	مئی 11ء	مئی 12ء
گیس	5,222	5,901
آرافٹ او	4,142	3,061
کل	9,364	8,962
* بشمول آئی پی پیز		
ماخذ: کے ای ایس سی		

جدول 3.4: گردش قرضے کی قابل وصولی رقوم کی تقسیم ارب روپے					
کمپنی	قابل وصولی	قابل ادائیگی	خالص پوزیشن	تبدیلی	
			27 جولائی 12ء	29 جولائی 11ء	
پی ایس او	189	51	138	57	81
ایس ایس جی سی ایل	74	47	27	8	19
ایس این جی سی ایل	36	11	25	7	18
پنپکو	383	478	-95	38	-133
او بی ڈی سی ایل	174	0	174	101	73
پارکو	25	0	25	22	3
کے ای ایس سی	115	69	46	19	27
جی ایچ بی ایل	12	0	12	9	3
پی پی ایل	32	0	32	16	16
کے ڈبلیو اینڈ ایس بی	7	8	-1	-1	0
کل	1046	664	382	275	107
نوٹ: راولڈ آف ہونے کے باعث اعداد و شمار میں مماثلت ضروری نہیں					
ماخذ: وزارت خزانہ					

رقوم کی بازیابی پر تھا۔ اس لیے جن علاقوں میں بلوں کی وصولی کی شرح بلند تھی وہاں پر کم از کم لوڈ شیڈنگ کی گئی۔ مزید برآں، ایندھن کے آمیزے میں بہتری آئی کیونکہ گیس سے بجلی کی پیداوار بڑھ گئی (جدول 3.3)۔

مئی 12ء کی تیسری سہ ماہی میں کے ای ایس سی کے ترسیل اور تقسیم کے اخراجات کم ہو کر 29.6 فیصد رہ گئے جو گذشتہ برس 31.2 فیصد تھے۔ آئندہ مہینوں میں 560 میگا واٹ کے بن قاسم (BQPS-II) کمبائنڈ سائیکل پلانٹ جیسے توسیعی منصوبوں کی تکمیل سے شہر میں بجلی کی صورتحال میں مزید بہتری آئی چاہیے۔ اس منصوبے کا سمجھوتہ حال ہی میں کیا گیا ہے۔

3.2.2 گردش قرضہ

جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے کہ ملک میں سال کے دوران بجلی کی طویل بندش کا ایک بڑا سبب گردش قرضے تھے۔ یہ اصطلاح بجلی کے شعبے کو درپیش نقد رقوم کے بہاؤ میں مشکلات کے متعلق ہے جو کہ صارفین (سرکاری و نجی) کی جانب سے بجلی کے بلوں کی عدم ادائیگی اور حکومت کی جانب سے زراعت کی فراہمی میں تاخیر کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے (تفصیلات کے لیے دیکھئے پکس 3.2)۔ تقسیم کے مرحلے پر غیر ادا شدہ بلوں کی رقوم کی بلند سطح کے اثرات بجلی کی رسد زنجیر پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں پاور پلانٹس کے لیے ایندھن فراہم کرنے والوں کو بروقت ادائیگی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایندھن کی قلت کا نتیجہ بجلی کی پیداواری استعداد سے انتہائی کم استفادے اور ملک میں لوڈ شیڈنگ میں مزید اضافے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔

مئی 12ء کے دوران صورتحال مزید ابتر ہو گئی تھی۔ 27 جولائی 2012ء تک بجلی کے شعبے میں خالص قابل وصولی رقوم بڑھ کر 382 ارب روپے تک پہنچ گئیں جو ایک برس قبل 275 ارب روپے تھیں (جدول 3.4)۔⁷ بجلی کی فروخت کے لیے واجبات کی عدم ادائیگی کے باعث بعض آئی پی پیز نے پاور پر چیز سمجھوتوں (PPAs) کے تحت ریاستی ضمانت کے خلاف جون 2012ء میں واجبات کی وصولی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔⁸ ایسا حکومت کی جانب سے بجلی کے شعبے کے قرضوں کو کمرشل بینکوں سے تبدیل کر کے شعبے کو درپیش سیالیت کی مشکلات دور کرنے کی کوششوں کے باوجود دیکھنے میں آیا ہے (ذیل میں دیکھئے گردش قرضے کا انتظام)۔

گردش قرضوں میں اضافے کا باعث بننے والے مذکورہ عوامل کے علاوہ ایندھن کی قیمتوں کی ماہانہ مطابقت (ایف سی این) کے نوٹی فیکیشن میں تاخیر بھی بجلی کے شعبے میں مالی دباؤ کو بڑھانے کا باعث بنی (تفصیلات کے لیے دیکھئے فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ پر پکس 3.1) جبکہ بجلی پیدا کرنے کی اوسط لاگت گذشتہ برس کے مقابلے میں تقریباً تین گنا بڑھ گئی تھی (شکل 3.1)۔⁹

⁷ خالص واجب الادا پوزیشن مجموعی واجب الوصول اور واجب الادا رقوم کا فرق ہوتا ہے۔

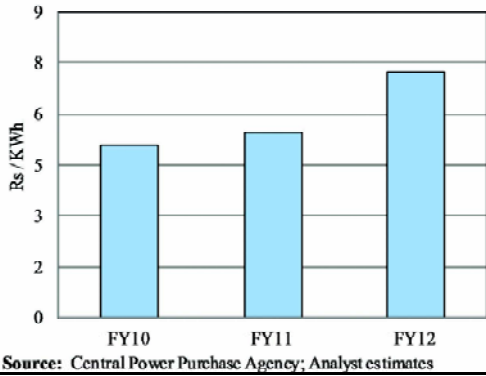
⁸ ان میں 2002ء کی پاور پالیسی کے تحت قائم کیے جانے والے آٹھ آئی پی پیز شامل ہیں۔ بجلی کے شعبے میں نجی شعبے کی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے حکومت نے ریاستی ضمانتیں مہیا کیں۔ یہ بنیادی طور پر ضامن (حکومت) کے اس حلف پر مشتمل ہیں کہ اگر ضمانت کے نتیجے میں کسی ادارے (پنپکو/این ڈی سی) کی مالی سادھ بگڑتی ہے تو ضامن ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا۔

⁹ اس کا سبب تیل کی عالمی قیمتوں (آرافٹ او پر مبنی تیل کی پیداوار کا ایندھن کے آمیزے میں حصہ تقریباً 35 فیصد بنتا ہے اور اس کی لاگت مئی 11ء کے تقریباً 12 روپے فی کلو واٹ آور سے بڑھ کر مئی 12ء میں تقریباً 16 روپے فی کلو واٹ آور ہو چکی ہے)۔ ڈیموں میں پانی کی دستیابی میں کمی کی وجہ سے ہائیڈرو پکلی کی پیداوار (ایندھن کا سستا ترین ذریعہ) کم رہی اور گیس کی قلت کے باعث پائپس کو مہنگے متبادل مثلاً ہائی اسپرڈ ڈیزل کا استعمال کرنا پڑا۔

گردشی قرضوں کا انتظام

بینکوں کو نقد کی قلت کا شکار بجلی کے شعبے کے اداروں کو قرضوں کی فراہمی میں سہولت دینے اور رسد کی زنجیر کے سلسلے کو رواں دواں رکھنے کے لیے حکومت نے کمرشل بینکوں کے ساتھ دواہم سمجھوتے کیے۔ ان سمجھوتوں کے نتیجے میں بجلی کے شعبے کے بینک واجبات کا تبدل حکومتی تمسکات سے کر کے اس شعبے کے واجبات میں کمی کر دی گئی۔ یہ بینکوں کی بیلنس شیٹ پر اثاثہ جاتی رو بدل ہے جس پر خاصی لاگت آتی ہے۔ صرف پہلے تبدل نے مالیاتی خسارے میں جی ڈی پی کے تقریباً 1.5 فیصد تک اضافہ کر دیا۔¹⁰ قرضوں کا صرف یہ تبدل م س 12ء کے دوران کمرشل بینکوں سے مجموعی طور پر کی جانے والی حکومتی قرض گیری کا تقریباً 45 فیصد بنتا ہے۔

شکل 3.1: بجلی کی پیداوار پر ایندھن کی لاگت



بکس 3.1: بجلی کی قیمتوں کا تعین کس طرح کیا جاتا ہے؟

بجلی کی قیمتوں میں ہونے والی حالیہ تبدیلیوں پر عوامی رد عمل کے پیش نظر بجلی کے شعبے میں قیمتوں کے تعین کا عمومی جائزہ لینا مفید ہوگا۔ ٹیرف کو سمجھنے کے لیے بجلی کی رسد کی زنجیر کے تین اہم مراحل کو سمجھنے کی ضرورت ہے: (i) پیداوار (ii) ترسیل اور (iii) تقسیم۔ صارفین بجلی کی جو قیمت ادا کرتے ہیں وہ اس کی پیداواری لاگت اور ہر مرحلے پر فرم کے لیے مبین شرح منافع (مارجن) کے مجموعے پر مشتمل ہوتی ہے۔ زخوں کی منظوری بجلی کے شعبے کا ضابطہ کاریشنل الیکٹریک پاور ریگولیٹری اتھارٹی (نہجہ) دیتا ہے۔ رسد کی زنجیر کے آخر (تقسیم) میں حکومت ملک بھر میں بجلی کی یکساں قیمتیں برقرار رکھنے کے لیے زراعت انتہاء مہیا کرتی (چیکو نظام) اور صارف کے حتمی ٹیرف جاری کرتی ہے۔ ذیل میں اس عمل کا ایک عمومی جائزہ دیا گیا ہے۔

جو پاور پلانٹس بجلی پیدا کرتے ہیں (جیسے آئی پی بی، واپڈا، اینڈیل وغیرہ، سرکاری) انہوں نے واحد خریدار نیشنل ٹرانسمیشن اینڈ ڈسٹری بیویشن کمپنی (این ٹی ڈی سی) سے بجلی خریدنے کے سمجھوتے (پی پی اے) کر رکھے ہیں۔ اس پی پی اے میں دو حصوں پر مشتمل ٹیرف کا ڈھانچہ دیا جاتا ہے جس میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔ (i) کچے سسٹی چارج جو بجلی کے پلانٹ کی پیداواری گنجائش کو برقرار رکھنے پر آنے والی معین لاگت کا احاطہ کرتا ہے (جیسے چلانے اور دیکھ بھال کے اخراجات، قرضوں کی واپسی اور ایکوٹی پر منافع وغیرہ) جو ڈسٹری بیویشن سے قطع نظر ادا کرنی ہی ہوتی ہے، اور (ii) انرجی چارج جس میں متغیر لاگتیں شامل ہیں خصوصاً ایندھن (نہجہ) ایک جانب سے ایندھن کی قیمتوں کے نشانہ پر مبنی) اور پلانٹ چلانے اور دیکھ بھال کے متغیر اخراجات، جن کا انحصار اصل میں فروخت کی جانے والی بجلی کی مقدار پر ہوتا ہے۔ نہجہ کے نشانہ سے اوپر یا نیچے کی ایندھن کی لاگت صارفین کو فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ کی مدد میں منتقل کر دی جاتی ہے (نیچے دیکھئے تقسیم)۔

ترسیل

این ٹی ڈی سی وسطی ادارے کا کام انجام دیتے ہوئے پیداواری کمپنیوں سے بجلی خرید کر اسے تقسیم کرنے والی کمپنیوں کو فروخت کرتی ہے۔ یہ خدمت فراہم کرنے کے عوض اسے ٹرانسفر چارج ملتا ہے۔ اس میں بھی ایک معین جز شامل ہوتا ہے (جس کا انحصار کسی خاص ڈسکو (DISCO) کی بلنگ کی مدت کے دوران بجلی کی زیادہ سے زیادہ طلب پر ہوتا ہے) اور ایک ویری ایبل چارج جو پیداواری کمپنیوں سے خریدی گئی بجلی کا اوسط ہوتا ہے (جس کی مطابقت ترسیل کے دوران ہونے والے نہجہ اسے منظور شدہ بجلی کے نقصانات سے کی جاتی ہے)۔

تقسیم

نہجہ کی منظوری سے ہر ڈسکو کا الگ ٹیرف مقرر کیا جاتا ہے کیونکہ این ٹی ڈی سی سے خریدی گئی بجلی کی لاگت کے علاوہ اس میں ایک ڈسٹری بیویشن مارجن بھی شامل ہوتا ہے۔ اس مارجن سے ڈسکو کے انفراسٹرکچر کے استعمال سے منسلک لاگت (جیسے چلانے اور دیکھ بھال کے اخراجات، فرسودگی، اثاثوں پر منافع وغیرہ) پوری کی جاتی ہے اور تقسیم کے دوران بجلی کے نقصانات کی مطابقت بھی اس کا حصہ ہوتی ہے۔ مختلف ڈسکوز کے نقصانات میں بہت فرق ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ملک بھر میں صارفین کے لیے طے کی جانے والی قیمتیں بھی مختلف ہوں گی۔ تاہم چیکو نظام میں صارفین کے لیے یکساں قیمتوں کو یقینی بنانے کے لیے اس مرحلے پر حکومت ایک انٹر ڈسکو ٹیرف ڈسٹری بیویشن سبسڈی (ٹی ڈی ایس) فراہم کرتی ہے۔ اس طرح اگرچہ ڈسکو ٹیرف کا تعین نہجہ کرتی ہے لیکن جن زخوں پر صارفین ادا کیے کرتے ہیں انہیں حکومت جاری کرتی ہے اور حال ہی میں مئی 2012ء کے دوران ان پر نظر ثانی کی گئی ہے۔

فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ

اس کے علاوہ ایندھن کی لاگتوں میں تغیر پذیری کے لیے نہجہ فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ کے منظور شدہ نشانوں کو مد نظر رکھتے ہوئے صارفین کے ٹیرف کی مابین مطابقت بھی کرتی ہے۔ یہ ٹیرف ایندھن کے حتمی آئیز سے بمقابلہ نہجہ کے ریلیف آئیز میں فرق (جیسے گیس کی قلت جس کی وجہ سے پاور پلانٹس کو مہنگا ہائی اسپڈ ڈیزل استعمال کرنا پڑتا ہے) اور یا عالمی منڈیوں میں ایندھن (مثلاً فرنس آئل) کی قیمتوں میں ہونے والی تبدیلیوں سے اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی پیداواری لاگت میں اضافے یا کمی کا باعث بن سکتا ہے جسے فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ کے ذریعے صارفین کو منتقل کر دیا جاتا ہے۔ یہ چارج صارفین کے بجلی کے بلوں میں الگ سے دیے جاتے ہیں جو گذشتہ ماہ استعمال ہونے والے پینس پر مبنی ہوتا ہے۔ م س 12ء میں اس رو بدل کی منتقلی میں تاخیر ہو گئی تھی۔

ماخذ: نہجہ

¹⁰ دیکھئے سمجھوتہ آؤل۔

پہلا سمجھوتہ: حکومتی ضمانت کے تحت بینک پیکو کو ٹریف کے غیر ادا شدہ زراعات کے فرق کا اثر زائل کرنے کے لیے قرضے دیتے رہے ہیں۔ 2009ء میں حکومت نے پیکو کے واجب الادا قرضوں کو ڈے لینے کے لیے پاکستان پاور ہولڈنگ کمپنی (پی پی ایچ سی) قائم کی تھی۔ اس 12ء تک پی پی ایچ سی میں بینکوں کا اکتشاف خاصا بڑھ گیا ہے۔ بجلی کے شعبے کو قرضوں کی فراہمی میں بینکوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے حکومت نے ان اثاثوں کا تبدیل ریاستی قرضے سے کیا تھا۔ حکومت نے نومبر 2011ء میں ایم ٹی بیز اور پی آئی بیز جاری کر کے کمرشل بینکوں سے 391 ارب روپے کا قرضہ لیا۔ حکومت نے نومبر 2011ء میں ایم ٹی بیز اور پی آئی بیز جاری کر کے کمرشل بینکوں سے 391 ارب روپے قرض لیے اور پی پی ایچ سی کی ٹی ایف سیز سے 313 ارب روپے (جی ڈی پی کا تقریباً 1.5 فیصد) کے قرضے کا تبدیل کیا۔ اس سے بینکوں کی بیلنس شیٹس پر سرکاری شعبے کا اکتشاف حکومتی ملکیت میں چلنے والے بجلی کے شعبے کو منتقل ہو گیا اور یہ قرضے براہ راست حکومت کے کھاتے میں منتقل ہو گئے۔

دوسرا سمجھوتہ: اس کے باوجود بینکوں کے پاس آئی پی بیز کا خاصا اکتشاف موجود تھا کیونکہ یہ آئی پی بیز اپنی جاری سرمائے کی ضروریات کے لیے قرضے لیتی رہی ہیں۔ تاہم، آئی پی بیز کی جانب سے قرضہ کی مقررہ حدود سے تجاوز کے باعث بینک انہیں اضافی قرضے دینے سے ہچکچا رہے تھے (بجلی کی فروخت کی ادائیگیوں میں تاخیر کے سبب، دیکھئے باکس 3.2)۔ اس کے نتیجے میں انڈر قوم کی قلت کا شکار آئی پی بیز کو بجلی پیدا کرنے کے لیے ایندھن کی خریداری میں مشکلات درپیش تھیں۔ بینکوں کی ہچکچاہٹ دور کرنے کے لیے پی پی ایچ سی نے فروری 2012ء میں 136 ارب روپے مالیت کے تمسکات جاری کر کے ان کا تبدیل بینکوں کے قرضوں سے کر لیا جس سے بینکوں کے پاس آئی پی بیز کو نئے قرضے دینے کے لیے گنجائش نکل آئی۔^{11,12}

ان کوششوں سے قطع نظر، تھرمل پیداوار خصوصاً درآمدی فرنس آئل کی جانب ایندھن کے آمیزے کے جھکاؤ کو مد نظر رکھتے ہوئے بجلی کا شعبہ تیل کی عالمی قیمتوں کے مقابلے میں کمزور ہے۔ یہ بوجھ بھی حکومت کو زراعات کی ادائیگی یا پھر صارفین کو بلند قیمتوں کی صورت میں اٹھانا ہوگا۔ چونکہ حکومت اس 12ء کے دوران بجلی کے شعبے کو زراعات اور تبدیل کے سمجھوتوں پر مجموعی طور پر 464.3 ارب روپے (یا جی ڈی پی کا 2.25 فیصد) خرچ کر چکی ہے، اس لیے مزید مالی اعانت کا امکان بہت کم ہے۔¹³ مزید برآں، جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے کہ ان اخراجات کے بڑے حصے کی مالکاری بینکوں کے قرضوں سے کی گئی تھی۔ بجلی کے شعبے کو چلتا رکھنے کے لیے ایسی قرض گیری کے کمرشل بینکوں کے آپریشنز پر بھی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں کیونکہ اس کے نتیجے میں ان کی بیلنس شیٹس کا جھکاؤ ریاستی قرضوں کی جانب ہو گیا ہے۔

جیسا کہ اگلے حصے میں بحث کی جائے گی ایک ممکنہ قلیل مدتی حل ایندھن کے آمیزے میں تبدیلی کرتے ہوئے قدرتی گیس (کیونکہ ہائیڈرو پاور کی گنجائش میں اضافہ صرف وسط تا طویل مدت میں ممکن ہے) کے کچھ حصے کو بجلی کی پیداوار کے لیے استعمال میں لانا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ دیگر شعبوں خصوصاً گھریلو شعبے میں قدرتی گیس بچانے کے خاصے امکانات موجود ہیں جسے بجلی کی پیداوار کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

تاہم طویل مدت میں بجلی کی پیداواری زنجیر کے بہتر نظم و نسق اور انتظام کے ساتھ ایک ٹھوس ساختی حل کی ضرورت ہوگی۔ اس ضمن میں کچھ اقدامات کیے جا چکے ہیں جس میں سینٹرل پاور پراجیکٹ اتھارٹی (سی پی پی اے)، کوئٹہ الیکٹرک سپلائی کمپنی (کیسکو)، سکھرا لیکٹرک پاور کمپنی (سپیکو) اور جینکو ہولڈنگ کمپنی کے نئے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تشکیل شامل ہیں۔ سال کے دوران پیکو کی تحلیل کو بھی حتمی شکل دے گئی تھی جبکہ ڈسکوز میں بھی انتظامی تبدیلیاں کی گئیں۔

باکس 3.2: گردش قرضہ کیا ہے اور اس کا مسئلہ حل کیوں نہیں ہو سکا؟

حالیہ برسوں کے دوران بجلی کے شعبے میں گردش قرضہ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے۔ پالیسی سازوں کی کوششوں کے باوجود یہ مسئلہ بجلی کی رسد کی زنجیر سے وابستہ اداروں کے لیے مالی مشکلات پیدا کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ مسئلہ کیا ہے، اس کے اہم فریق کون سے ہیں، یہ بجلی کی پیداوار اور لوڈ شیڈنگ کو کس طرح متاثر کرتا ہے اور آخر میں ایسا کیوں لگتا ہے کہ یہ مسئلہ حل نہیں کیا جاسکتا۔

¹¹ اس ٹیکشن کا زیادہ حصہ کمرشل بینکوں کے متعلق ہے۔ تبدیل کی مجموعی رقم 160 ارب روپے مقرر کی گئی تھی۔ 14 مارچ 2012ء کو قومی اسمبلی کے 40 ویں اجلاس کے موقع پر وزیر پانی و بجلی کے بیان کے مطابق اس رقم میں سے 136 ارب روپے کا بندوبست کیا جا چکا ہے۔

¹² تاہم ان اقدامات کا مقصد صرف بجلی کے شعبے میں انڈر قوم کی مشکلات کو عارضی طور پر کم کرنا تھا۔ مارچ 2012ء تک صورتحال اتنی بگڑ گئی کہ آئی پی بیز نے اپنے واجبات کی عدم ادائیگی پر حکومت کو قانونی نوٹس بھجوا دیے۔

¹³ اس میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے پہلے سمجھوتہ کے تحت نومبر 2011ء میں ہونے والے 313 ارب روپے کا تبدیل بھی شامل ہے۔

گردشی قرضہ عملی خامیوں اور خراب نظم و نسق کا نتیجہ ہے۔ اس کی وجوہات یہ ہیں: (i) پیرا کی جانب سے ترسیل کے بلند نقصانات کی اجازت (ii) بلوں کی وصولیوں کی پست سطح (iii) سرکاری شعبے کے اداروں کی جانب سے عدم ادائیگی (iv) پیداواری لاگت اور اعلان شدہ قیمتوں کے درمیان بلند فرق (v) پیرا کی جانب سے ٹیول پرائس ایڈجسٹمنٹ کے تعین اور ڈسکونٹ سے رقم کی وصولی میں تاخیر (vi) بل کی رقم پر پیشگی جی ایس ٹی کی ادائیگی (vii) ٹیکس اور دیگر ڈسکونٹ میں چوری اور تقسیم کے مسائل (viii) ٹیرف و فرٹل سبسڈی جاری کرنے میں تاخیر (ix) واجب الوصول رقم کی عدم بازیابی اور (x) گیس کی رسد میں بے ربط قفل، جو پیداواری لاگت بڑھانے کا باعث بنتا ہے۔ سادہ لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ گردشی قرضہ ایک ایسی صورتحال ہوتی ہے جس میں بجلی کی رسد زنجیر میں شامل نقدی قلت کا شکار ایک ادارہ اپنے پلاننگ کی ذمہ داریاں پوری کرنے میں ناکام رہتا ہے اور ادائیگیاں روک لیتا ہے جس کے نتیجے میں شعبے سے وابستہ دیگر فریقوں کے لیے نقدی آمدورفت اور بہاؤ میں مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنی پوری پیداواری گنجائش کے مطابق کام کرنے کے قابل نہیں رہتا اور غیر ضروری لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔

جیسا کہ باکس 3.1 میں ذکر کیا گیا، ڈسکونٹ کی جانب سے بجلی کی فروخت کے لیے سی پی پی اے کو موصولہ ادائیگیاں دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہیں: (i) صارفین کی بل ادائیگیاں اور (ii) حکومت کی جانب سے ٹیرف و فرٹل سبسڈیز۔ اس لیے اگر ڈسکونٹ بجلی کی فروخت کے لیے مکمل ادائیگی نہیں کی جاتی (بجلی کے صارفین کی جانب سے بلوں کی عدم ادائیگی یا زراعت کی حکومتی ادائیگیوں میں تاخیر کی بنا پر) تو تقسیم کے مرحلے پر واجب الوصول رقم جمع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ واجب الوصول رقم بجلی کی رسد زنجیر میں گردش کرنے کی شکل میں پھیل جاتی ہیں (کیونکہ ایک فرم کی واجب الادا رقم اس کے پلاننگ کی واجب الوصول رقم ہوتی ہیں) جس سے بجلی کی پیداوار محدود ہو جاتی ہے۔ یہ کس طرح ہوتا ہے: فرض کیجئے ایک ڈسکونٹ کی خریداری کے عوض این ڈی ڈی کو ادائیگی کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ این ڈی ڈی کی بجلی پیدا کرنے والوں (آئی پی بیجز) کو ادائیگی نہیں کر سکتا۔ نتیجتاً آئی پی بیجز ایندھن کے پلاننگ پاکستان اسٹیٹ آئل کو ادائیگیوں میں تاخیر پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

بجلی کی فروخت کی ادائیگیوں میں مسلسل تاخیر کے باعث آئی پی بیجز پائپس کو چھتا رکھنے کے لیے پمپوں سے بھاری قرض گیری پر اصرار کرنے لگتے ہیں (این ڈی ڈی سی کے ساتھ بجلی کی خریداری کے کھوتے (پی پی اے) کے تحت)۔ لیکن بینک بجلی کے شعبے کے صارفین کو ان کی مقررہ حدود سے زیادہ قرضہ دینے میں ہچکچاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے آئی پی بیجز کو سیالیت کی شدید قلت کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے (م 12ء میں بھی ایسا ہی تھا) جس کا مطلب ہے کہ پی ایس او بجلی کے شعبے میں فرنس آئل کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی فرنس آئل خرید نہیں سکتا۔ اس کے نتیجے میں ایندھن کی قلت پاور پلاننگ کو بندش یا گنجائش سے کم پیداوار پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ بات حیران کن نہیں ہے کہ اس صورتحال کا نتیجہ بجلی کی پست پیداواری صورت میں لگتا ہے اور ملک میں لوڈ شیڈنگ بڑھ جاتی ہے۔

گذشتہ چار برسوں کے دوران حکومت دس کھرب روپے سے زیادہ ادائیگی کر چکی ہے اور وزارت خزانہ اب آخر اگست 2012ء میں ٹیرف و فرٹل سبسڈی ادا کرنے کی ذمہ داری پوری کر رہی ہے۔ تاہم مذکورہ بالا ساختی مسائل کی وجہ سے گردش قرضے کی مشکلات بدستور برقرار ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ م 12ء کے دوران دیکھی جانے والی یکبارگی ادائیگیوں سے بجلی کے شعبے میں سیالیت کی مشکلات میں عارضی طور پر کچھ کمی آئی لیکن یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔

3.3 قدرتی گیس

بجلی کے شعبے کے مسائل کا سراغ بڑی حد تک قدرتی گیس کے شعبے میں لگایا جا سکتا ہے۔ پیش گوئی کے مطابق م 12ء کے دوران قدرتی گیس کی قلت مزید شدت اختیار کر گئی اور ایک ارب کیوبک فٹ میومیہ (بی سی ایف ڈی) کی حد کو عبور کر گئی۔ موسم سرما میں اپنی بلند ترین سطح کے دوران پنجاب میں صنعتوں کو گیس کی فراہمی مکمل طور پر بند رہی تھی۔¹⁵ پاور پلاننگ کو مختصر رسد کا نصف سے بھی کم حصہ مل رہا تھا۔ پنجاب میں سی این جی اسٹیشنز کھلنے سے زیادہ بند رہتے ہیں جبکہ رہائشی افراد اکثر گیس کی بندش اور پائپ لائن میں کم دباؤ کی شکایت کرتے ہیں۔ اس سال پہلی بار قلت کے باعث سندھ میں سی این جی اسٹیشنز کو گیس کی فراہمی تعطل کا شکار ہوئی تھی۔

جیسا کہ توقع کی جا رہی تھی بعض صنعتی گروپوں اور فرمز نے قدرتی گیس کی رسد حاصل کرنے کے لیے لاگت کی تھی۔ گیس مختص کرنے کے حالیہ فریم ورک میں صارفین کی ترجیحات اس ترتیب کے تحت دی گئی ہیں (i) گھرانے (ii) کھاد کے اشیا ساز (iii) پاور پلاننگ جن کے ساتھ گیس مہیا کرنے کے سمجھوتے کیے گئے ہیں (iv) صنعتی وی این جی شعبے (v) وہ پاور پلاننگ جن سے رسد مہیا کرنے کے ٹھوس سمجھوتے نہیں کیے گئے (بشمول صنعتی یونٹس کے پاور پلاننگ) (vi) سینٹر کا شعبہ۔¹⁶ گھرانوں کے سوا ان تمام شعبوں کو گیس کی رسد سال بھر غیر یقینی کیفیت کا شکار رہی تھی کیونکہ حکومت موجودہ رسد اور طلب کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

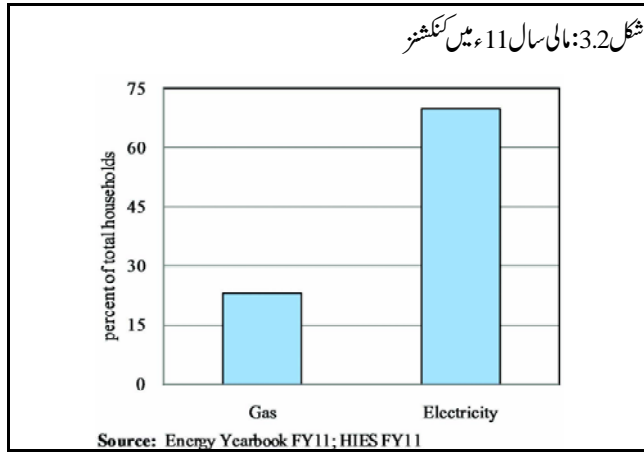
3.3.1 قلیل مدتی حل: گھرانوں کے گیس کی قیمت بڑھا دیں

ہمارے خیال میں گیس مختص کرنے کی حالیہ پالیسی کا سبب اس کی قلت ہے۔ کسی بھی اور چیز کی قلت کی طرح اس کا بنیادی سبب بھی قیمتوں کا درست تعین نہ کرنا ہے۔ قدرتی گیس طویل مدت سے بہت سستی رہی ہے اور اس کا نتیجہ ضرورت سے زائد استعمال اور پیداوار میں کمی کی صورت میں نکلا ہے۔ قدرتی گیس ضائع کرنے والے سب سے بڑے صارفین گھرانے ہیں۔

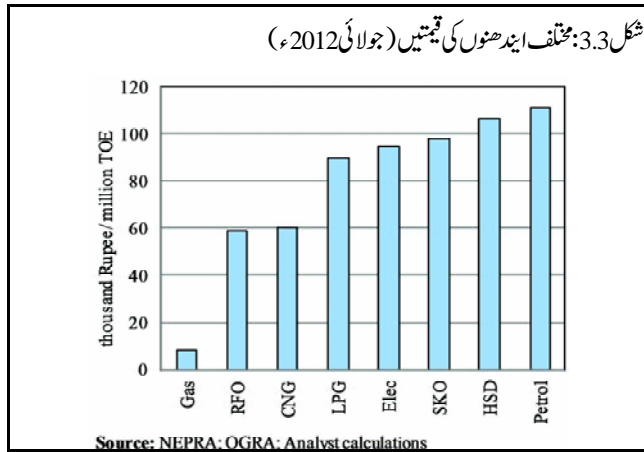
¹⁴ وزارت خزانہ کے مطابق ڈسکونٹ میں خرابیوں کی لاگت تقریباً 200 ارب روپے بنتی ہے اور ترسیل و تقسیم کے نقصانات کی قدر تقریباً 220 تا 240 ارب روپے سالانہ بنتی ہے۔

¹⁵ یہ ایس این جی ایل کی جانب سے ویب سائٹ پر دیے گئے لوڈ میئنٹ شیڈول پر مبنی ہے۔ صنعتی پیداوار میں کمی اس کا واضح نتیجہ ہے جبکہ حکومت کی جانب سے معاہدے کی دفعات کے استحکام کو یقینی بنانے میں ناکامی، خصوصاً وہ جنہیں ریاستی ضمانتیں حاصل ہیں، صنعتی شعبے میں سرمایہ کاری کو متوجہ کرنے پر منفی اثرات مرتب کر رہی ہے۔

¹⁶ قدرتی گیس کے اختصاص اور انتظام کی پالیسی 2005ء۔



میں 11ء کے دوران گھرانوں نے توانائی کے تیل کے مساوی (ٹی او ای) 54 لاکھ ٹن استعمال کیا جو بجلی کی شکل میں گھرانوں کی جانب سے اسی مدت میں استعمال کی جانے والی توانائی سے 72 فیصد زیادہ ہے۔¹⁷ گھرانوں کی جانب سے قدرتی گیس کی شکل میں جتنی توانائی استعمال کی جاتی ہے وہ تقریباً 63.2 ہزار گریگا واٹ گھنٹے (جی ڈبلیو ایچ) ہے۔ جبکہ م 11ء کے دوران ملک میں مجموعی طور پر 99.8 ہزار جی ڈبلیو ایچ بجلی پیدا کی گئی تھی۔ پاکستان میں قدرتی گیس کے صارفین اس کی اقلیت کی نمائندگی کرتے ہیں کیونکہ صرف 23 فیصد گھرانوں کے پاس گیس کے کنکشن موجود ہیں (شکل 3.2)۔



گھرانوں کے اتنی زیادہ گیس استعمال کرنے کی کئی وجوہات ہیں: گھرانوں کی جانب سے استعمال کیے جانے والے دیگر ایندھنوں سے قدرتی گیس کا تقابل کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کم قیمت مقرر کی جاتی ہے (شکل 3.3)۔ بیشتر صارفین گرم پانی استعمال کرنے کے بعد گیزر بند نہیں کرتے جس سے توانائی ضائع ہو جاتی ہے جو اس کے استعمال کی معمولی لاگت سے کہیں زیادہ ہے (دیکھئے باکس 3.3)۔

بیشتر گھرانوں کی جیب پگیس کے بل کا بوجھ نہیں پڑتا اور اس پر آنے والی لاگت ان کے صرف کے رویے پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس کھلی چھوٹ سے گھرانوں میں گیس جزیئر کے استعمال کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے اور وہ گیس سے چلنے والے جزیئر سے بجلی حاصل کر رہے ہیں کیونکہ وہ گرڈ کے مقابلے میں سستی ہے۔ گھرانے گیس اور بجلی کی قیمتوں کے درمیان نمایاں فرق کا فائدہ اٹھانے کے لیے یہ منطقی قدم اٹھا رہے ہیں۔ قیمتوں کی مناسب ترغیب کی عدم موجودگی میں گھرانوں کو گیس بچانے کی ترغیب دینے کی کوششیں رائیگاں جائیں گی۔

باکس 3.3: گھریلو استعمال اور خراب گیزر

حرارت کے حصول کے کسی بھی عمل کے لیے خاص توانائی درکار ہوتی ہے۔ قدرتی گیس شعلے سے براہ راست پانی کو گرم کرتی ہے جبکہ بجلی کے گیزر ای اصول پر کام کرتے ہیں جس پر استری کرتی ہے۔ ششی ہیزر پانی گرم کرنے کے لیے سورج کی توانائی کو استعمال کرتے ہیں۔ بجلی کے ہیزر سب سے زیادہ مؤثر ہوتے ہیں کیونکہ تمام توانائی پانی کو منتقل ہو جاتی ہے جبکہ ششی اور گیس کے گیزر میں حرارت ضائع ہوتی ہے۔

صنعتی ماہرین کے مطابق 35 گیلن گیس کا گیزر 29,000 بی ٹی یو گھنٹہ استعمال کرتا ہے۔ ڈیڑھ ٹن کاربن ڈی آکسائیڈ 18,000 بی ٹی یو گھنٹہ استعمال کرتا ہے۔ تاہم دونوں آلات میں ایک تھرمواسٹیٹ ہوتا ہے جو پانی رگڑے کا درجہ حرارت ایک مخصوص سطح تک پہنچنے پر ان آلات کو بند کر دیتا ہے۔ تھرمواسٹیٹ خراب ہو تو توانائی کا استعمال بڑھ جاتا ہے۔ صارفین جاذب توانائی کاربن ڈی آکسائیڈ استعمال کرنے کے لیے خاصی رقم خرچ کرتے ہیں لیکن گیزر کے معاملے میں ایسا نہیں ہے۔ کسی بھی معیاری عدم موجودگی کے باعث غیر رسمی شعبے نے گیزر کی منڈی کے ایک بڑے حصے پر اپنا تصرف قائم کر لیا ہے۔ ان گیزر میں غیر حساس تھرمواسٹیٹ ہوتا ہے جس کی شاذ رو نادری سروس کی جاتی ہے۔

اس میں بہت زیادہ توانائی ضائع ہوتی ہے۔ صارفین جاذب توانائی گیزر حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور گیس کی قیمتوں کی وجہ سے اس کے معیار سے لاتعلقی ہو جاتے ہیں۔ گیس بچانے کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے اس کی قیمت کو بڑھایا جانا چاہیے اور گیزر کی مصنوعات کے معیارات تقبیل دے کر ان پر سختی سے عملدرآمد کرنا ضروری ہے۔

اس لیے خالصتاً اقتصادی نقطہ نظر سے گھرانوں کے لیے گیس کے نرخوں میں فوری اضافے کی ضرورت ہے۔ فی الوقت گھرانے اپنے قدرتی گیس کے استعمال میں اس طرح کمی کر سکتے ہیں کہ جب گرم کرنے کے آلات زیر استعمال نہ ہوں تو انہیں بند کر دیا جائے، اس سے ان کی بہبود پر کوئی قابل ذکر اثر نہیں پڑے گا۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ دلیل

¹⁷ گھریلو استعمال کے تمام آلات چلانے کے لیے بجلی استعمال کی جاتی ہے جبکہ قدرتی گیس صرف حرارت کے حصول کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

مزید مضبوط ہو جاتی ہے کہ قدرتی گیس عام آدمی کے بجائے صرف اوسط سے زائد آمدنی والے گھرانے استعمال کرتے ہیں۔¹⁸ ایسے گھرانے توانائی بچانے میں سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔ ان علاقوں کے گھرانوں کے بجٹ میں مزید بہتری آ سکتی ہے جہاں اسے بچانے کے امکانات موجود ہیں۔¹⁹ ان اقدامات کے نتیجے میں بچنے والی گیس کو بجلی کی قلت دور کرنے کے لیے پاور پلانٹس کو مہیا کر کے بجلی پیدا کرنے کی لاگت اور قیمت میں کمی ممکن ہے جبکہ اس سے گھرانوں کا بجٹ بھی بہتر ہو جائے گا۔

ہماری رائے میں گیس کی قیمتوں میں اضافہ نہ صرف ضروری بلکہ ناگزیر بھی ہے۔ گیس کی ملکی رسد میں کمی سے پاکستان یا تو گیس درآمد کرنے پر مجبور ہو جائے گا یا پھر توانائی کے اس ذریعے کے بجائے کسی اور ذریعے کو استعمال کرنا پڑے گا۔ درآمدی قدرتی گیس (خواہ پائپ لائنز کے ذریعے یا ایل این جی) ملکی گیس کے مقابلے میں زیادہ ہنگی ہے۔²⁰ پائپ کے ذریعے گیس کی اوسط لاگت بڑھنے کے نتیجے میں حکومت کو یہ اضافہ صارفین کو منتقل کرنا پڑے گا۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو پھر قدرتی گیس کی رسد زنجیر میں ایک اور گردش قرضے کی تشکیل کے خطرات برقرار رہیں گے۔

3.3.2 طویل مدتی حل: رسد زنجیر کے ساتھ ساتھ ترغیبات کی تشکیل نو کریں

قدرتی گیس کی قیمت کو حقیقت پسندانہ بنانے سے قلیل مدت میں اس قدرتی وسیلے کے استعمال کو زیادہ مؤثر بنانا ممکن ہے لیکن اس کے پائیدار حل کے لیے ساختی تبدیلیوں کی ضرورت ہوگی۔ رسد زنجیر کے ساتھ ترغیبات کو اس طرح سے ہم آہنگ کیا جائے جس سے دریافت و پیداوار کی حوصلہ افزائی ہو، زیاں کی حوصلہ شکنی کی جائے، مسابقتی صارفین کے درمیان وسائل کو انتہائی مؤثر انداز میں مختص کیا جائے اور اس تک رسائی کو بہتر بنایا جائے۔

دریافت و ترغیبات میں سہولتیں

دریافت اور پیداوار کی کمپنیوں کے لیے سب سے اہم ترین ترغیب قدرتی گیس کی اچھی قیمت ہوتی ہے۔ پیداوار کی حالیہ پست سطح کا ایک سبب اس کی قیمت کا کم ہونا ہے جو کہ دریافت اور پیداوار کی کمپنیوں کو ان کی کمرشل سرگرمیوں کے لیے ملتا ہے۔²¹ اگرچہ حال ہی میں متعارف کرائی جانے والی پیٹرولیم پالیسی 2012ء میں قیمتوں کو تقریباً 6 ڈالر/ایم ایم بی ٹی یونٹ بڑھا کر اس مسئلے سے نمٹنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن خطرات و انعامات کا نظام اتنا پرکشش نہیں ہے کہ با مقصد بیرونی سرمایہ کاری کو متوجہ کر سکے۔ دریافت و پیداوار کی کمپنیوں کے مطابق جو خطرات ان کی توسیع میں رکاوٹ ہیں ان میں سیکورٹی، پالیسی کے بارے میں غیر یقینی صورتحال²² اور معاہدے پر عملدرآمد²³ شامل ہیں۔ آخر میں پاکستانی قدرتی گیس کے ذخائر کے متعلق تیسرے فریق کا مستند تخمینہ دستیاب نہیں ہے۔ اس لیے ملک دریافت و پیداوار کی بہت سی کمپنیوں کا پسندیدہ ملک نہیں ہے۔

تریل و تقسیم کی کمپنیاں

تریل و تقسیم کرنے والی کمپنیوں کی ترغیبات کو ملک کی طویل مدتی ضروریات کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ فی الوقت، گیس فراہم کرنے والی دو کمپنیاں ایس ایس جی اور ایس این جی پی ایل کو گیس کے نقصانات اور چوری سے مطابقت کے بعد اثاثوں پر منافع کی بنیاد پر ادائیگی کی جاتی ہے۔ اس طرح ان کمپنیوں کے پاس اپنے نیٹ ورک میں توسیع کی ترغیب موجود ہے خواہ وہ اقتصادی طور پر قابل عمل نہ ہو۔ ترغیبات کی موجودہ ساخت کے تحت یوٹیلیٹی کمپنیوں کے لیے پاور پلانٹ جیسے بڑے صارف کے بجائے کثیر گھرانوں کی خدمت کرنا زیادہ نفع بخش ہوگا۔ اس پیچیدہ ترغیب کی وجہ سے گیس کا بحران شدت اختیار کر گیا ہے کیونکہ یوٹیلیٹی کمپنیوں نے اپنی پائپ لائنوں میں گیس کا اضافہ کیے بغیر کنکشنز کی تعداد کو بڑھا دیا ہے۔ اس لیے ملک میں قدرتی گیس مختص کرنے کے لیے منڈی پر مبنی میکانیت کی سمت زیادہ پیش رفت کی ضرورت ہے۔

18 گرم کرنے کے لیے غریب گھرانے ایل پی جی یا لکڑی کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ دونوں ذرائع قدرتی گیس کے مقابلے میں مہنگے ہیں۔

19 مثلاً، 11 مئی 2011ء کے دوران گیس کے کنکشنز میں سندھ کا حصہ 34 فیصد تھا اور سرحدیوں کی مختصر مدت اور کم شدت کے باعث یہاں پر گیس بچانے کے وسیع امکانات موجود ہیں۔

20 پائپ لائنز کی قیمتوں کا تعین خام تیل کی باسٹ سے منسلک ہے۔ ایران پاکستان (آئی پی) کی قیمت خام تیل کی باسٹ کے 80 فیصد پر مقرر کی گئی ہے جبکہ ترکمانستان افغانستان پاکستان انڈیا (TAPD) کی قیمت خام تیل کی باسٹ کے 70 فیصد پر ہے۔ فرانس آئل کی خرید و فروخت عام طور پر خام تیل کے 20 فیصد ڈسکاؤنٹ پر ہوتی ہے۔ اس طرح پائپ کے ذریعے درآمد کی جانے والی قدرتی گیس کی قیمت کا انحصار تیل کی قیمتوں میں تغیر پذیر ہونے پر ہوگا جبکہ ایل این جی کی قیمتیں فی الوقت ریکارڈ بلند ترین سطح پر ہیں۔ حالیہ قیمت 20 امریکی ڈالر فی ایم ایم بی ٹی یو سے کچھ نیچے ہے جبکہ اس کے مقابلے میں گھرانوں کا بیرونی اس وقت 1 تا 3 ڈالر فی ایم ایم بی ٹی یو ہے۔

21 ملک میں قدرتی گیس کے ذخائر کی اوسط سے زیادہ گہرائی، زمین اور انفراسٹرکچر کے مسائل کی وجہ سے پاکستان میں دریافت و پیداوار کی لاگتیں قدرے بلند ہیں۔

22 پیٹرولیم پالیسیوں پر 1994، 1997، 2001، 2007، 2009ء اور 2012ء میں نظر ثانی کی گئی ہے۔

23 دریافت و پیداوار کی بعض کمپنیوں کے لیے آخری کٹہر بطور خاص اہم ہے کیونکہ انہیں دیگر سرمایہ کاروں کی نسبت طویل میعاد کی سرمایہ کاری بنیادوں پر کام کرنا ہوتا ہے۔

اگرچہ ترسیل کی کمپنیوں کو فطری اجارہ داریاں قرار دیا جاسکتا ہے لیکن تقسیم کی کمپنیاں اس سے مختلف ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے مسابقت کرنی چاہیے۔ رسدی زنجیر سے منسلک کمپنیوں کو براہ راست ایک دوسرے سے لین دین کی اجازت ہونی چاہیے اور قیمتوں اور مقدار کے تعین میں حکومت کے کردار کو محدود کرنے کی ضرورت ہے۔ توانائی کی سیکورٹی کی وسیع تر ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت کو چاہیے کہ وہ قدرتی گیس بچانے کی کوششوں کو ترجیح دے، گرم کرنے والے آلات میں اچھے معیارات پر عملدرآمد کرائے، صنعتوں میں پیداواری معیارات پر عمل کیا جائے، ضوابطی اداروں کو مضبوط کر کے سرمایہ کاری میں سہولت دی جائے۔

3.4 حرف آخر: پاکستان میں توانائی کا آمیزہ اور حکومتی کردار

ملک میں توانائی کی حالیہ صورتحال کا تسلسل برقرار رکھنا ممکن نہیں۔ برسوں تک ٹیرف کو دبائے رکھنے اور دریافت و پیداواری کمپنیوں، بجلی کے پیدا کنندگان اور ٹیلیٹی اشیاء پر سرکاری کنٹرول کے نتیجے میں یہ ذہنیت بن چکی ہے کہ حکومت کو سستی توانائی فراہم کرنی چاہیے۔ بد قسمتی سے جدید دور میں توانائی سستی ہے اور ملک میں توانائی کے شعبے میں حکومت کے کردار کو محدود کرنا چاہیے۔

تاہم توانائی کے شعبے میں ارتقا کی رہنمائی میں حکومت کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ رسد کے لحاظ سے ملک میں توانائی کے آمیزے کو ملکی ایندھن کے ذریعے (کوئلہ، قدرتی گیس یا مینڈل) یا پھر درآمدات کے ایک تیز اور محفوظ ذریعے پر مبنی ہونا چاہیے۔ تاہم، ملک میں قدرتی گیس کی کم ہوتی رسد اور تھرکول منصوبے کے قابل عمل ہونے کے متعلق غیر یقینی کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے دریافت و پیداواری ترغیبات تشکیل دی جائیں اور اس ضمن میں ضابطہ کاروں کو باختیار بنانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح، حکومت کو متبادل اور قابل تجدید توانائی کے شعبوں خصوصاً چھوٹے و بڑے ڈیموں سے بجلی کی پیداوار بڑھانے کے لیے سرمایہ کاریوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی خاطر ایک سہولت کار کا کردار ادا کرنا چاہیے۔

کسی بھی طویل مدتی حل میں رسدی اقدامات کو کلیدی اہمیت حاصل ہوتی ہے تاہم قلیل مدت میں طلب و رسد کے فرق کا انتظام کرنے کے لیے توانائی بچانے کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ گھرانوں کے لیے قدرتی گیس اور بجلی کی قیمتوں کو حقیقت پسندانہ بناتے ہوئے زیاں میں کمی اور گھرانوں کی مؤثر آلات میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ پائیدار معاشی ترقی کا انحصار اس ذہنیت کو بدلنے پر ہوگا کہ سستی توانائی سب کا حق ہے اور ایسی سوچ کے بجائے ایسی ثقافت کو فروغ دینا ہوگا جس میں توانائی بچانے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

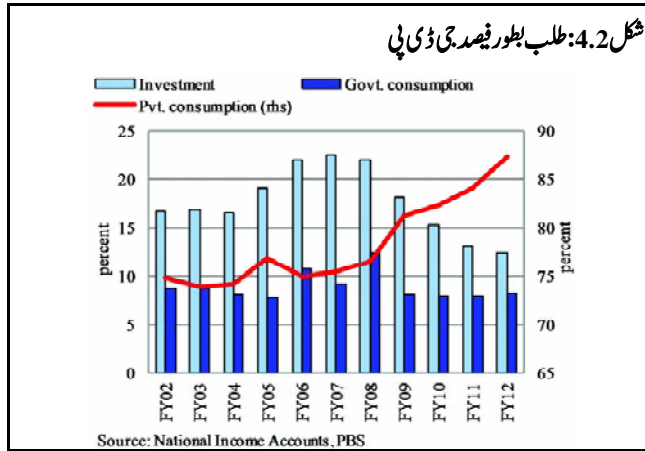
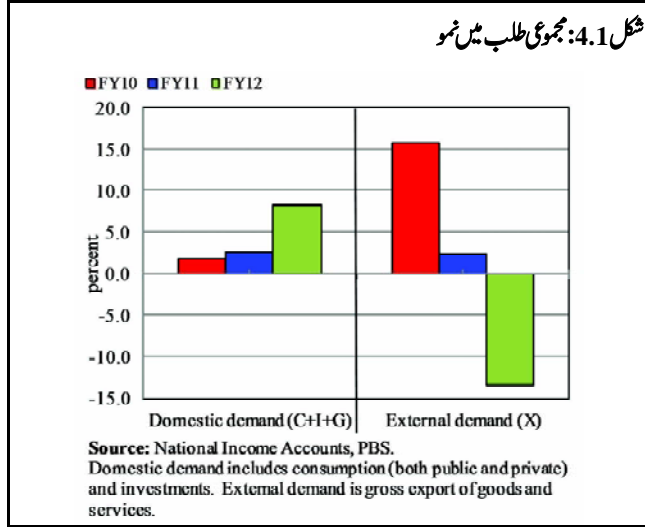
4 مجموعی طلب

4.1 عمومی جائزہ

مالی سال 12ء کے دوران مجموعی طلب میں 3.7 فیصد کا معتدل اضافہ ہوا۔ اس اضافے میں ملکی منڈی کا کارفرما تھی کیونکہ بیرونی طلب دوران سال خاصی کمزور ہو گئی (شکل 4.1)۔¹ ملکی طلب مستحکم کرنے والے عوامل میں ترسیلات زر کی بلند آمد (جو کہ عالمی بحران سے اب تک مامون رہی ہے)، جاندار غیر رسمی معیشت، اور مالیاتی اخراجات میں اضافہ شامل ہیں۔

عالمی معیشت میں مندی کو دیکھتے ہوئے پاکستانی معیشت کی نمو کے لیے ملکی طلب درحقیقت ناگزیر حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم طلب کا موجودہ ڈھانچہ نمو کے تحریک کو برقرار رکھنے کے لیے موزوں نہیں ہے: صرف، خصوصاً نجی صرف، بدستور مستحکم ہے، جبکہ سرمایہ کاری مسلسل چوتھے برس میں زوال پذیر ہے۔ سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کی باہمی نسبت 12.5 فیصد جیسی پست سطح پر پہنچ چکی ہے (شکل 4.2)۔ اس صورتحال کا سبب یہ ہے کہ سرمایہ کار عام بدامنی اور توانائی کی دستیابی کے مسائل کے حوالے سے متذبذب ہیں (تفصیل کے لیے دیکھئے سیکشن 4.2.2)۔

ہماری رائے میں ملکی طلب کی یہ صورتحال گزشتہ چند برس سے حکومت کی طرف سے اپنائی جانے والی مالیاتی حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ ماس 09ء سے سرکاری سرمایہ کاری گر چکی ہے، جبکہ صرف کو فروغ دینے والے مالیاتی اقدامات بڑھ چکے ہیں جن میں بلا ہدف زراعت پر بھاری اخراجات، انکم سپورٹ پروگرام، سرکاری ملازمین کی تنخواہ اور پنشن میں اضافہ، اور صارفی اشیاء پر ڈیوٹیوں میں کٹوتی شامل ہیں (دیکھئے باب 6)۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کارکنوں کی ترسیلات بالآخر گرھریلو صرف اور تعمیرات میں استعمال ہو جاتی ہیں۔²



1 ہمارے خیال میں پاکستانی مصنوعات اور خدمات کی بیرونی طلب میں کمی کی اہم وجوہات عالمی اقتصادیات کی مسلسل کمزوری اور ملکی مسابقت کے مسائل ہیں۔ یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ قومی آمدنی کھاتوں میں دکھائی گئی برآمدات سے رسد کی پھلوؤں کی بعض رکاوٹوں (بشمول توانائی کی قلت) کے اثرات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔

2 مثال کے طور پر منشا اور بنگرامی (1991ء) اس اسٹڈی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ پاکستان میں ترسیلات کے سب سے زیادہ اثرات صرف پر، اور سب سے کم نجی سرمایہ کاری پر پڑتے ہیں۔ (مکمل اقتباس حوالہ: 'The Impact of Migrant Workers' Remittances on Pakistan Economy', محمد منشا اور بنگرامی، پاکستان کنک انڈسٹریل سروس، جلد 29، شمارہ ایک [مؤتمم کرما 1991ء]، صفحہ 21 تا 41)۔ اسی طرح 1970ء تا 2004ء مدت کا 84 ملکوں کا ڈیٹا استعمال کرتے ہوئے آئی ایم ایف کے ورکنگ پیپر نمبر WP/09/153 'کیا کارکنوں کی ترسیلات سے اقتصادی نمو بڑھتی ہے؟' (2009ء) میں Adolfo Barajas, Ralph Chami, Connel Fullenkamp, Michael Grapen Peter Montiel نے نتیجہ نکالا ہے کہ ترسیلات کو بطور سرمایہ کاری نہیں بلکہ بطور سماجی بے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ گھرانے کے افراد ضروریات زندگی خرید سکیں۔ چنانچہ ترسیلات اگر چلوگوں کو غربت و افلاس سے نکالتی ہیں تاہم ان سے وصول کنندگان کا رو باری شخصیت نہیں بن جاتے۔

4.2 صرف

م 12ء کے دوران حقیقی صرف میں 11.1 فیصد اضافہ ہوا جبکہ ایک سال قبل 3.9 فیصد اضافہ ہوا تھا۔³ بیشتر صارفی اشیا کی فروخت کے اعداد و شمار اگرچہ دستیاب نہیں ہیں تاہم صارفی اخراجات میں لچک پائی جاتی ہے۔⁴ مثال کے طور پر تعمیراتی اور مشملہ صنعتوں کی بحالی، صارفی مصنوعات کی بلند پیداوار اور درآمد (جدول 4.1)، ٹیکس کی شرح میں 100 پیس پوائنٹس کٹوتی کے باوجود بیلز ٹیکس کے مجموعے میں 15 فیصد اضافہ،⁵ خوردہ سطح کی نمائشوں میں عوام کی گہری دلچسپی، نئے شاپنگ مالز اور فروخت کا بڑھتا ہوا حجم، ریسٹورنٹ، بیرون ملک سفر میں اضافہ، صف اول کے عالمی برانڈز کا ملک میں اپنے آؤٹ لیٹس کھولنا۔ مزید برآں، ”فاست مووگ کنزومر گڈز“ (fast moving consumer goods) کی شاندار کارکردگی سے بھی اس رجحان کو تقویت ملتی ہے۔⁶

جدول 4.1: چیدہ چیدہ پائیدار صارفی اشیا کی درآمد						
درآمدی مقدار اکائی میں، (درآمدی مقدار کی) شرح موصفد میں، درآمدی مالیت ملین ڈالر میں						
اشیا	اکائی	درآمدی مقدار				شرح نمو
		م 09ء	م 10ء	م 11ء	م 12ء	م 11ء کے مقابل م 12ء میں
اشیا						
گرائنڈر/اکسپریس	تعداد	605,326	782,332	397,089	439,481	10.7
اوون/گرلز/روٹر	تعداد	7,436	10,681	16,994	23,234	36.7
کافی/ٹی/بیکر	تعداد	42,246	31,871	53,369	56,621	6.1
مکمل ڈزیٹ	درجن	92,946	2,872,98	440,873	577,598	31.0
پلیٹ/ڈش/چائے کے کپ	درجن	234,112	173,080	226,938	330,099	45.5
دیگر ٹیل/کچن ویز	تعداد	44,310	69,085	138,585	191,067	37.9
برقی استری	تعداد	177,850	294,780	282,081	290,377	2.9
لیپ ٹاپ	تعداد	40,385	83,462	82,565	282,559	242.2
ایل سی ڈی	تعداد	11,480	6,294	1,912	4,934	158.1
تیل فون	ملین تعداد	3.8	11.0	12.3	29.2	137.0
ایرفون	ملین تعداد	1.0	0.9	1.3	2.2	77.6
جوتے/سینڈل	ملین جوڑے	11.8	13.2	21.6	23.0	6.8
پرانے ملبوسات	ملین کلوگرام	263.4	252.9	353.8	403.1	13.9
دستی بیک	تعداد	550,983	590,305	1,245,948	1,519,344	21.9
ریموٹ کنٹرول	ملین تعداد	2.0	4.8	8.8	11.3	28.2
ڈیجیٹل کیمرے اور ریکارڈر	تعداد	17,296	27,385	28,072	36,903	31.5
ایر کنڈیشنر	تعداد	74,952	56,885	38,474	58,042	50.9
ریفریجریٹر	تعداد	20,390	23,832	14,571	26,172	79.6
برقی پنکھا	تعداد	283,701	526,378	607,193	715,185	17.8
سرالمک ٹائل اور واشٹین	ملین کلوگرام	17.8	13.1	5.3	10.4	96.1
سینٹری فلیٹر	تعداد	260,605	251,983	274,618	336,373	22.5
انرجی سیور بلب	ملین گرام	1.4	1.8	1.1	4.7	316.5
ریفریجریٹر اور ٹیوب	ملین تعداد	4.0	3.7	5.4	6.0	12.0

ماخذ: پاکستانی دفتر شماریات

3 پاکستان دفتر شماریات صرف کوئی حسابات میں بطور حاصل تفریق شمار کرتا ہے: $C = Y - I - NX$ ، جبکہ C صرف ہے، Y جی ڈی پی ہے، I سرمایہ کاری ہے، اور NX خالص برآمدات ہیں۔ اس طریقے میں جی ڈی پی یا دیگر اجزائی پائینش میں غلطی ہو سکتی ہیں جو صرف کے تخمینوں بھی جھلک سکتی ہیں۔

4 صرف ملک میں بننے والی کاروں اور سینٹ کی فروخت کے اعداد و شمار دستیاب ہیں جن کے مطابق م 12ء کے دوران ان میں بالترتیب 18 فیصد اور 8.8 فیصد نمو ہوئی۔ پیٹرولیم مصنوعات کی فروخت کی معلومات بھی موجود ہیں تاہم گیس کی حالیہ قلت کے سبب جس نے لوگوں کو متبادل پیٹرول/فرنس آئل کی طرف دھکیل دیا ہے، اس معلومات سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔

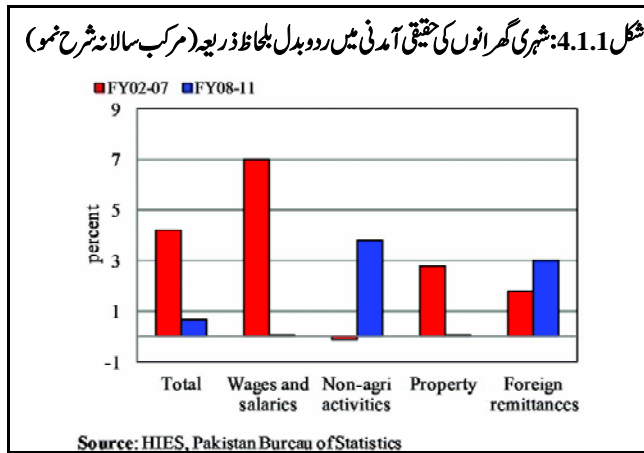
5 اس میں بیلز ٹیکس بھی شامل ہے جو صرف ملکی مصنوعات پر وصول کیا جاتا ہے۔

6 کراچی اشاک اینجینئرنگ کی فہرست میں شامل ”فاست مووگ کنزومر گڈز“ کے خالص منافع میں م 12ء میں 20 فیصد سے زائد اضافہ ہوا۔ یہاں یہ بات بیان کرنا ضروری ہے کہ ”فاست مووگ کنزومر گڈز“ کی نمونہ اتنا تیز رفتار اضافہ گذشتہ پانچ برس سے ہو رہا ہے، اور اس شعبے نے کراچی اشاک اینجینئرنگ 1100 اشاریہ کو بڑے فرق سے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

بلندگرانی اور کم نمو، گزشتہ دو سال کے سیلاب، اور ملک میں روزگار کی سست صورتحال والے ماحول میں صارفی اخراجات کارخانہ غیر فطری معلوم ہوتا ہے۔⁷ ہماری رائے میں اس کا سبب رسمی ملکی معیشت سے باہر پیدا ہونے والی آمدنی ہے، یعنی ترسیلات اور غیر رسمی شعبہ، اور ان دونوں نے معاشی نمو کی معاونت کی ہے۔⁸ اس کے ساتھ ساتھ گھریلو آمدنی اور اخراجات کے لیے گزشتہ برسوں کے دوران کیے جانے والے معاون مالیاتی اقدامات مؤثر ثابت ہوئے۔

ہمارا خیال ہے کہ ملک میں صارفی اخراجات کو بنیادی مہیز دراصل ترسیلات کی نمو سے ملی ہے۔ اس اضافی آمدنی نے مختلف ضروریات اور آسائشوں کی طلب بڑھادی ہے، اور نجی تعمیرات کی سرگرمی کو بھی فروغ دیا ہے۔ اس تناظر میں یہ امر گزیران کن نہیں کہ ملک کے طول و عرض میں متعدد رہائشی منصوبے صرف اور صرف سمندر پار پاکستانیوں کے لیے شروع کیے گئے ہیں۔ درحقیقت پاکستان وہ واحد ملک نہیں ہے جہاں ترسیلات کی آمدن صرف کو نمو بخشی ہے، اس بات کا کافی تجربی ثبوت موجود ہے کہ بیشتر ترقی پذیر ملکوں میں ترسیلات کی آمدنی صرف میں اور جائیداد کی مالکاری سے متعلق سرگرمیوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔⁹

اسی طرح ہماری رائے ہے کہ ایک فعال متوازی معیشت بھی رفتہ رفتہ رسمی شعبے میں صرف کی طلب کے اندر سرایت کرتی جا رہی ہے۔ ”ہاؤس ہولڈنگز کی گریڈڈ اکٹائی سروے (انچ آئی ای ایس) 2011ء کے نتائج سے ثابت ہوتا ہے کہ مئی 2008ء تا 11ء کے دوران آمدنی کے تمام ذرائع میں سے بلند ترین حقیقی اضافہ کاروباری سرگرمیوں (بشمول غیر رسمی شعبے میں خدمات کی صنعت) کی آمدنی سے حاصل ہوا (پاکس 4.1)۔¹⁰



پاکس 4.1: ہاؤس ہولڈنگز کی گریڈڈ اکٹائی سروے (انچ آئی ای ایس) 2008ء اور 2011ء کی جھلکیاں 'انچ آئی ای ایس' کے اعداد و شمار سے شہری گھرانوں کے حقیقی رجحانات پر روشنی پڑتی ہے، خصوصاً مئی 2008ء تا مئی 11ء کے دوران مختلف آمدنی گروپوں میں صرف کے رجحانات میں عدم مساوات کا اندازہ ہوتا ہے۔¹¹

اولاً، سروے کے نتائج سے پتہ چلتا ہے کہ مئی 2002ء تا مئی 07ء کے عرصے کے مقابلے میں مئی 08ء تا مئی 11ء کے عرصے میں گھرانوں کی حقیقی آمدنیوں اور حقیقی صرف میں اضافہ نسبتاً کم ہوا۔

مئی 02ء تا مئی 07ء کے دوران گھریلو شعبے کی اجرتوں اور تنخواہوں کے ساتھ ساتھ مکانات کے کرایوں میں خاصا اضافہ ہوا تھا۔ اس کے برعکس مئی 08ء تا مئی 11ء کے دوران بلند ترین اضافہ کاروباری سرگرمیوں (بشمول غیر رسمی شعبے میں خدمات، اور چھوٹے پیمانے کی اشیا سازی) سے ہونے والی آمدنیوں میں پایا گیا، جو حقیقی معنوں میں سالانہ 4 فیصد کے حساب سے بڑھیں (شکل 4.1.1)۔¹² بیرونی ترسیلات حالیہ برسوں میں ریکارڈ اضافے کی بنا پر دوسرے نمبر پر رہیں۔ دیگر ذرائع سے حقیقی آمدنیاں اس عرصے کے دوران کم دیش کیوں کی توں رہیں۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ شہری گھرانوں کی حقیقی آمدنیوں اور صرف میں اضافہ محض بالائی طبقے بالائی متوسط طبقے (یعنی بلحاظ آمدنی اوّلین 40 فیصد گھرانوں) میں ہوا ہے۔ آمدنی کے لحاظ سے دیگر گروپوں کی حقیقی آمدنیوں اور حقیقی صرف، دونوں میں کمی ہوئی ہے۔

گھرانوں کے صرف کے رجحانات اور بھی چشم کشا ہیں۔ جیسا کہ شکل 4.1.2 بتاتی ہے، شہری آبادی چار سال پہلے کے مقابلے میں خوراک اور لباس پر حقیقی معنوں میں زیادہ خرچ کر رہی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ گھرانوں کے صرف کی

⁷ یہ صرف مئی 2003ء تا 2008ء کے عرصے والی زبردست نمو سے مختلف ہے، تب معیشت بلند نمو کی راہ پر گامزن تھی اور گرانی کا دباؤ بھی کم تھا۔ زبردست نمو کا وہ عرصہ بنیادی طور پر زری تحریک کا نتیجہ تھا جس سے نجی قرضوں، خصوصاً شعبہ صارفین کو قرضوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا تھا۔

⁸ ہماری رائے ہے کہ پاکستان میں رسمی معیشت سے زیادہ تیزی سے غیر رسمی معیشت پھل پھول رہی ہے۔ چنانچہ جی ڈی پی کی نمو ملک میں حقیقی اقتصادی نمو کو پوری طرح ظاہر نہیں کرتی۔

⁹ مثال کے لیے دیکھئے: (2003) 'Are Immigrant Remittance Flows a Source of Capital for Development' IMF Working Paper No. WP/03/189 See for example, IMF Working Paper No. WP/03/189

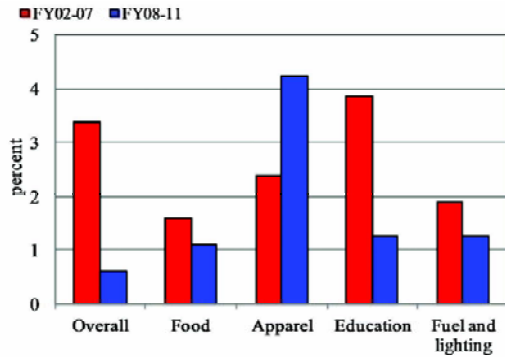
Samir Jahjah اور Connel Fullenkamp، Ralph Chami

¹⁰ انچ آئی ای ایس سروے ہر چار سال بعد کیا جاتا ہے، چنانچہ 2007ء اور 2011ء کے سروے نتائج کا تقابل کیا گیا ہے۔

¹¹ حقیقی صرف معلوم کرنے کے لیے صارف اشاریہ قیمت میں تبدیلی کی بنیاد پر قیمتوں میں تغیر کو ایڈجسٹ کیا جاتا ہے۔ صارف اشاریہ قیمت (قیمت کے دیگر اشاریوں کی طرح) شہروں میں قیمتوں کا ایک سروے ہوتا ہے اور چونکہ دیہی علاقوں میں تبادلے کی تجارت اور کاشتکاری پر انحصار کی بنا پر حقیقی آمدنی اور صرف کے تخمینے کا کوئی موزوں نرخ جاتی نشانیہ (price benchmark) بھی نہیں ہے جس سے دیہی یا مجموعی معیشت کا تخمینہ لگایا جاسکے۔

¹² سروے میں اسے ”دیگر غیر زرعی سرگرمیاں“ کہا گیا ہے۔

شکل 4.1.2: شہری گھرانوں کے حقیقی صرف میں ردوبدل بلحاظ منتخب اشیاء (مربک سالانہ شرح نمو)

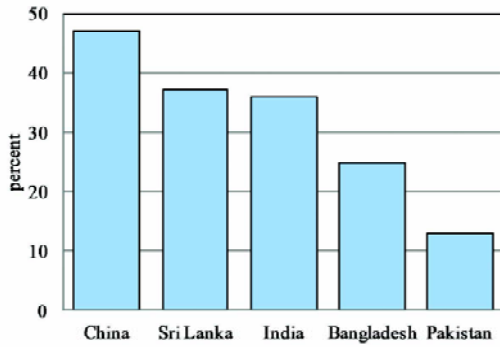


Source: HIES, Pakistan Bureau of Statistics

باسکٹ میں خوراک کا حصہ صرف یہ کہ سب سے بڑا ہے بلکہ یہ بڑھا ہے، یعنی م س 08ء میں 44.2 فیصد سے م س 11ء میں 48.9 فیصد ہو چکا ہے۔ منقولی خواہش بھی بتاتے ہیں کہ پرائس شدہ خوراک، ذہری مصنوعات اور شروبات کی طلب میں اضافہ ہوا ہے۔ دراصل سرمایہ کاری کا اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی تیاری کر رہے ہیں۔¹³

عام طور پر م س 02ء تا م س 07ء عرصے کو صرف میں اضافے اور بھٹکنے پھولنے کا عرصہ قرار دیا جاتا ہے تاہم حقیقتاً اس عرصے کے مقابلے میں م س 08ء تا م س 11ء کے دوران ملبوسات پر خرچ میں حقیقی معنوں میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ اسٹیٹ بینک کی تیسری سہ ماہی رپورٹ برائے 2010-11ء میں ٹیکسٹائل اور ٹیکسٹائل سے منسلک ملکی صنعتوں میں براڈنگ اور ڈیزائننگ کے حوالے سے آنے والی تبدیلی پر بحث کی گئی ہے، اس تبدیلی میں ابلانغی ملبوسات اور صارفین کی بدلتی ہوئی ترجیحات کا بھی دخل ہے۔ تقریباً تمام ہی آمدنی والے گروہوں نے ملبوسات پر اپنے اخراجات بڑھالیے ہیں تاہم بالائی طبقہ اور بالائی متوسط طبقہ یہاں بھی اضافے میں آگے ہے۔

شکل 4.3: علاقائی ملکوں میں سرمایہ کاری بنسبت جی ڈی پی (2011ء)



Source: World Bank databank

ان عوامل کے علاوہ مالیاتی خرچ سے بھی صارفین کے احساسات کو حوصلہ ملا: (i) توانائی اور خوراک کے رعایتی نرخوں نے ان اشیاء کے گھریلو اخراجات کو محدود رکھا جس سے دیگر خرچوں کے لیے گنجائش پیدا ہوئی، (ii) برقی آلات پر فیڈرل ایکسائز ڈیوٹی میں کمی، اور گاڑیوں پر اسٹیشن ایکسائز ڈیوٹی کے خاتمے سے ان کی فروخت بڑھ گئی ہے، اور (iii) پنشن، انکم سپورٹ پروگرام (مثلاً بینظیر انکم سپورٹ پروگرام) پر اضافی حکومتی اخراجات اور دیگر مالی منتقلیوں سے گھریلو آمدنی اور صرف بڑھا ہے۔

4.3 سرمایہ کاری

سرمایہ کاری میں 2008ء کے بحران کے بعد مسلسل چوتھے برس بھی تخفیف جاری رہی۔ م س 12ء میں سرمایہ کاری بنسبت جی ڈی پی 12.5 فیصد تک پہنچ گیا جو بڑے ایشیائی ملکوں میں پست ترین ہے (شکل 4.3)۔ فی الوقت ملکی سرمایہ کاری کے ساتھ ساتھ غیر ملکی سرمایہ کاری بھی ناسازگار ماحول کی بنا پر کمزور ہے جس میں استعداد کا پوری طرح استعمال نہ ہونا، سلامتی کے مسائل، توانائی کی قلت، پست سطح کی سرکاری سرمایہ کاری، منتشر تجارتی پالیسیاں، اور انتظامی مسائل شامل ہیں (شکل 4.4)۔

مسلسل چوتھے سال یعنی م س 12ء میں بھی براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں تخفیف ہوئی۔ واضح رہے کہ ایسا صرف پاکستان کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ ابھرتی اور تبدیل ہوتی ہوئی معیشت کے حامل متعدد ممالک میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری نے اتنی تیزی سے واپسی کا سفر اپنایا کہ اس کا اوسط قبل از بحران کی سطح سے بھی کم رہ گیا،¹⁴ تاہم پاکستان میں یہ اب بھی کمزور رہی ہے (دیکھئے باب 8)۔

¹³ م س 12ء کے دوران جانوروں کی فارمنگ اور خوراک، اناج کی پیداوار، مصنوعات، خوراک اور سبزیوں کی پراسیسنگ، شروبات کی تیاری، اور ذہری مصنوعات وغیرہ کے معینہ سرمایہ کاری قرضوں میں ہونے والے اضافے سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

¹⁴ 2005ء تا 2007ء کی تین سالہ اوسط سطح۔ ماخذ: یو این سی ٹی اے ڈی ورلڈ انویسٹمنٹ رپورٹ 2012ء۔

استعداد کا کم استعمال

میں 12ء کے دوران بڑے پیمانے کی اشیا سازی کے بیشتر کارخانوں نے 50 فیصد سے بھی کم استعداد استعمال کی (جدول 4.2)۔ اس کی اہم وجوہات توانائی کی قلت اور امن و امان کی صورتحال رہی ہے خصوصاً کھاد، فولاد اور شیشہ سازی کے کارخانوں میں۔ تاہم دیگر وجوہات بھی کارفرما ہیں۔

جدول 4.2: پیچیدہ صنعتوں میں استعداد کا استعمال										
فیصد										
صنعت	وزن	میں 10ء	میں 11ء	میں 12ء	صنعت	وزن	میں 10ء	میں 11ء	میں 12ء	صنعت
شکر	5.0	46.1	36.3	40.4	کھاد	6.3	99.7	93.6	72.5	شکر
سگریٹ	3.0	67.9	68.0	64.4	بائیو کھل	0.1	63.9	48.5	37.4	سگریٹ
خوردنی تیل اور گھی	4.8	31.1	31.7	32.6	ڈیزل انجن	0.1	85.0	37.3	11.9	خوردنی تیل اور گھی
گندم کی پیائی	1.4	16.6	18.1	18.9	کاسٹک سوڈا	0.6	41.9	39.5	40.8	گندم کی پیائی
پیٹرولیم مصنوعات	7.7	74.6	73.9	69.6	سوڈا الیش	0.2	80.6	74.4	72.3	پیٹرولیم مصنوعات
کوک	0.1	35.3	31.1	19.9	ریفریجریٹر	0.3	35.6	33.2	35.4	کوک
کار اور چپ	4.0	44.7	49.0	56.3	ڈیپ فریزر	0.2	24.4	10.9	7.0	کار اور چپ
بلی کرشل گاڑی	0.5	38.9	47.9	52.3	ایئر کنڈیشنر	0.1	34.6	25.5	24.0	بلی کرشل گاڑی
ٹرک اور بس	0.2	16.2	13.2	12.7	ٹی وی	0.2	13.7	17.6	10.8	ٹرک اور بس
ٹریکٹر	0.7	95.6	94.5	64.2	کانڈر اور مصنوعات	3.3	47.5	48.6	57.6	ٹریکٹر
دوا تین پیسے والی گاڑی	0.9	76.8	55.8	56.1	چپ بورڈ	0.8	5.1	4.3	5.2	دوا تین پیسے والی گاڑی
گپ آئرن	2.3	39.3	35.2	20.3	شیشے کی چادر	0.1	23.3	18.8	19.9	گپ آئرن
سلائن/ڈالے	2.2	39.1	38.2	37.9	سینٹ	7.5	69.6	69.6	66.6	سلائن/ڈالے
ری رولڈ مصنوعات	3.2	55.6	47.0	36.3						ری رولڈ مصنوعات

ماخذات: اکنامک سروے، پنجاب دفتر شاریات، پی ایس ایم اے، پی وی ایم اے، پی ای ایم اے، اوی اے سی، این ڈی ایف سی، اور اے پی سی ایم اے۔

ہماری رائے میں اقتصادی ماحول سرمایہ کاروں کے لیے دشوار ہو چکا ہے۔ یاد کیا جائے تو پاکستان میں سرمایہ کاری کا عروج میں 07ء میں آیا جب اقتصادی ماحول سہل تھا، شرح سود کم تھی، توانائی کی طلب اور رسد کا فرق معمولی ہونے کے باعث نرخ مستحکم تھے، اور عالمی معیشت پھل پھول رہی تھی۔ تاہم محض ایک سال بعد صورتحال نمایاں طور پر بدل گئی۔ عالمی معیشت میں کساد بازاری آگئی اور پاکستان کو (جسے بڑے پیمانے کے اقتصادی عدم توازن کا سامنا تھا) طلب کم کرنے والی پالیسیاں اپنانی پڑیں جن کا تقاضا تھا کہ شرح سود بڑھائی جائے اور توانائی پر سے زراعت ختم کی جائے۔ بنیادی اہمیت کی اشیا سازی کے چند شعبوں کے ساتھ ہماری گفتگو سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ نئے قائم ہونے والے کئی کاروبار دو سال کے اندر ناقابل عمل ہو کر رہ گئے، اکثر کاروبار باری منصوبے عالمی کساد بازاری، اور ملک میں ایندھن اور مالی لاگتیں خاصی بڑھ جانے کے باعث ہدف پورا نہ کر سکے۔ سینٹ ساز اداروں نے غلجی ملکوں میں رینل اسٹیٹ کی ترقی کا تسلسل جاری رہنے کی توقع پر اپنی استعداد بڑھائی تھی، تاہم نتائج توقع کے برعکس رہے۔

کاروبار میں بے یقینی

سرمایہ کار دشوار اقتصادی ماحول کے ساتھ ساتھ مختلف شعبوں (مثلاً کھاد اور سی این جی) سے مخصوص پالیسیوں سے بھی آگاہ ہیں اور پاکستان کی تجارتی پالیسیوں کی سمت پر بھی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کی تجارتی پالیسیوں کا معاملہ ہے تو بہت سے سرمایہ کار بھارت کے ساتھ تجارتی آزاد کاری کی حالیہ پیش رفت پر شکوک و شبہات رکھتے ہیں لہذا وہ کوئی ٹھوس موقف اپنانے میں متذبذب ہیں۔ نیز بعض کاروباری گروپوں کو خوف ہے کہ منڈی میں بھارتی مصنوعات ان کی مصنوعات کی جگہ لے لیں گی، خصوصاً وہ گروپ جو منڈی پر اپنی اجارہ داری کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس بات کا امکان ہے کہ پاکستان کو یورپی یونین سے ”جز لائزڈ سسٹم آف پرفرنس پلس“ (GSP+) کا درجہ مل جائے۔¹⁵ ایسا ہو گیا تو پاکستانی فرمیں بغیر کسی ڈیوٹی کے یورپی یونین کو برآمدات بھیج سکیں گی۔

¹⁵ جی ایس پی ٹریڈ پالیسیوں کی جانب سے دی جانے والی سہولت ہے جس کے تحت ترقی پذیر ملکوں کو کم ڈیوٹیوں پر درآمدات یورپی یونین بھجوانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کم ترقی یافتہ ملکوں کے لیے ایک اور سہولت ای بی ای اے ہے یعنی ایوری تھنگ بٹ آرمرز (اسکے سوا ہر چیز)۔ اس کے تحت یہ ممکن ہے کہ اپنی مصنوعات ڈیوٹی کے بغیر اور کوٹا کے بغیر یورپی یونین کو بھجوا سکتے ہیں۔ اس سہولت کا مقصد ان ملکوں کو برآمدات بڑھانے اور نمو کے فروغ میں مدد دینا ہے۔ پاکستان چونکہ ترقی پذیر ملک ہے اس لیے ای بی ای اے کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا، چنانچہ یورپی منڈی میں بگدریش اور کوٹا یا جیسے کم ترقی یافتہ ملکوں کو دیگر ملکوں پر سابق برتری ملتی ہے۔ بہر حال یورپی یونین یکم جنوری 2014ء سے ایک نظر ثانی شدہ اسکیم جی ایس پی پلس متعارف کر رہی ہے جس کے تحت چند ترقی پذیر ممالک یورپی یونین کو ڈیوٹی کے بغیر اور کوٹا کے بغیر برآمدات بھیج سکیں گے، اہلیت کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ یہ ممالک زبردستی کے معیار (vulnerability criterion) کو پورا کرتے ہیں یا نہیں۔ پاکستان کے منتخب ہونے کے قوی امکانات ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: GSP and EPAs key issues، Ramdoo/Isabelle، یورپین سینٹر فار ڈیولپمنٹ پالیسی مینجمنٹ۔ نیز یورپی کمیشن کی ویب سائٹ ملاحظہ کیجئے۔

سرکاری سرمایہ کاری کی پست سطح

سرکاری شعبے کی پست سرمایہ کاری سے بھی ملک میں سرمایہ کاری کی کم سطح کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے، حکومت سرمایہ کاری سے زیادہ جاری اخراجات پر خرچ کر رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نجی سرمایہ کاری کے لیے گنجائش پیدا کرنے کے بجائے اس گنجائش کو ختم کر رہی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ وہ اپنا مالیاتی خسارہ پورا کرنے کے لیے کمرشل بینکوں سے بھاری قرض گیری کر رہی ہے (تفصیلات کے لیے دیکھئے باب 5)۔

انتظامی اظہار

اگر پاکستان براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کو اپنی جانب راغب نہیں کر سکا ہے تو اس کی وجوہات دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ ملک کے انتظامی امور میں بھی تلاش کی جاسکتی ہیں۔ عالمی بینک کے انتظامی اظہار (Governance Indicators) یہ ثابت کرتے ہیں کہ پاکستان اپنے ہم سر علاقائی ملکوں بھارت، سری لنکا اور انڈونیشیا کے مقابلے میں عمدہ کارکردگی نہیں دکھا سکا ہے۔ مثال کے طور پر سیاسی استحکام، تشدد کی عدم موجودگی کے اظہار کے لحاظ سے پاکستان کی کارکردگی اچھی نہیں ہے۔ پاکستان اگر براہ راست بیرونی سرمایہ کاری بڑھانے کا ہم سر ملکوں کی نسبت فائدہ نہیں اٹھا سکا ہے تو ہماری رائے میں اس کی بہت سی وجوہات ہیں سے ایک وجہ عالمی سطح پر پاکستان کا خراب تاثر بھی ہے۔

بلحاظ شعبہ سرمایہ کاری

سرمایہ کاری میں کی وسیع الہیاد رہی ہے اور تقریباً تمام شعبوں میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر م س 12ء میں زرعی شعبے میں سرمایہ کاری 7.6 فیصد کم ہوئی جبکہ م س 11ء میں معمولی سا اضافہ ہوا تھا۔ حالانکہ کارپوریٹ فارمنگ، ڈیری مصنوعات، ذخیرہ کاری، فوڈ پراسیسنگ، سپلائی چین وغیرہ جیسے شعبوں میں نمو کے امکانات موجود تھے۔

بیرونی سرمایہ کاروں اور ملکی کاروباری اداروں نے ہمارے زرعی شعبے میں سرمایہ لگانے اور پوشیدہ امکانات تلاش کرنے میں گہری دلچسپی ظاہر کی ہے۔ اس بات کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ زراعت پر مبنی متعدد صنعتوں کے لیے معینہ سرمایہ کاری قرضوں میں اضافہ دیکھا گیا ہے اور ان سرگرمیوں کے لیے جو قرضے م س 11ء میں 3.1 ارب روپے تھے وہ م س 12ء میں 10.5 ارب روپے تک جا پہنچے۔ حکومت دیہی علاقوں میں لازمی بنیادی ڈھانچے کے لیے سازگار پالیسیاں بنائے تو نجی سرمایہ کاروں کو اس طرف آنے کی ترغیب ملے گی۔

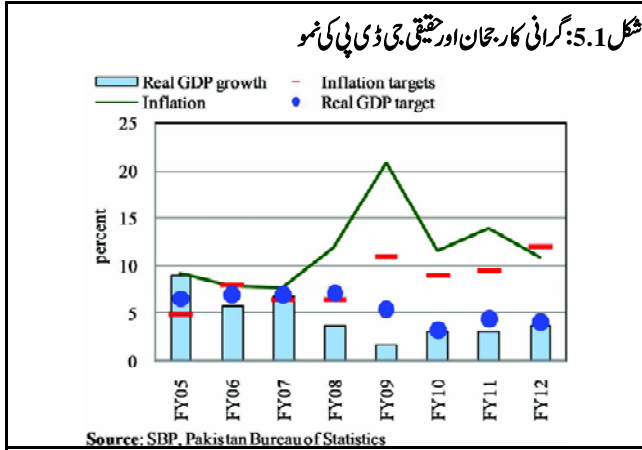
جدول 4.3: پاکستان میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی آمد بلحاظ شعبہ					
ملین ڈالر					
م س 12ء	م س 11ء	م س 10ء	م س 09ء	م س 08ء	
40.7	68.1	108.2	195.3	66.5	خوراک
30.3	25.0	27.8	36.6	30.1	یکسٹائل
112.8	30.7	121.0	99.2	105.4	کیمیکل
14.7	-18.4	104.5	132.1	74.5	پیٹرولیم کی صفائی
612.8	512.2	740.6	775.1	634.8	تیل اور گیس کی تلاش
-11.0	65.2	-1.2	32.6	102.5	سینٹ
3.1	6.2	15.9	18.2	24.2	مشینری
22.8	15.9	23.5	22.6	27.6	برقی مصنوعات
31.6	113.4	33.2	175.6	184.5	گاڑیاں
-84.9	155.8	-120.6	119.8	70.3	بجلی
71.8	60.8	101.6	92.5	88.5	تغییرات
25.3	53.0	117.0	165.7	175.5	تجارت
-315.3	-34.1	291.4	879.1	1625.3	مواصلات
56.4	246.9	163.0	707.4	1607.6	مالیات
201.5	272.9	424.9	269.9	335.5	متفرق
812.6	1573.6	2150.8	3721.8	5152.8	مجموعہ
ماخذ: بینک دولت پاکستان					

م 12ء کے دوران صنعتی گروپوں میں سے صرف تعمیراتی شعبے میں سرمایہ کاری مثبت یعنی 12.3 فیصد نمورہی جس میں بنیادی کردار سرکاری شعبے میں ترقیاتی کاموں اور کارکنوں کی ترسیلات نے ادا کیا۔ دیگر شعبوں مثلاً بڑے پیمانے کی اشیا سازی، کان کنی اور کوہ کنی، اور بجلی و گیس کی تقسیم جیسے شعبوں میں سرمایہ کاری میں م 12ء کے دوران کی آئی۔ صنعتی شعبے میں حقیقی سرمایہ کاری دراصل گزشتہ پانچ سال سے گرتی چلی آئی ہے، اور نتیجتاً سرمایہ کاری بہ نسبت جی ڈی پی گری ہے جو م 07ء میں 19.9 فیصد تھی اور م 12ء میں 9.3 فیصد رہ گئی۔

سب سے تشویشناک بات یہ ہے کہ ذیلی شعبوں بجلی اور مواصلات سے براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کا خالص انخلا عمل میں آیا ہے (جدول 4.3)۔ خصوصاً ٹیلی مواصلات براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کی اہلیت رکھنے والا شعبہ رہا ہے، تاہم منڈی کی سیرشدگی اور تھری جی لائنوں کی نیلامی میں تاخیر کے سبب اب یہاں سے بھی منافع کی واپسی اور بیرونی قرضوں کی ادائیگی کی وجہ سے خالص انخلا دیکھا جا رہا ہے۔

5 گرائی اور زری پالیسی

5.1 عمومی جائزہ



پانچ سال میں پہلی بار مالی سال 12ء کی حقیقی گرائی سالانہ ہدف سے کم ہو گئی (شکل 5.1)۔ اس کے علاوہ اقتصادی سرگرمیوں میں معمولی بہتری دیکھنے میں آئی جو اس سال کی اہم خصوصیات میں سے ہے۔ ان تبدیلیوں کے باوجود معیشت کمزور نمو اور بلند گرائی والے حالات سے نکلنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ صورتحال مرکزی بینک کے لیے دشوار گزار ہے، گرائی کا دباؤ کم کرنے کے اقدامات سے اقتصادی سرگرمی میں آنے والی معمولی بہتری میں رکاوٹ پڑنے کا خدشہ ہے۔ اسٹیٹ بینک ان اقدامات کے حسن وفتح سے آگاہ ہے چنانچہ اس نے ہر وہ ممکنہ اقدامات کیے جو اقتصادی نمو میں معاون ہوں۔

وسیع تر مفہوم میں اسٹیٹ بینک نے م س 12ء میں گنجائش پیدا کرنے والی (accommodative) زری پالیسی اپنائی۔ دوران مالیاتی سال زری پالیسی کے اولین اعلانات میں پالیسی ریٹ میں مجموعی طور پر 200 بیس پوائنٹس کمی کی گئی۔¹ تاہم سال کے ابتدائی مہینوں کے دوران بیرونی شعبے سے ظہور پذیر خطرات متحکم ہونے پر اسٹیٹ بینک کو پالیسی ریٹ میں مزید کمی کو ملاتی کرنا پڑا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسٹیٹ بینک کی رقوم پر بڑھتے ہوئے حکومتی انحصار سے زری انتظام بھی دشوار تر ہوتا گیا۔

شرح سود گرنے کے باوجود م س 12ء میں مجموعی زری توسیع کم ہونے لگی۔² اس کی بڑی وجہ بیرونی کھاتے میں ہونے والی ابتری تھی۔ نتیجتاً زرمبادلہ کے ذخائر میں آنے والی کمی نے بازار زر سے روپے کی سیالیت کو جذب کر لیا۔ اس کے علاوہ کمرشل بینکوں سے بڑھتی ہوئی سرکاری قرض گیری سے نظام میں سیالیت کے ادخال کی ضرورت اجاگر ہوتی ہے تاکہ بازار زر کی صورتحال کو پرسکون رکھا جاسکے۔ یہ امر حیرت انگیز نہیں ہے کہ بازار زر کے سودوں کا حجم سال کے دوران (یکطرفہ طور پر) تیزی سے بڑھ گیا (شکل 5.2)۔³

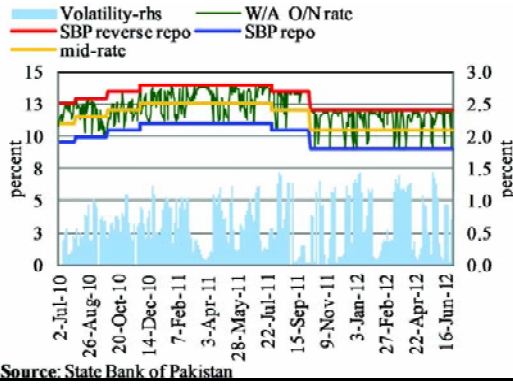
تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ بہ وزن اوسط شبینہ نرخ شرح سود کے کوریڈور کی بالائی حد کے قریب براہمان رہے باوجود یکہ بازار زر کے سودوں کے ذریعے سیالیت کا مسلسل ادخال کیا جاتا رہا (شکل 5.3)۔ خط یافت کے عین ابتدائی سرے پر شرح ہائے سود میں یہ نزولی پختگی (downward rigidity) منڈی کی دیگر شرح ہائے سود میں بھی، بشمول کمرشل بینکوں کی شرح سود کے، نمایاں ہے۔ خاص طور پر پالیسی ریٹ میں 200 بی پی ایس کوٹو کے بعد کمرشل بینکوں کی بہ وزن اوسط شرح ہائے سود میں 112 بی پی ایس کی کمی دیکھی گئی اور وہ جون 2012ء تک 13.1 فیصد رہ گئی جبکہ جون 2011ء میں وہ 14.2 فیصد تھی۔

¹ 31 جولائی 2011ء کو جاری کردہ پہلے زری پالیسی بیان میں پالیسی ریٹ 50 بی پی ایس کم کر کے 13.5 فیصد کر دیا گیا۔ 17 اکتوبر 2011ء کو دوسرے پالیسی بیان میں 150 بیس پوائنٹس کی زیادہ جارحانہ کوٹو کا اعلان کیا گیا۔

² نظری لحاظ سے شرح سود میں تبدیلیوں اور زری توسیع میں بالکس تناسب ہونا چاہیے۔

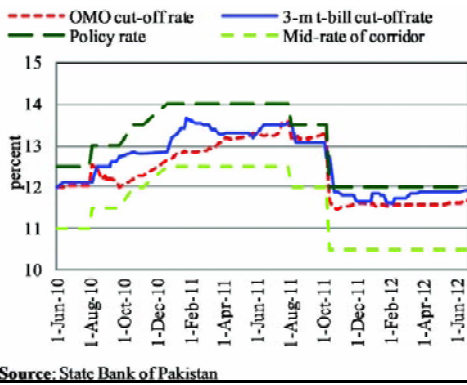
³ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اسٹیٹ بینک کی جانب سے عارضی سیالی تعاون گرائی کی ماکاری کے سادی ہوتا ہے۔

شکل 5.3: پالیسی ریٹ میں ردوبدل



دراصل قرض گیری کی بھاری سرکاری ضروریات کے پیش نظر کمرشل بینکوں کے پاس یہ ترغیب نہ تھی کہ وہ ڈسکاؤنٹ ریٹ میں کوئی کے مطابق شرح قرض گاری میں بھی کمی لاتے، اور قوم کا رخ نجی شعبے کی طرف موڑتے۔ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ بینکوں نے اسٹیٹ بینک سے لی گئی سیالیت کو حکومت کو قرضے دینے میں استعمال کیا۔ عملاً ایسا کرنا کمرشل بینکوں کے نقطہ نظر سے قابل فہم ہے بشرطیکہ منڈی میں سیالیت دستیاب ہو اور ٹی بل کی قطع شرح سود سے کم شرح پر مل سکتی ہو۔ تین ماہی ٹی بل اور بازار زر کے سودوں، دونوں کی قطع شرح سود کے مابین تفاوت کے باعث کمرشل بینکوں نے سال کے بیشتر عرصے یہی کیا (شکل 5.4)۔

شکل 5.4: ٹی بلز کی اور بازار زر کے سودوں کی قطع شرح سود



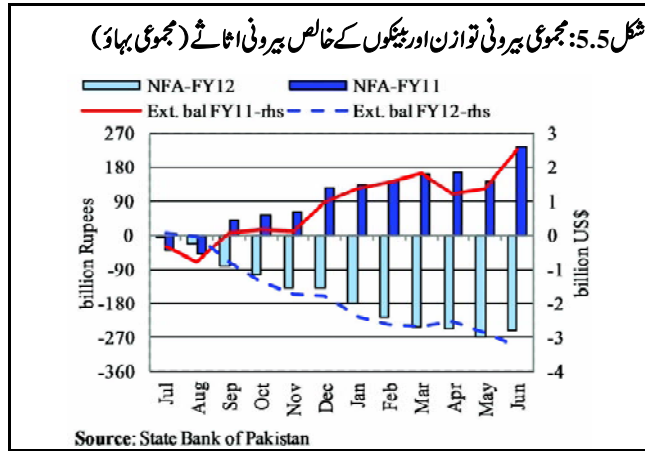
میں 12ء میں حکومت کی قرض گیری کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ بینکوں سے میزانیہ مالکاری کا حجم 46.1 فیصد بڑھ کر 38 کھرب روپے تک جا پہنچا۔ 4 جہاں تک بینکوں کا تعلق ہے میزانیہ مالکاری کے لیے کمرشل بینکوں کی قرض گاری میں 12ء سمیت حالیہ برسوں میں خاصی بڑھ چکی ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا (میں 07ء میں) میزانیہ قرض گیری کا حجم نجی شعبے کے قرضے کے 18.8 فیصد کے مساوی تھا، جبکہ میں 12ء کے اختتام پر یہ تناسب بڑھ کر 62 فیصد ہو چکا ہے۔

میزانیہ مالکاری کے علاوہ اجناس کی خریداری کے لیے سرکاری قرض گیری اور سرکاری اداروں کو بینکوں کے قرضے (جن میں عموماً حکومت ضامن ہوتی ہے) کی وجہ سے بھی سرکاری شعبے کے لیے بینکوں کا اکتشاف بڑھ چکا ہے۔ یہ اگرچہ بینکوں کے نقطہ نظر سے قابل فہم ہے تاہم بینکوں کی بیلنس شیٹ کے بدلتے ہوئے اجزائے ترکیبی باعث تشویش ہیں کیونکہ بینک نجی بچت کاروں اور سرمایہ کاروں کے مابین وساطتی عمل کی انجام دہی سے دور ہو رہے ہیں۔

قرضوں کے اجرا میں بینکوں کی حکمت عملی تبدیل ہونے، اور قوم کے لیے حکومت کی اشتہا کی بنا پر نجی شعبہ نظر انداز معلوم ہو رہا ہے۔ اس سال بھی نجی شعبے کو قرضے کا اجرا متاثر رہا۔ نجی شعبے کو بحیثیت مجموعی قرضے میں گزشتہ سال کی نسبت جو معمولی سی بہتری دکھائی دے رہی ہے اس کی بنیادی وجہ غیر بینک مالی اداروں (خصوصاً میوچل فنڈز) کو بینکوں کی قرض گاری (اور سرمایہ کاری) ہے، جو ان میں سے بیشتر قوم کو دوبارہ سرکاری ٹی بلوں میں لگا دیتے ہیں۔ نتیجتاً نجی شعبے کے کاروباری اداروں کو قرضے دوران سال ایک فیصد سے بھی کم شرح سے بڑھے، جو کہ میں 08ء کے بعد سے پست ترین شرح نمونہ ہے۔

مستقبل کے حوالے سے، میں 13ء کے ابتدائی مہینوں میں اسٹیٹ بینک کی اپنے پالیسی ریٹ میں 250 بیس پوائنٹس کوئی کے بعد اسے 9.5 فیصد تک لانے کا جزوی مقصد یہ ہے کہ معیشت میں نجی سرمایہ کاری کو بحال کیا جائے۔ میں 12ء میں جو معمولی سی بحالی ہوئی ہے، توقع ہے کہ اسے مستحکم کرنے میں بھی یہ فیصلہ مدد دے گا۔ علاوہ ازیں، حکومت نے رقوم کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ، مرکزی بینک سے سرکاری قرض گیری کا حجم محدود رکھنے کی غرض سے اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء میں ترمیم بھی کی ہے۔ ہر سہ ماہی کے خاتمے پر اسٹیٹ بینک سے قرض گیری کی سطح صفر پر لانے کی شرط ایکٹ میں واضح طور پر درج کی گئی ہے۔ نیز اپریل 2011ء سے آٹھ سال کے اندر اندر حکومت اسٹیٹ بینک سے لیے گئے تمام قرضے واپس کرنے کی بھی پابند ہے۔ ایکٹ کی ان ترمیم کے وسط سے طویل مدتی اثرات کی جانچنی الجالی قبل از وقت ہے (کیونکہ ترمیم مارچ 2012ء میں منظور کی گئیں)، تاہم میں 12ء کی آخری سہ ماہی میں سہ ماہی قرض گیری صفر پر رکھنے میں ناکامی ہوئی۔ مالیاتی مقتدرہ اسٹیٹ بینک سے قرض گیری محدود رکھنے میں پر خلوص عزم کا مظاہرہ کرے تو نہ صرف اس کی سہا بہتر ہوگی بلکہ گرانہ کی توقعات سے نمٹنا اسٹیٹ بینک کے لیے آسان ہوگا۔ اس تناظر میں میں 13ء کی پہلی سہ ماہی کے دوران اسٹیٹ بینک سے سرکاری قرض گیری پر مقررہ حد کی پابندی مثبت پیش رفت ہے۔

4 بی ڈی پی کے لحاظ سے میزانیہ مالکاری کے لیے سرکاری قرض گیری میں 12ء کے اختتام تک 18.4 فیصد ہو گئی جبکہ گزشتہ برس 14.4 فیصد تھی۔



5.2 زری مجموعے

م 12ء میں زری توسیع کی رسد میں نمو معمولی سی کم ہوئی اور ایسا م 09ء کے بعد پہلی بار ہوا۔ یہ کمی کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ ساری کی ساری بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں میں ہونے والی کمی کا نتیجہ ہے۔ دوسری طرف م 12ء میں خالص ملکی اثاثوں میں 20.3 فیصد اضافہ ہوا جو م 11ء میں ہونے والے 13.1 فیصد اضافے سے زیادہ ہی ہے۔ م 12ء میں زری توسیع کے محرکات جدول 5.1 میں بتائے گئے ہیں۔

5.2.1 خالص بیرونی اثاثے

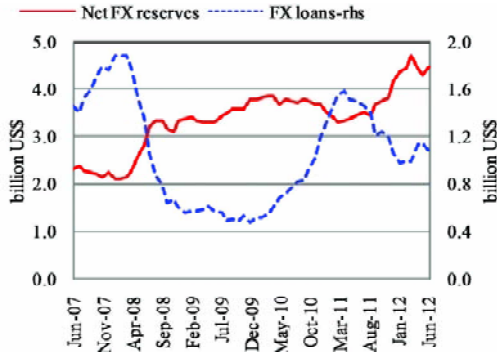
دوران سال زری انتظام کا چیلنج بحیثیت مجموعی م 12ء میں 3.3 ارب ڈالر کے بیرونی کھاتے کے خسارے سے عیاں ہے جبکہ م 11ء میں 2.5 ارب ڈالر کی فاضل رقم موجود تھی (شکل 5.5)۔

جدول 5.1: زری مجموعوں میں تبدیلیاں					
تبدیلی ارب روپوں میں، نمو فیصد میں					
مجموعی سال سال نمو		جولائی تا جون کے دوران مطلق تبدیلی			
م 12ء	م 11ء	م 12ء	م 11ء	م 10ء	
14.1	15.9	946.6	918.0	640.0	زری توسیع (زر)
-32.5	43.1	-253.6	235.0	49.4	خالص بیرونی اثاثے
-36.7	62.1	-225.4	235.3	75.9	اسٹیٹ بینک
-17.0	-0.2	-28.2	-0.3	-26.4	جدولی بینک
20.3	13.1	1200.2	683.0	590.6	خالص ملکی اثاثے
45.8	4.9	474.9	48.7	86.4	اسٹیٹ بینک
14.9	14.9	725.3	634.3	504.2	جدولی بینک
جس میں سے					
41.0	23.7	1237.4	579.6	406.6	سرکاری قرض گیری
46.1	29.3	1198.3	590.2	330.4	برائے میزانیہ مالکاری
42.1	-0.7	505.3	-8.0	44.0	اسٹیٹ بینک
49.5	74.5	692.9	598.2	286.4	جدولی بینک
9.7	-3.8	38.6	-15.7	77.0	اجناس کی خریداریاں
3.0	4.7	105.4	158.5	198.8	غیر سرکاری شعبہ
7.5	4.0	235.2	121.3	112.9	غنی شعبے کو قرضہ
-33.7	10.3	-130.5	36.3	85.0	سرکاری شعبے کے اداروں کو قرضہ
21.8	9.2	-142.6	-55.1	-14.9	دیگر اجزاء کی خالص رقم
ماخذ: بینک دولت پاکستان					

بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں کے سکڑاؤ کا بنیادی سبب اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے گرتے ہوئے ذخائر تھے۔ اس کی کمی کی اہم وجوہات یہ ہیں: بیرونی مالی قوم کا ترک جانا، آئی ایم ایف کے قرضوں کی واپسی، اور منڈی کے ساتھ اسٹیٹ بینک کا تعاون۔⁵

مجموعی خالص بیرونی اثاثوں میں ہونے والی خالص کمی میں کمرشل بینکوں کا بھی حصہ ہے۔ دوران سال کمرشل بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں میں 28.2 ارب روپے کمی ہوئی۔ کم واضح رہے کہ زرمبادلہ منڈی میں اسٹیٹ بینک کی مداخلت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شرح مبادلہ میں زیادہ اتار چڑھاؤ کو کم کیا جائے نہ کہ شرح مبادلہ کو کسی خاص سطح پر برقرار رکھا جائے۔ م 12ء کے دوران ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں 9.1 فیصد کمی سے بھی اس دلیل کی وضاحت ہوتی ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے باب 8۔

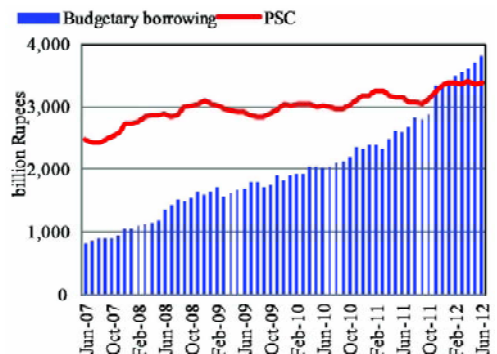
شکل 5.6: کمرشل بینکوں کے زرمبادلہ کے خالص ذخائر



Source: State Bank of Pakistan

از کم ظاہری حد تک یہ امر حیرت انگیز ہے کیونکہ م س 12ء کے دوران کمرشل بینکوں کے زرمبادلہ کے خالص سیال ذخائر میں ایک ارب ڈالر کا معقول اضافہ ہوا۔ تشریحی مسائل کے سبب پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔ کمرشل بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں سے بیرون ملک مقیم افراد پر ان کے خالص دعووں کی عکاسی ہوتی ہے، جبکہ خالص زرمبادلہ ذخائر ان کے سیال اثاثے ہیں جو بیرونی کرنسی میں ظاہر ہوتے ہیں۔⁶ اس کا مطلب ہے کہ بیرونی کرنسی کھاتوں (جنہیں عام طور پر ایف ای 25 ڈپازٹس کہا جاتا ہے) کی ملکیت اور ان کا مصرف، کمرشل بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں پر جو اثرات ڈالتا ہے وہ خالص سیال زرمبادلہ ذخائر کی تحویل سے مختلف ہوتے ہیں۔⁷

شکل 5.7: حکومت کی میزانیہ قرض گیری، بمقابلہ نجی شعبے کا قرضہ



Source: State Bank of Pakistan

بیرونی کرنسی امانتوں کی ملکیت کے حوالے سے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ بیرونی کرنسی کھاتوں میں ہونے والے اضافے کا نصف سے زائد غیر اقامتی افراد کی طرف سے آیا جس سے غیر اقامتی افراد کی طرف کمرشل بینکوں کے واجبات بڑھ گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بینکوں کی پاکستان سے باہر رکھی گئی رقم گھٹنے سے بھی غیر اقامتی افراد پر کمرشل بینکوں کے خالص دعووں میں کمی آگئی ہے، جس کے نتیجے میں کمرشل بینکوں کے خالص بیرونی اثاثوں میں خالص کمی آگئی۔

5.2.2 خالص ملکی اثاثے

م س 12ء کے دوران ساری کی ساری زری توسیع بینکوں کے خالص ملکی اثاثوں میں اضافے کی بنا پر ہوئی۔ جہاں تک خالص ملکی اثاثوں کے اجزائے ترکیبی کا تعلق ہے تو اس میں سرکاری قرض گیری نے سب سے اہم کردار ادا کیا، جبکہ نجی شعبے کو قرضے میں اضافہ دھیمار باجوش⁸ 5.7 سے ظاہر ہے۔

سرکاری شعبے کی قرض گیری

بینکوں کے خالص ملکی اثاثوں میں جو رد و بدل ہوا وہ تقریباً تمام کا تمام سرکاری قرض گیری کے نتیجے میں ہوا۔ م س 12ء کے دوران اس میں 12 کھرب روپے کا اضافہ ہوا جبکہ م س 11ء میں یہ 579.6 ارب روپے تھا۔ سرکاری قرض گیری میں میزانی مالکاری 89.2 فیصد اضافے کی ذمہ دار ہے جبکہ بقیہ قرض گیری اجناس کی سرگرمیوں کے لیے ہوئی۔ حجم کے لحاظ سے، بینکوں سے سرکاری شعبے کی قرض گیری کی واجب الادا رقم غیر سرکاری شعبے کو قرضے سے تجاوز کر گئی ہے (شکل 5.7)۔⁸ اگرچہ نجی شعبے کے قرضے کی طلب کئی عوامل کی بنا پر دھیمی ہے (اس موضوع پر مزید بحث آگے ہوگی)، تاہم ان حالات کے جنم لینے میں سرکاری قرض گیری کا اثر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔⁹

میزانیہ قرض گیری: یکبارگی اور مزید

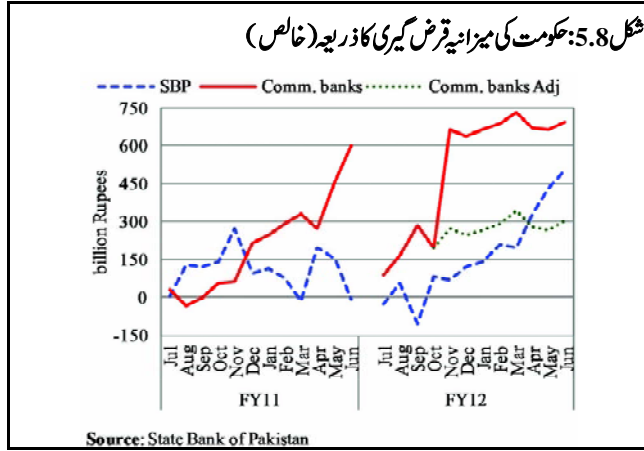
م س 12ء کے دوران بینکوں سے حکومت کی مجموعی میزانیہ قرض گیری گزشتہ سال کے مقابلے میں گنی ہو گئی، کیونکہ اس نے 1198.3 ارب روپے قرض لیا جبکہ م س 11ء کے دوران

6 کمرشل بینکوں کے زرمبادلہ کے خالص سیال ذخائر میں ایف ای 25 امانتوں کے عوض کی جانے والی تجارتی مالکاری شامل نہیں کی جاتی۔

7 مثال کے طور پر بیرونی کرنسی امانتوں کے استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ م س 12ء کے دوران تجارتی مالکاری کی غرض سے بیرونی کرنسی قرضوں میں 42 کروڑ 30 لاکھ ڈالر کی خالص واپسی ہوئی جبکہ م س 11ء میں 77 کروڑ 80 لاکھ ڈالر کا خالص اضافہ ہوا تھا۔ اس صورتحال سے کمرشل بینکوں کی پاکستان سے باہر رکھی ہوئی رقم میں اضافہ ہوا جس سے انہیں زرمبادلہ کے ذخائر اکٹھا کرنے میں مدد ملی (شکل 5.6)۔

8 غیر سرکاری شعبے قرضوں میں نجی شعبے کو قرضے (بشمول سرمایہ کاری)، سرکاری شعبے کے اداروں اور مالی اداروں کو قرضے شامل ہیں۔

9 اس امر کو واضح کرنے کے لیے قرضہ منڈی میں سے حکومت کو الگ کر لینا چاہیے اور سیالیت کو بینکوں میں رکھنا چاہیے۔ اس سے شرح سود میں کمی کے لیے دباؤ پڑے گا اور نجی شعبے کی کاروباری سرگرمیوں کے ساتھ معاونت ہوگی۔



590.2 ارب روپے قرض لیا تھا۔ حالیہ اضافے میں 391 ارب روپے کا یکبارگی ردوبدل بھی شامل ہے جسے سرکاری شعبے کے اداروں اور اجناس کی خریداری کے اداروں کی اکٹھی ہونے والی زراعت و بقایا جات کے تصفیے کے لیے استعمال کیا گیا۔ اس یکبارگی رقم کا لحاظ رکھنے کے بعد بھی میزانی مالکاری م س 12ء میں 807.3 ارب روپے رہی جو کہ گذشتہ سال سے خاصی زائد ہے (شکل 5.8)۔¹⁰

میزانی قرض گیری کے ذرائع سے تسکین کی بحالی کا پتہ چلتا ہے:

مالی سال کے ہر گذرتے دن کے ساتھ اسٹیٹ بینک کی رقم پر حکومت کا انحصار بڑھتا گیا۔ م س 12ء کی چوتھی سہ ماہی میں حکومت کا رخ کمرشل بینکوں سے ہٹ کر اسٹیٹ بینک کی جانب ہو گیا۔ پورے مالی سال کے دوران حکام نے اسٹیٹ بینک سے 505.3 ارب روپے قرضہ لیا جبکہ م س 11ء میں اس نے قرضوں کے خالص 8 ارب روپے واپس کیے تھے۔ دوسری جانب، م س 12ء میں کمرشل بینکوں سے حکومت کی قرض گیری (یکبارگی ردوبدل کو منہا کرنے کے بعد) 301.9 ارب روپے رہی، جبکہ م س 11ء میں 598.2 ارب روپے رہی تھی۔ اس طرح کمرشل بینک سرکاری شعبے کے اداروں اور اجناسی مالکاری کو قرضے دینے کے قابل ہوئے (اس موضوع پر تفصیل آگے آئے گی)۔

اسٹیٹ بینک سے سہ ماہی قرض گیری پر تحدید:

اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء کی نئی دفعہ 9 سی وفاقی حکومت پر اسٹیٹ بینک سے قرض گیری پر تحدید عائد کرتی ہے۔¹¹ اس ایکٹ میں دو طرح کی تحدیدات ہیں۔ اول، وفاقی حکومت کی اسٹیٹ بینک سے قرض گیری محدود کرنے کے لیے سہ ماہی قرض گیری کی سطح خالص بنیاد پر صفر رکھنے کو کہا گیا ہے۔ اس طرح اب وفاقی حکومت اسٹیٹ بینک سے لیا گیا تمام قرضہ ہر سہ ماہی کے اختتام تک پوری طرح لوٹا دینے کی پابند ہے۔¹² دوسری تحدید کا تعلق اسٹیٹ بینک سے سرکاری قرض گیری کے حجم کے ساتھ ہے۔ ایکٹ میں کہا گیا ہے ”وفاقی حکومت بینک (اسٹیٹ بینک) کا 30 اپریل 2011ء تک واجب الادا قرضہ اس تاریخ کے آٹھ سال کے اندر اندر لوٹا دے گی“۔ سرکاری قرض گیری پر مؤخر الذکر تحدید کی مختلف تشریحات اس لحاظ سے ممکن ہیں کہ اس کا نظام الاوقات کیا ہوگا تاہم پہلی، یعنی سہ ماہی قرض گیری پر تحدید صاف اور واضح لفظوں میں بیان کی جا چکی ہے۔ م س 12ء کی چوتھی سہ ماہی میں اسٹیٹ بینک سے 306.3 ارب روپے کی میزانیہ قرض گیری سہ ماہی حد کی خلاف ورزی ہے۔¹³

اجناسی مالکاری کے لیے سرکاری قرض گیری

حکومت نے میزانی مالکاری کے علاوہ اجناس کی خرید و فروخت کے لیے بھی کمرشل بینکوں سے قرضہ لیا۔ حالیہ برسوں میں ان قرضوں کی واجب الادا رقم میں خاصا اضافہ دیکھا گیا ہے حالانکہ ان کی نوعیت خود تیلی (self-liquidating) ہے۔ خریداری کرنے والے اداروں کو حکومت کی جانب سے اکٹھی ہو جانے والی زراعت کے تصفیے کی غرض سے 78 ارب روپے جاری کیے جانے کے باوجود م س 12ء میں اجناسی مالکاری کا حجم 9.7 فیصد (38.6 ارب روپے) بڑھ کر 438.1 ارب روپے ہو گیا۔ نیز، م س 12ء کے دوران ہونے والی یہ خالص توسیع گذشتہ سال 14.7 ارب روپے کی خالص واپسی کے بالکل برعکس ہے (شکل 5.9)۔ تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ توسیع گندم کی خریداری کے لیے اضافی قرض گیری کی بنا پر ہوئی۔

م س 12ء میں حکومت نے گندم کی سرکاری قیمت نہ صرف 950 سے بڑھا کر 1050 فی 40 کلوگرام کر دی بلکہ خریداری کا ہدف بھی 77 لاکھ ٹن کر دیا جبکہ گذشتہ سال 62 لاکھ ٹن گندم

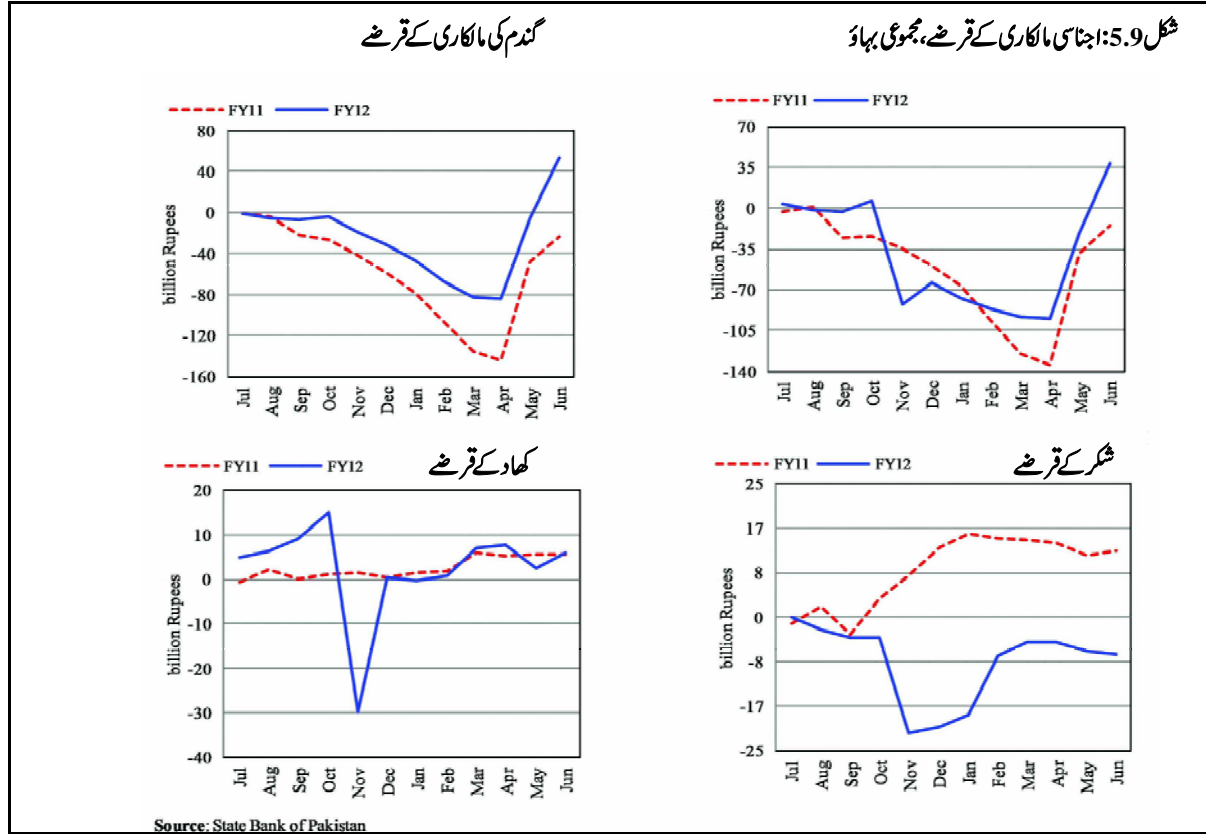
¹⁰ مالیاتی اقدامات پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے باب 6۔

¹¹ 2012ء کا ایکٹ IX مورخہ 13 مارچ 2012ء۔

¹² اس تناظر میں واحد استثناء رائے کے توسط سے محدود قرض گیری ہے۔

¹³ خلاف ورزی کی صورت میں حکومت پارلیمنٹ میں اس کا جواز پیش کرنے کی پابند ہے۔

خریدی گئی تھی۔ تاہم گزشتہ سیزن کے بچے ہوئے ذخائر کی بنا پر، م س 12ء کے دوران مجموعی طور پر 60 لاکھ ٹن گندم خریدی گئی جو ہدف سے خاصی کم ہے۔ اس کے باوجود حکومت نے م س 12ء کے دوران گندم خریدنے کے لیے کمرشل بینکوں سے 153.5 ارب روپے قرض لیا جبکہ اس نے م س 11ء میں 138.8 ارب روپے قرض لیا تھا۔ جیسا کہ شکل 5.9 میں دکھایا گیا ہے، م س 12ء میں گندم کی خالص مالکاری بڑھی جبکہ م س 11ء میں قرض کی واپسی ہوئی تھی۔¹⁴



دوران سال حکومت نے گندم کے علاوہ شکر اور کھاد کے شعبوں میں بھی مداخلت کی، تاہم اس کا حجم گندم کے مقابلے میں خاصا کم تھا۔ شوگر ملوں نے شکر کے ملکی نرخ بڑھ جانے کی امید پر کچل کاری کے سیزن سے قبل شکر کے ذخائر روک رکھے، تاہم نرخ کم ہی رہے جبکہ شوگر ملیں اپنے ذخائر نکالنے پر آمادہ نہ تھیں۔ اس سے کچل کاری کا سیزن تاخیر سے شروع ہوا۔ یہ دیکھتے ہوئے حکومت نے مداخلت کی اور ساڑھے 47 لاکھ ٹن شکر خریدی جس سے منڈی میں شکر کے نرخ مستحکم ہوئے اور شوگر ملوں کو رقوم کی فراہمی بہتر ہونے سے کچل کاری سیزن کا آغاز ہوا۔

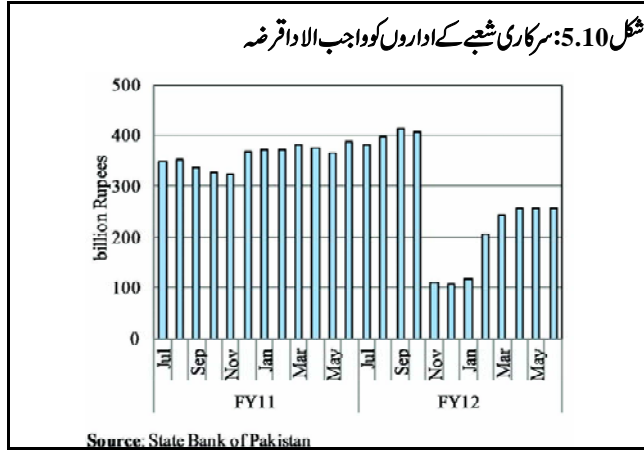
کھاد کے معاملے میں گیس کی مستقل قلت اس کی ملکی پیداوار میں رکاوٹ بنی رہی۔ خصوصاً ہوائی کے موسم میں کھاد کی طلب پوری کرنے کے لیے حکومت نے م س 12ء میں ساڑھے 14 لاکھ ٹن یوریا درآمد کی۔ اس سے اجناسی مالکاری کی ضرورت بڑھ گئی کیونکہ سرکاری شعبے کے ادارے یوریا درآمد کرنے کے لیے بینکوں سے قرضہ لیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کھاد اور شکر کی بنا پر اکٹھی ہو جانے والی زراعت کے تصفیے سے پیدا ہونے والی گنجائش تقریباً تمام کی تمام نئی قرض گیری نے استعمال کر لی (شکل 5.9)۔ واجب الادا قرضوں کی رقم سے یہ بات واضح ہے جو م س 12ء کے اختتام پر 82.2 ارب روپے ہیں جبکہ م س 11ء میں یہ 83.3 ارب روپے تھے۔

سرکاری شعبے کے اداروں کے قرضے کی خالص واپسی

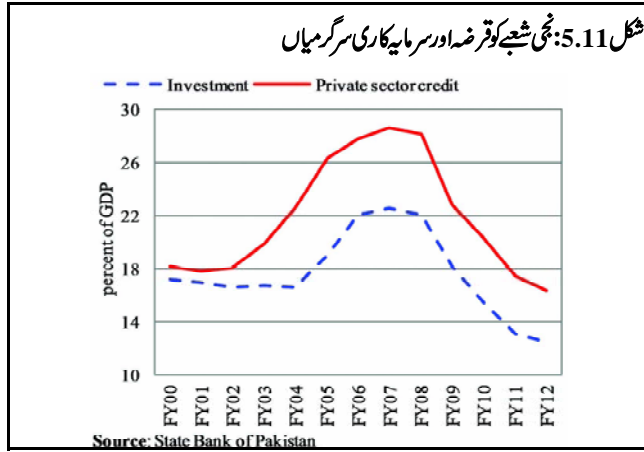
م س 12ء میں سرکاری شعبے کے اداروں نے 130.5 ارب روپے کا قرضہ واپس کیا جبکہ م س 11ء میں قرضوں میں 36.3 ارب روپے اضافہ ہوا تھا۔ اس کا یا پلٹ کی بڑی وجہ حکومت کی

¹⁴ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ م س 12ء کے دوران گندم کے مالکاری قرضوں کی واپسی میں معمولی کی توقع تھی کیونکہ گزشتہ برس کے دوران کی گئی واپسی کو حکومت کے اس فیصلے سے فائدہ پہنچا تھا کہ م س 11ء میں گندم کی درآمد کی اجازت دے دی جائے۔



طرف سے یکبارگی ادائیگی ہے جسے توانائی کے سرکاری اداروں کا گردشی قرضہ، اور خریداری کرنے والے اداروں کی قابل وصول رقم کم کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔¹⁵ نتیجتاً سرکاری اداروں کو بینکوں کا اکتشاف نومبر 2011ء میں 296.5 ارب روپے کم ہو گیا کیونکہ ان اداروں کے قرضہ واجبات وفاقی حکومت نے سنبھال لیے (شکل 5.10)۔¹⁶ اس رد و بدل نے اگرچہ کوئی فوری زری اثر نہیں ڈالتا تاہم بینکاری اور توانائی کے شعبوں پر اس کے خاصے اثرات پڑے:

1- سرکاری شعبے کے اداروں کے قرضے کا تصفیہ کمرشل بینکوں اور حکومت دونوں کے لیے فائدہ مند رہا۔ کمرشل بینک اپنے غیر سیال اثاثوں (سرکاری شعبے کے اداروں کو قرضہ) کو سیال اثاثوں (سرکاری تمسکات) میں تبدیل کرنے کے قابل ہوئے۔ کمرشل بینکوں کو اس رد و بدل کی لاگت اس طرح ادا کرنی پڑی کہ سرکاری شعبے کے اداروں کی شرح سود اور سرکاری تمسکات پر یافت کے مابین مثبت فرق (positive gap) کی بنا پر کمرشل بینکوں کو سودی آمدنی نہیں ملی۔ تاہم سرمائے کی بہ وزن خطرہ ضروریات بہتر ہونے سے اس کی بڑی حد تک تلافی ہو گئی کیونکہ خطرہ قرض کے تخمینے کے دوران سرکاری تمسکات میں سرمایہ کاریوں کو مکمل محفوظ تصور کرتے ہوئے، صفر وزن دیا جاتا ہے۔ دوسری جانب، حکومت نے سرکاری شعبے کے اداروں کی مہنگی قرض گیری کے بدلے میں نسبتاً کم خرچ سرکاری تمسکات کا طریقہ اختیار کر لیا۔



2- یکبارگی رد و بدل سے سرکاری شعبے کے اداروں کے لیے کمرشل

بینکوں سے مزید قرضہ لینے کی گنجائش پیدا ہوئی جو اس پر آمادہ بھی معلوم ہوتے تھے۔ حکومت کو انڈی بینڈنٹ پاور پروجیکٹس (آئی پی پیز) کی قابل وصولی رقم پاور ہولڈنگ کمپنی کو منتقل کرنے کا موقع ملا۔ اس کے نتیجے میں مئی 2012ء کی دوسری ششماہی میں پاور ہولڈنگ کمپنی کی قرض گیری میں 141.8 ارب روپے اضافہ دیکھا گیا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھئے توانائی پر باب 3)۔

5.3 نجی شعبے کو قرضہ

ان حالات میں مئی 2012ء کے دوران نجی شعبے کو مجموعی قرضہ 7.5 فیصد کی شرح سے بڑھا جو مئی 2008ء کے بعد سے بلند ترین سال بسال نمونہ ہے۔ تاہم اقتصادی منتظمین کے لیے یہ پیش رفت زیادہ باعث اطمینان نہ تھی کیونکہ اس نمونے میں زیادہ حصہ غیر بینک مالی کمپنیوں کو دیے گئے قرضے کا تھا جو زیادہ تر حکومت کو دیے گئے۔¹⁷ ادھر نجی شعبے کے کاروباری اداروں کو قرضے مئی 2012ء کے دوران صرف 0.8 فیصد کی شرح سے بڑھے۔

نجی شعبے کو قرضہ بالعموم، اور نجی شعبے کے کاروباری اداروں کو قرضہ بالخصوص، حالیہ برسوں میں گرانی کی دوہندسی شرح کے پیش نظر حقیقی معنوں میں گری رہا ہے۔ چنانچہ یہ امر باعث حیرت نہیں ہے کہ نجی شعبے کا قرضہ یہ نسبت جی ڈی پی میں مئی 2007ء سے متواتر گر رہا ہے (شکل 5.11)۔ سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کی شرح میں بھی اسی طرح کی تخفیف سے سرمایہ کاری

15 سرکاری شعبے کے اداروں کی بینکوں سے قرض گیری حالیہ برسوں میں کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ مئی 2007ء کے اواخر میں یہ 81 ارب روپے تھی جو مئی 2011ء کے اختتام تک 388 ارب روپے ہو گئی تھی جس میں چار برس میں 4.8 گنا بڑھ گئی۔ نومبر 2011ء میں مداخلت سے قرضے مئی 2012ء کی پہلی سہ ماہی کے اختتام تک سرکاری شعبے کے اداروں کو واجب الادا قرضہ 412.9 ارب روپے ہو گیا تھا۔

16 نومبر 2011ء میں حکومت کی میزانیہ قرض گیری میں 460.8 ارب روپے اضافہ ہو گیا۔

17 سرکاری تمسکات کی غیر بینک تویلات مئی 2012ء کے دوران 360 ارب روپے اضافہ ہوا۔

جدول 5.2: ایشیاسازی کے قرضوں میں خالص بہاؤ				
ارب روپے				
م 12ء	م 11ء	م 10ء	م 09ء	
4.49	121.86	31.83	27.28	بحیثیت مجموعی ایشیاسازی
15.09	61.04	10.83	11.36	غذائی مصنوعات اور مشروبات
11.09	6.05	-5.41	-1.38	خوردنی تیل اور گھی
4.79	7.41	1.89	-2.32	ڈیری مصنوعات
-4.84	5.99	0.92	1.75	چاول کی پراسسنگ
-1.19	38.65	3.43	8.79	شکر
-23.68	44.48	-12.83	-33.43	ٹیکسٹائل
-10.72	18.77	-15.27	-10.82	اسپننگ
-7.14	11.76	1.00	-10.56	بٹائی
0.61	5.98	-3.68	-6.34	حتمی صورت گری
-4.49	-5.34	9.38	-2.56	ٹیکسٹائل کی نئی بنائی ایشیا
1.58	4.53	5.38	3.18	کونسل، پٹرولیم کی صاف مصنوعات
8.87	2.36	18.07	19.28	کھاد اور نائٹروجن مرکبات
-20.74	-6.45	1.01	9.04	سیمنٹ
12.32	3.04	1.36	2.87	اہم دھاتیں
2.37	-0.37	-2.56	5.31	موٹر گاڑیاں، ٹریلر اور سی ٹریلر
ماخذ: بینک دولت پاکستان				

میں متواتر کمزوری کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس ابتوری کے اسباب جانے پہچانے ہیں: توانائی کی مستقل قلت کی بنا پر پیداواری شعبے میں اضافی استعداد کا پایا جانا، سلامتی کے حوالے سے خدشات بڑھنا جس نے کاروبار کی لاگت میں اضافہ کر دیا ہے، انتظامیہ سے متعلق مسائل اور اخراجات، اور قرضے کے لیے حکومت کی طلب۔ ان عوامل کے علاوہ شعبوں کے مخصوص متعدد مسائل بھی کارفرما ہیں۔

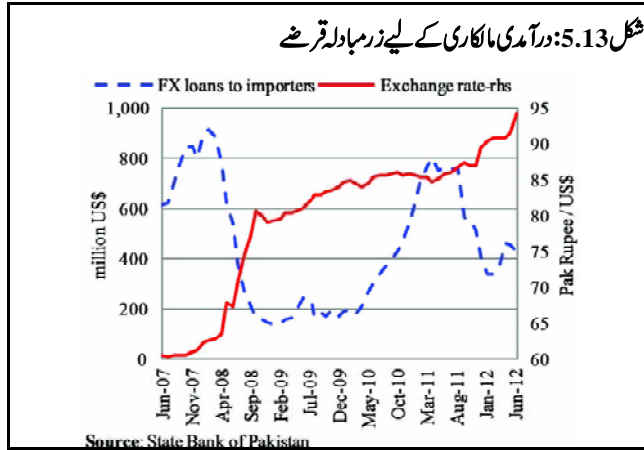
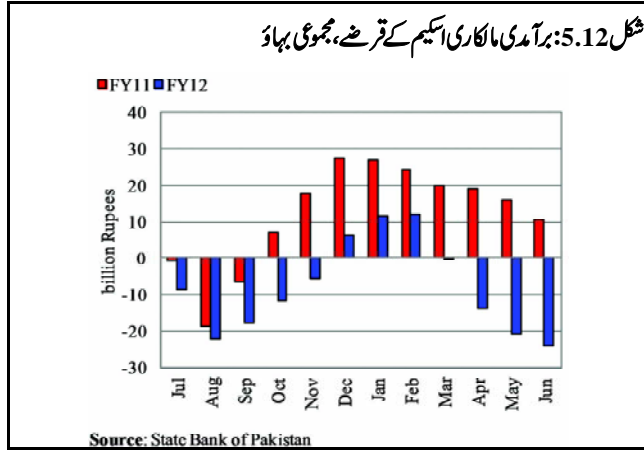
ایشیاسازی کے شعبے کو قرضے میں تیزی سے کمی: م 12ء کے دوران ایشیاسازی کے شعبے کو قرضوں میں نمونہ صرف 0.3 فیصد رہی جبکہ گزشتہ سال 9.6 فیصد رہی تھی۔ بڑی تعداد میں صنعتوں نے اپنے موجودہ قرضے ادا کر دیے اور ریائے قرضے کی طلب گھٹائی چنانچہ قرضوں میں وسیع البہید کی ہوئی (جدول 5.2)۔ اس تناظر میں مندرجہ ذیل نکات قابل غور ہیں:

1- بینک کے قرضے لینے والے ایک اہم شعبہ ٹیکسٹائل میں، جو نجی شعبے کے کاروباری اداروں کو دیے گئے قرضوں میں سے 20 فیصد حصے کا حامل ہے، م 12ء کے دوران 23.7 ارب روپے خالص کمی آئی حالانکہ گزشتہ سال 44.5 ارب روپے اضافہ ہوا تھا۔ دوران سال کپاس کے نرخوں میں نمایاں کمی کو اس زبردست کا یا پلٹ کا سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس نمایاں کمی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ملکی کپاس (ریشہ) کے نرخ م 12ء کے دوران اوسطاً 4,067 روپے فی 40 کلوگرام رہے، جبکہ گزشتہ سال 7,867 روپے رہے تھے، یعنی 48.3 فیصد کی سال بسال کمی واقع ہوئی۔ اس طرح نہ صرف اسپننگ اور ویونگ کے شعبوں میں قرضے کی طلب کم ہوگئی بلکہ اس کے نتیجے میں ملبوسات اور فٹ ویئر جیسی منسلک صنعتوں میں بھی قرضے کی ضروریات میں کمی آگئی۔

2- سیمنٹ کے شعبے کو قرضے میں بھی مسلسل دوسرے سال خالص کمی آئی بلکہ کمی کی رفتار تیز ہوگئی۔ سیمنٹ کے ملکی نرخوں میں مستحکم اضافے اور اس کی عمدہ برآمد کی بنا پر کارپوریٹ کو معقول آمدنی ہوئی۔^{18,19} ہماری رائے میں اس آمدنی کے بل بوتے پر سیمنٹ کا شعبہ اپنے واجب الادا قرضے ادا کرنے کے قابل ہو گیا۔

18 سیمنٹ 50 کلوگرام پوری کی اوسط قیمت م 11ء میں 350 روپے تھی جو م 12ء میں 420.2 روپے ہوگئی، یعنی سال بسال 20 فیصد اضافہ ہوا۔ غیراتی سرگرمیوں کی بحالی نے سیمنٹ کے شعبے کو خوردہ نرخوں میں اس عمدہ نمونہ برقرار رکھنے میں مدد دی۔ غیرات میں گزشتہ سال کی محض 2.5 فیصد نمو کے مقابلے میں م 12ء کے دوران 6.5 فیصد نمو دیکھی گئی، تاہم یہ بات دلچسپ ہے کہ غیراتی شعبے کو قرضوں میں م 12ء کے دوران 14.2 ارب روپے کی خالص واپسی دیکھی گئی جبکہ گزشتہ برس 10.6 ارب روپے کا معمولی سا اضافہ دیکھا گیا تھا۔ غیراتی سرگرمیوں کی بحالی میں بنیادی کردار دراصل سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں تعمیرات اور افرادی مکانات کی طلب نے ادا کیا۔ ان سرگرمیوں کے لیے بینک قرضے استعمال نہیں کیے گئے۔

19 سیمنٹ کے شعبے کو م 11ء میں برآمدات سے 45 کروڑ 60 لاکھ ڈالر حاصل ہوئے جبکہ گزشتہ برس 44 کروڑ 60 لاکھ ڈالر ملے تھے۔



3۔ ٹیکسٹائل اور سیمنٹ کی طرح شکر کے شعبے نے بھی م س 12ء کے دوران اپنے واجب الادا قرضے واپس کر دیے، اس کے برعکس گذشتہ سال قرضے میں اضافہ ہوا تھا (جدول 5.2)۔ صورتحال میں اتنی بڑی تبدیلی کی دو وجوہات ہیں: (الف) گنے کی قیمت میں تیزی سے کمی جس سے قرضے کی مجموعی طلب گر گئی، اور (ب) حکومت کی مداخلت جس سے شکر ملوں کو نقد رقم کا حصول بہتر ہو گیا۔

کھاد کے شعبے نے قرضہ لے کر اشیاء سازی کے شعبے کے قرضے میں کچھ اضافہ کیا، م س 12ء کے دوران قرضے میں 8.9 ارب روپے کا اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ سال 2.3 ارب روپے اضافہ ہوا تھا۔ جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے، درآمد شدہ یوریا عاریتی نرخوں پر مل رہا تھا چنانچہ کھاد ساز ادارے اپنے ذخائر خالی نہ کر سکے۔ اس طرح کھاد کمپنیوں کی جاری سرمائے کی ضروریات بڑھ گئیں۔

تجارتی مالکاری میں خالص کمی: م س 12ء کے دوران تجارتی مالکاری کا حجم بڑھنے، اور تھوک اور خوردہ خدمات میں معقول نمو کے باوجود تجارتی قرضوں میں 6.9 فیصد کی خالص کمی ہوئی جبکہ گذشتہ برس 16.5 فیصد اضافہ ہوا تھا۔^{20,21} یہاں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

تجارتی مالکاری کے دائرے میں، برآمدی مالکاری اسکیم کے تحت رعایتی قرضوں اور بیرونی کرنسی قرضوں، دونوں میں م س 12ء کے دوران تیزی سے کمی واقع ہوئی۔ تفصیل کے مطابق برآمدی مالکاری اسکیم کے واجب الادا قرضے سال بسال بنیاد پر 11.4 فیصد کم ہو کر سال کے اختتام تک 185.7 ارب روپے رہ گئے (شکل 5.12)۔ اس شدید تخفیف کی بڑی وجہ ٹیکسٹائل کی برآمد میں ہونے والی کمی، اور برآمدی مالکاری اسکیم کے قرضوں کے لیے اہلیت کا کڑا معیار ہے۔²²

برآمدی رقوم کی رواں طریقے سے واپسی کو یقینی بنانے کے لیے اسٹیٹ بینک نے برآمدی مالکاری اسکیم کا طریقہ کار تبدیل کرتے ہوئے زائد المیہ برآمدی رقوم پر زیادہ سے زیادہ کی حد مقرر کر دی۔ اس حد کے تحت، اگر قرض گیر برآمدی مالکاری اسکیم کا حصول برقرار رکھنا چاہے تو اس کی زائد المیہ آمدنی گذشتہ سال کی برآمدات کے 5 فیصد سے بڑھی ہوئی نہیں ہونی چاہیے۔²³ جو برآمد کنندگان اس تبدیل شدہ معیار پر پورا نہ اترے ان کے برآمدی مالکاری اسکیم کے اس حد تک قرضے لینے پر یکم اکتوبر 2011ء سے پابندی لگا دی گئی جس حد تک ان کی برآمدی رقوم مجوزہ حد کے اندر تھے۔

برآمدی مالکاری اسکیم کے علاوہ، م س 12ء میں تجارتی مالکاری کے 42 کروڑ 33 لاکھ ڈالر کے بیرونی کرنسی قرضے بھی حتمی طور پر ادا کر دیے گئے جبکہ م س 11ء میں 77 کروڑ 84 لاکھ ڈالر کا خالص اضافہ ہوا تھا۔ م س 12ء میں شرح مبادلہ کے اتار چڑھاؤ نے اس تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا جبکہ ان قرضوں پر شرح سود بڑی حد تک جوں کی توں اور نہایت کم سطح پر رہی۔ درحقیقت ملکی کرنسی کی قدر میں کمی سے درآمد کنندگان کے لیے قرض گیری کی مؤثر لاگت بڑھ گئی جبکہ برآمد کنندگان کو شرح مبادلہ کے تغیر سے بچنے کا قدرتی تحفظ حاصل رہا (شکل 5.13)۔²⁴

20 م س 12ء کے دوران تجارتی حجم (یعنی برآمدات اور درآمدات کا مجموعہ) 5.7 فیصد اضافے سے 64.7 ارب ڈالر ہو گیا۔

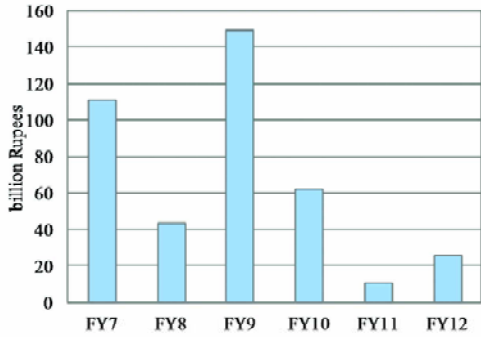
21 م س 12ء میں تھوک اور خوردہ خدمات میں 3.6 فیصد کی حتمی نمو ہوئی جو گذشتہ برس 3.5 فیصد تھی۔

22 م س 12ء کے دوران ٹیکسٹائل برآمدات میں 2.8 فیصد کمی ہوئی جبکہ گذشتہ برس 28.9 فیصد کی طاقتور نمو ہوئی تھی۔ برآمدات میں حالیہ کمی کا ایک سبب ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کپاس کے نرخوں میں زبردست تخفیف بھی ہے۔

23 برآمد کنندگان کو نظر ثانی شدہ معیار پورا کرنے کے لیے اختتام ستمبر 2011ء تک مہلت دی گئی۔

24 م س 12ء کے دوران ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر 9.1 فیصد گر گئی جس میں گذشتہ برس ایک فیصد سے بھی کم تخفیف ہوئی تھی۔

شکل 5.14: معینہ مالکاری قرضے، سالانہ بہاؤ

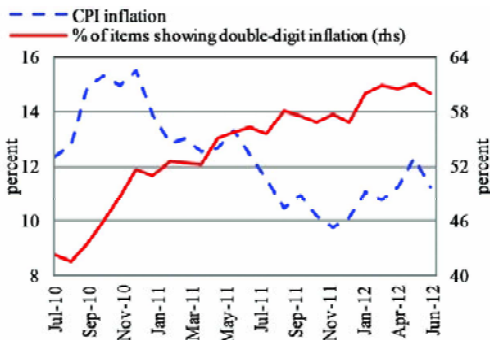


Source: State Bank of Pakistan

بیرونی کرنسی قرضوں کے اجزائے ترکیبی سے بھی اس دلیل کو تقویت ملتی ہے کیونکہ بیرونی کرنسی قرضوں کی زیادہ تر واپسی درآمدات سے متعلق قرضوں میں ہوئی جو س 12ء میں مجموعی واپسی کا 80 فیصد بنتا ہے۔

معینہ سرمایہ کاری قرضوں میں معقول بحالی: معینہ سرمایہ کاری قرضوں کی طلب کئی عوامل کی بنا پر سست رہی جن میں قبل ازیں بیان کیے گئے عوامل بھی شامل ہیں۔ اس تناظر میں س 12ء کے دوران معینہ سرمایہ کاری قرضوں میں معمولی اضافہ مثبت علامت ہے (شکل 5.14)۔ اس اضافے میں بنیادی طور پر دودھ کی مصنوعات، مشروبات، روڈ ٹرانسپورٹ، اور پائیدار ایشیا سمیت صارفی اشیاء کے شعبے شامل ہیں۔ تعمیراتی سرگرمی بڑھنے سے لوہے اور فولاد کی صنعتوں کو معینہ سرمایہ کاری قرضے بھی بڑھے۔

شکل 5.15: مجموعی گرانی اور پھیلاؤ

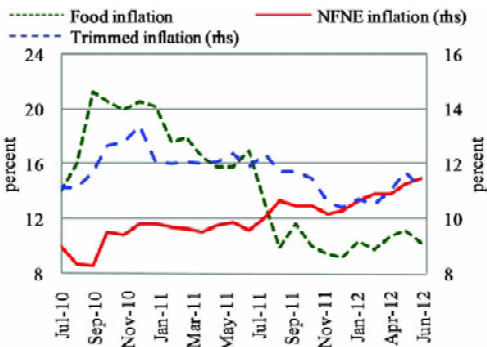


Source: Pakistan Bureau of Statistics

5.4 گرانی

س 12ء کے دوران اوسط گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت 11 فیصد رہی جو س 11ء کی 13.7 فیصد سے کم ہے (شکل 5.15)۔ یہ حکومت کے ہدف 12 فیصد سے بھی کم ہے، اور 11 سے 12 فیصد تک رہنے کی اسٹیٹ بینک کی پیش گوئی کی نچلی سطح پر ہے۔ س 12ء کے دوران ملک میں فصلوں کی بہتر پیداوار، اجناس کے عالمی نرخوں میں ہندرج کمی اور اساس کے اثر (base-effect) کی وجہ سے یہ صورتحال ہوئی۔

شکل 5.16: غذائی گرانی اور غیر غذائی غیر توانائی گرانی



Source: SBP & Pakistan Bureau of Statistics

اس کا مطلب ہے کہ س 12ء میں غذائی قیمتیں بڑی حد تک مستحکم رہیں،²⁵ تاہم غیر غذائی غیر توانائی گرانی سے ناپی جانے والی قوزی گرانی سال کے دوران ہندرج بڑھ گئی (شکل 5.16)۔ اس کے ساتھ ساتھ دو ہندسی کی گرانی ظاہر کرنے والی اشیاء کی بھی تعداد میں اضافہ ہوا۔

گرانی کی توقعات معیشت میں جس حد تک جڑ پکڑ چکی ہیں قوزی گرانی کا توازن اس حد کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ توقعات حکومتی قرض گیری کا شائبہ بھی ہو سکتی ہیں تاہم انہیں ایندھن کے خوردہ نرخوں میں ردوبدل سے بھی جوڑا جاسکتا ہے۔ ہمارے خیال میں گرانی پر شرح مبادلہ کا براہ راست اثر غیر معمولی ہے۔ اس

سال ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر 9.1 فیصد گر گئی اور ہمارا خیال ہے کہ قوزی گرانی بڑھنے میں اس کا بھی دخل ہے۔

توقعات کا کردار

توقعات کے ساتھ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ یہ خود یافتہ ہوتی ہیں، یعنی توقع بالآخر پوری بھی ہو جاتی ہے۔ اگر لوگ مستقبل کے لیے کسی خاص شرح کی گرانی کی توقع کرتے ہیں تو وہ فرمز کے

25 تعمیر پذیر غذائی نرخوں میں ماہ بہ ماہ ردوبدل کا 12 ماہی معیاری انحراف استعمال کر کے ناپی جاتی ہے۔

ساتھ معاملہ کرتے وقت اسی حساب سے بلند معاوضہ طلب کرتے ہیں، چنانچہ فرمز کو اپنی پیداواری لاگت میں اضافے کا سامنا ہوتا ہے جسے وہ بلند نرخوں کی صورت میں صارفین کو منتقل کر دیتی ہیں۔ تاہم ایسا بھی ممکن ہے کہ فرمز لاگت، اور بحیثیت مجموعی نرخوں میں اضافے کی توقع کریں اور حفاظتی نقطہ نظر سے از خود اپنے نرخ بڑھادیں۔ پاکستانی معیشت میں قیمتوں پر بار بار نظر ثانی کی جاتی ہے یعنی تقریباً ہر سہ ماہی پر۔²⁶ اس کا مطلب ہے کہ گرانی کی توقعات میں کسی رد و بدل کے اثرات بہت سرعت سے ظاہر ہوتے ہیں۔

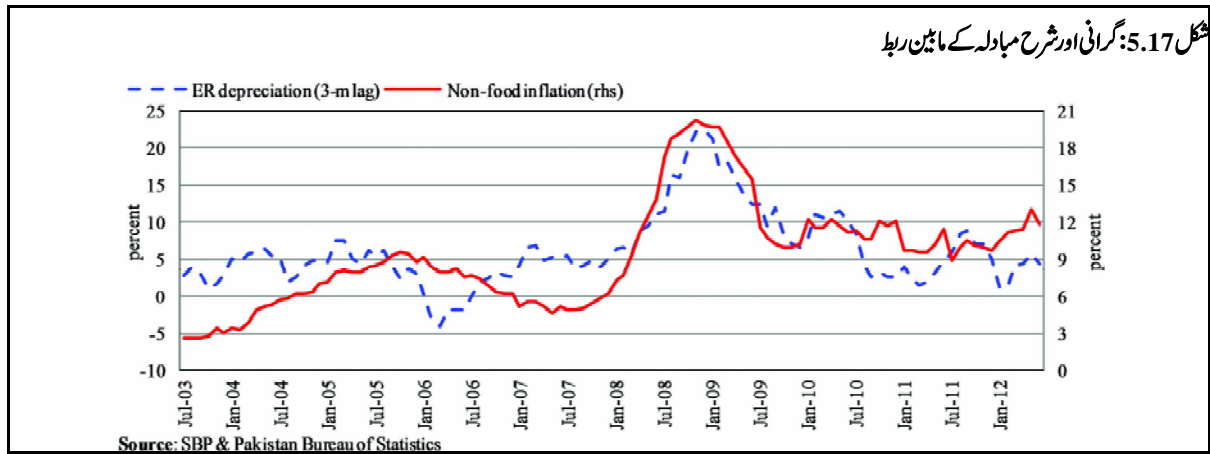
اسٹیٹ بینک کے شعبہ تحقیق نے انسٹی ٹیوٹ آف بزنس اینڈ سٹریٹیشن کے اشتراک سے صارفین کے اعتماد کا ایک دو ماہی سروے شروع کیا ہے جس میں 1600 سے زائد گھرانوں کا نمائندہ نمونہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سروے سے گرانی کی توقعات معیاری (یعنی آیا گرانی جوں کی توں رہنے کی، بڑھنے یا گھٹنے کی توقع ہے) اور مقدار، دونوں لحاظ سے ناپی جاتی ہیں۔ سروے میں اس حوالے سے بھی گھرانوں کی آراء معلوم کی جاتی ہیں کہ وہ معیشت کی موجودہ حالت کا ماضی سے کس طرح موازنہ کرتے ہیں اور مستقبل میں معیشت کے حوالے سے ان کی توقعات کیا ہیں۔ آخر میں سروے ان گھرانوں کے متوقع رویے کے بارے میں معلومات اکٹھا کرتا ہے اور صارفین کی طلب کے حوالے سے مستحکم رائے سامنے لاتا ہے۔ تب، ان نتائج کی مدد سے صارف کے اعتماد کا اشاریہ تشکیل دیا جاتا ہے۔

اس سلسلے کا پہلا سروے جنوری 2012ء میں کیا گیا تھا، کوئی ٹھوس نتیجہ نکالنے سے پہلے ماخوذ اشاریوں کو مستحکم ہونے کی ضرورت ہے۔ بہر حال مئی 2012ء کے بالکل ابتدائی نتائج سے پتہ چلتا ہے کہ 58.3 فیصد گھرانوں کو اگلے چھ ماہ کے دوران قیمتوں میں نمایاں اضافے کی توقع ہے۔ یہ تناسب سروے کے آغاز کے مقابلے میں زیادہ مختلف نہیں ہے اور اس سے معیشت میں گرانی کی پسپو توقعات کی عکاسی ہوتی ہے۔ قیمتوں میں اضافے کی مقدار کے حوالے سے گھرانوں کی توقعات کی اہمیت فی الحال کم ہے، کیونکہ سروے پینل اپنے جوابات کا حقیقی گرانی سے موازنہ کرنے کے بعد اسی کے مطابق مستقبل کی توقعات کا تخمینہ لگائے گا۔

مختلف سروے سے پتہ چلتا ہے کہ مستقبل کی اقتصادی صورتحال پر گھرانے جنوری کی نسبت مئی کے دوران کم پُر امید تھے تاہم ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہ جنوری کی نسبت مئی میں خود کو زیادہ خوشحال محسوس کر رہے ہیں۔ ہم ایک بار پھر زور دے کر یہ بات کہیں گے کہ یہ نتائج ابتدائی اور آزمائشی نوعیت کے ہیں اور امید ہے کہ سروے کے متعدد بار اعادے سے اشاریہ مستحکم ہو جائے گا۔ اس سے قطع نظر صارفین کا اعتماد جاننے کے سروے مستقبل بین زری پالیسی کی تشکیل میں اساس کی حیثیت رکھتے ہیں، اور انہوں نے فیصلہ سازی کے عمل، اور معیشت کے مجموعی تجزیے میں اہمیت اختیار کر لی ہے۔

شرح مبادلہ کا کردار

روپے کی قدر میں تخفیف کے توزی گرانی کے لیے مضمرات ہیں خصوصاً 2008ء میں ادائیگیوں کے توازن کے مسائل کے بعد سے شرح مبادلہ میں تخفیف اور غیر غذائی گرانی میں رد و بدل کے مابین ریاضیاتی ربط مستحکم ہوا ہے (شکل 5.17)۔



26 علی چوہدری، صائمہ نعیم، عبدالمجید، ندیم حنیف، فاروق پاشا (2011ء)۔ "Formal Sector Price Discoveries: Preliminary Results from a Developing Country." ایس بی پی ورکنگ پیپر سیریز نمبر 42۔

بظاہر یہ نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ ملکی نرخوں پر دباؤ کا بیشتر حصہ درآمدی گرانے کا ہے، تاہم شرح مبادلہ میں تخفیف اور گرانے کے مابین ٹھیک ٹھیک ارتباط واضح نہیں بلکہ نہایت لطیف نوعیت کا ہے۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ روپے کی قدر میں کمی کا تیل اور پیٹرولیم مصنوعات، اہم فصلوں، اور زراعت پر مبنی ہماری صنعتوں کے دیگر خام مال کے ملکی نرخوں پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ روپے کی قدر میں تخفیف کے دورانی کے اثرات نمایاں ہونے کا امکان ہے کیونکہ پیدا کار لاگت میں اضافے کو دوسروں پر منتقل کر دیتے ہیں۔ ایک سروے میں اشیاء سازوں سے نرخوں کے تعین میں اہم ترین چار میں سے تین عوامل پوچھے گئے تو انہوں نے خام مال، توانائی اور شرح مبادلہ کو شمار کیا۔²⁷ اس بات کو اس حقیقت کے ساتھ ملا کر دیکھنے کی ضرورت ہے کہ نرخ تقریباً ہر سہ ماہی میں تبدیل کیے جاتے ہیں، چنانچہ یہ امر باعث حیرت نہیں ہے کہ غیر غذائی گرانے اور شرح مبادلہ کی تاخیری (lagged) تخفیف کے مابین 2008ء سے مضبوط ریاضیاتی ربط پایا جاتا ہے۔

م س 13ء میں گرانے کو سب سے بڑا خطرہ عالمی غذائی نرخوں اور ان کے توازن سے ہو گا

امریکہ میں اور یورپ کے بعض علاقوں میں خشک سالی اور بھارت میں اوسط سے کم بارشوں کی بنا پر اناج کی عالمی قیمتیں جولائی 2012ء میں بڑھ گئیں۔ بنیادی طور پر کمائی کی پیداوار متاثر ہوئی ہے تاہم جانوروں کے چارے کی تیاری میں کمائی کا متبادل ہونے کی بنا پر گندم کے نرخ بھی بڑھ گئے۔ گندم کے ملکی خوردہ نرخ نومبر 2012ء میں سرکاری نرخوں میں 150 روپے فی 40 کلوگرام اضافے کے بعد بڑھنا شروع ہو گئے۔ خوش قسمتی سے چاول کی عالمی قیمتیں تھائی لینڈ میں اچھی فصل کے باعث کم رہنے کی توقع ہے۔

جہاں تک توانائی کا تعلق ہے تو عالمی بحالی پر ہماری رائے سے مطابقت رکھی جائے تو ہمیں توقع ہے کہ تیل کی قیمتیں اگر گھٹیں گی نہیں تو کم از کم مستحکم ضرور رہیں گی۔ اس سے عمومی گرانے رکنے کا امکان ہے، اور زیادہ اہم یہ کہ ادائیگیوں کے توازن اور شرح مبادلہ پر دباؤ کم ہو گا جس کے نتیجے میں قوزی گرانے بھی کم ہوگی۔

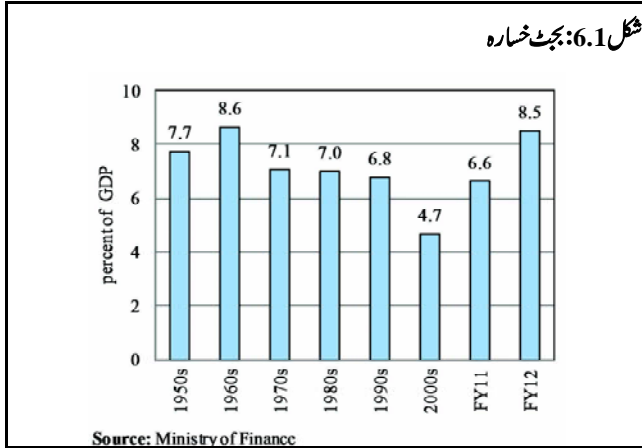
تاہم زیادہ تشویش قوزی گرانے اور توقعات میں توازن سے ہے جن کا کم ہونا ابھی باقی ہے۔ غذا اور توانائی کے نرخ شدید تغیر پذیر رجحان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی میں اچانک اضافہ ہو جائے تو گرانے کی توقعات بڑھ جائیں گی۔ چنانچہ امید ہے کہ صارفین کے اعتماد اور گرانے کی توقعات کا سروے ہمارے پالیسی فیصلوں، اور مستقبل کے تخمینوں کے حوالے سے اہم کردار ادا کرے گا۔ بہر حال موجودہ حالات کے پیش نظر م س 12ء کے لیے اسٹیٹ بینک کا تخمینہ ہے کہ گرانے 8 سے 9 فیصد تک رہے گی۔

²⁷ چوتھا عامل ان کے حریف اداروں کے نرخوں کی سطح ہے۔

6 مالیاتی پالیسی

6.1 عمومی جائزہ

مالیاتی پالیسی کا اثر مالی سال 12ء میں بھی توسیعی رہا۔ حکومتی اخراجات کی بہت زیادہ نمو نے، جس کا بنیادی محرک قرض کی واپسی میں اضافہ، زراعت اور ترقیاتی اخراجات تھے، بجٹ خسارے کو جی ڈی پی کے 8.5 فیصد تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا (شکل 6.1)۔¹ اس خسارے میں محاصل کا کردار بھی تھا کیونکہ تھری جی لائنسوں کی نیلامیوں اور اتحادی سپورٹ فنڈ سے متوقع رقوم کی عدم وصولی کے باعث ٹیکس وصولی میں صحت مند نمو کے اثرات زائل ہو گئے۔ فنڈنگ کے بیرونی ذرائع کم ہونے کی وجہ سے خسارے کی مالکاری کا بوجھ ملکی وسائل پر پڑا۔ بھاری بجٹ خسارے کی موجودگی میں گراں ملکی قرض گیری پر حد درجہ انحصار کے پاکستان کے حکومتی قرضے کے استحکام کے لیے منفی مضمرات ہیں۔²



جدول 6.1: م 12ء کے بجٹ اہداف سے انحراف			
ارب روپے			
کی (-) یا اضافہ (+)	حقیقی	ہدف	
909.7	1,760.7	851.0	بجٹ خسارہ
محصولات کے اہم اجزاء:			
-70.2	1,881.5	1,951.7	ایف بی آر کے محصولات
-59.6	60.4	120.0	پیٹرولیم ڈیولپمنٹ لیوی
-183.9	9.8	193.7	تھری جی لائنس اور اتحادی سپورٹ فنڈ
اخراجات کے اہم اجزاء:			
389.8	556.2	166.4	زراعت
98.1	889.0	791.0	قرضوں کی ادائیگی
164.1	39.1	-125.0	صوبوں کا خسارہ
-56.0			بجٹ کے بقیہ اجزاء
ماخذ: وزارت خزانہ			

ہدف کے مقابلے میں مالیاتی خسارہ

مذکورہ سال کے لیے بجٹ خسارے کا ہدف جی ڈی پی کا 4 فیصد تھا۔ ہدف حاصل کرنے کے لیے حکومت نے یہ اقدامات تجویز کیے: (i) اخراجات کی نمو کو گزشتہ سال کی 14.6 فیصد شرح سے کم کر کے 7.9 فیصد تک لانا، (ii) ایف بی آر کی جانب سے ٹیکس وصولی کے بلند ہدف کے بل بوتے پر مجموعی محاصل میں 27.4 فیصد کا نمایاں اضافہ، (iii) تھری جی لائنسوں کی نیلامیوں اور اتحادی سپورٹ فنڈ سے وصولیاں، اور (iv) صوبوں کی جانب سے 125 ارب روپے کی فاضل رقوم۔ تاہم نتیجہ بڑی حد تک مختلف تھا (جدول 6.1)۔ صوبوں کو 39.1 ارب روپے کا خسارہ ہوا۔³ غیر ٹیکس محاصل (بالخصوص تھری جی لائنسوں اور اتحادی سپورٹ فنڈ) میں نمایاں کمی واقع ہوئی، جس کی وجہ سے مجموعی محاصل میں نمونہ صرف 13.9 فیصد تک محدود رہی اور پی ایس ایز کے قرضوں کے تصفیے کے لیے 391 ارب روپے کی ادائیگی سمیت اخراجات میں 25.5 فیصد کا اضافہ ہوا۔⁴ اگر یکبارگی ادائیگیوں کو خارج کر دیا جائے تو اخراجات کی نمو 14.2 فیصد تک پہنچتی ہے، جو مقررہ ہدف سے تقریباً دو گنی ہے۔

م 12ء کے دوران اگرچہ ایف بی آر کی ٹیکس وصولی میں 20.8 فیصد کی نمو ہوئی تاہم مجموعی محاصل ہدف سے کم تھے، جس کی بنیادی وجہ (i) توقع سے کم پٹرولیم ڈیولپمنٹ لیوی،

¹ م 12ء میں اس خسارے میں پی ایس ایز کے قرضے کے تصفیے کے لیے 391 ارب روپے (جی ڈی پی کا 1.9 فیصد) کی یکبارگی ادائیگی شامل ہے۔ اگر اس ادائیگی کو منہا کر دیا جائے تو بجٹ خسارہ جی ڈی پی کا 6.6 فیصد رہ جاتا ہے۔

² سرکاری قرضوں کے بارے میں مفصل بحث کے لیے ملاحظہ کیجیے باب 7 ملکی اور بیرونی قرضے۔

³ دراصل یہ سال کے شروع میں ہی واضح تھا کہ صوبوں کے پاس مطلوبہ فاضل رقم نہیں ہوگی، چنانچہ ہدف کے مطابق بجٹ خسارہ بڑھ کر جی ڈی پی کا 4.6 فیصد ہو گیا۔

⁴ سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کا قرضہ، جو حکومت نے اپنے ذمے لیا، حالیہ برسوں میں مالیاتی کوتاہیوں، جن کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے، کا نتیجہ تھا۔

جس میں تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے اثرات کے ازالے کے لیے کمی کی گئی (پارلیمانی کمیٹیوں کے زور دینے پر)، (ii) تھری جی لائسنسوں کی نیلامیوں سے رقوم کی عدم وصولی اور (iii) اتحادی سپورٹ فنڈ کی رقوم کی اچانک بندش تھیں۔ دوسری جانب قرضوں کی واپسی، زراعت میں اضافے اور انتظامی ادا نیگیوں کی وجہ سے اخراجات میں اضافہ جاری رہا۔ بالخصوص زراعت (یکبارگی ادا نیگیوں سمیت) 166.4 ارب روپے کے ہدف سے تین گنا سے زائد رہی۔ دوسری جانب ترقیاتی اخراجات 44 فیصد سے زائد کی نمایاں نمو کے ساتھ ہدف کے مطابق تھے، جو طویل مدتی حقیقی نمو کے لیے اچھا ہے۔

مالکاری کے اجزاء میں ناسازگار تبدیلی

اگرچہ ملک کو ماضی میں بلند بجٹ خساروں کا سامنا رہا ہے، تاہم حالیہ برسوں میں خسارے کی مالکاری اہم چیلنج بن گیا ہے۔ ماضی میں ارزوں میں بیرونی مالکاری دستیاب تھی، جو عموماً مالکاری کی نصف سے زائد ضروریات کا احاطہ کر لیتی تھی لیکن گزشتہ کئی برسوں سے اس ذریعے سے وصولیاں کم ہو رہی ہیں اور بیرونی مالکاری کا حصہ م 12ء میں کم ہو کر صرف 7.3 فیصد رہ گیا ہے۔ م 12ء میں غیر بینک قرض گیری کا حصہ بھی 12.3 فیصد نمو کے باوجود کم ہوا جبکہ گزشتہ سال 8.3 فیصد نمو ہوئی تھی۔ مزید برآں غیر بینک قرض گیری کا ایک بڑا حصہ غیر بینک مالی اداروں کی جانب سے قومی بچت اسکیموں میں بچتوں کو تحریک دینے کے بجائے ٹی بلز میں سرمایہ کاری کی وجہ سے آیا۔⁵ چنانچہ ملکی بینکاری نظام حکومتی مالکاری کا بڑا ذریعہ بن گیا ہے، جو نہ صرف مہنگا ہے بلکہ نجی شعبے کو نظر انداز کرنے کے حوالے سے بھی بلند موقع لاگت کا حامل ہے۔ بینکاری نظام کے اندر مرکزی بینک سے مالکاری میں سال کے دوران بے پناہ اضافہ ہوا، جو پاکستان کے مجموعی معاشی استحکام کے لیے اچھا شگون نہیں ہے۔ مالکاری کے ایسے نامناسب اجزاء کے ساتھ، خصوصاً ملک کو درپیش قرضے کے بوجھ کے پیش نظر، بلند بجٹ خسارہ برداشت کرنا مشکل ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت وفاقی حکومت کی واپسی قرض کے واجبات سے بالکل واضح ہے، جو پہلی مرتبہ اس کے ٹیکس محاصل (صوبوں کا حصہ منہا کر کے) سے تجاوز کر گئے ہیں۔

6.2 کلیدی مالیاتی اظہاریے

م 12ء میں مجموعی مالیاتی خسارہ بڑھنے کے باوجود محاصل اور بنیادی خساروں، دونوں میں دوران سال معمولی کمی واقع ہوئی (جدول 6.2)۔ تاہم م 12ء میں محاصل کا جی ڈی پی میں 2.7 فیصد خسارہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ حکومت کو مالیاتی ذمہ داری اور تجدید قرضہ ایکٹ مجریہ 2005ء کے تحت محاصل کا مطلوبہ فاضل حاصل کرنے میں بہت وقت لگے گا۔⁶ مزید برآں محاصل کے توازن میں خسارہ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ حکومت کا کافی وسائل بروئے کار نہیں لاسکی، حتیٰ کہ اپنے اخراجات جاریہ کے لیے بھی۔ بالفاظ دیگر حکومتی قرض گیری کا ایک حصہ اخراجات جاریہ کی مالکاری کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے جو ملک کی ادائیگی قرض کی صلاحیت میں کردار ادا نہیں کر سکتا۔

بنیادی توازن (حکومتی محاصل اور غیر سودی اخراجات کا فرق) بھی متواتر آٹھ برسوں سے منفی رہا ہے۔⁷ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نہ صرف اپنے قرضے کی واپسی (سابقہ ذمہ داریوں پر مبنی غیر صوابدیدی خرچ) بلکہ اپنے غیر سودی اخراجات کے ایک حصے کی مالکاری کے لیے بھی قرض حاصل کر رہی ہے۔ ان خساروں کا تسلسل ملک کو بتدریج قرضے کے جال میں دھکیل رہا ہے۔⁸

ان مسائل کا ادراک کرتے ہوئے حکومت اپنا بجٹ خسارہ قابل انتظام حد تک کم کرنے کوشش کرتی رہی ہے۔ بالخصوص ابتدائی بجٹ کا ہدف حالیہ برسوں میں جی ڈی پی کا 4 فیصد مقرر کیا گیا ہے، جو مالیاتی یکجائی اپنانے کے حکومتی ارادے کا عکاس ہے۔ تاہم اصل نتیجہ قطعی مختلف ہے، جو ساختی عدم توازن کے مسئلے سے نمٹنے کے ضمن میں مشکلات کی نشاندہی کرتا ہے۔

6.2.1 محاصل

م 12ء کے لیے حکومتی محاصل (ٹیکس اور غیر ٹیکس) کی وصولی 2,566.6 ارب روپے تھی، جو اس سال کے ہدف کا 89.4 فیصد تھی۔ اگرچہ دیرینہ مسائل (بشمول غیر دستاویزی

5 حکومتی پالیسی میں تبدیلی کے تحت اپریل 2011ء سے قومی بچت اسکیموں میں ادارہ جاتی سرمایہ کاری ممنوع قرار دی گئی۔

6 مالیاتی ذمہ داری و تجدید قرضہ ایکٹ 2005ء میں کہا گیا ہے کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ 2008ء سے فاضل محصولات جمع کرے۔ م 12ء مسلسل چھ سال سے کہ حکومت کو محاصل کا خسارہ ہو رہا ہے۔

7 بنیادی خسارہ حکومتی قرضے کے بوجھ میں اضافے کو ظاہر کرتا ہے۔

8 یہ بات قابل ذکر ہے کہ م 12ء کے دوران ملک کی مالیاتی عدم توازن کو برداشت کرنے کی صلاحیت میں کمی آئی ہے (تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجیے باب 7 ملکی اور بیرونی قرضہ)۔

جدول 6.2: مجموعی سرکاری مالیات کا خلاصہ							
ارب روپے							
م 13ء	م 12ء		م 11ء	م 10ء	م 09ء	م 08ء	
بجٹ*	حقیقی	بجٹ					
3,376.0	2,566.5	2,870.0	2,252.9	2,078.2	1,850.9	1,499.4	مجموعی محاصل
2,626.0	2,052.9	2,151.0	1,699.3	1,472.8	1204.7	1,050.7	ٹیکس محاصل
750.0	513.6	719.0	553.5	605.3	646.2	448.7	غیر ٹیکس وصولیاں
4,480.0	4,327.2	3,721.0	3,447.3	3,007.2	2,531.3	2,276.6	مجموعی اخراجات
3,430.0	3,122.5	2,976.0	2,900.8	2,386.0	2,041.6	1,857.6	جاری
1050.0	743.9	745.0	514.0	652.8	455.7	423.4	ترقیاتی اور خالص قرض گاری
	391.0						پی ایس ایز کے قرضوں کی یکجائی
	69.8	0.0	32.5	-31.6	34.0	-4.4	غیر شناخت شدہ
1,105.0	1,760.7	851.0	1,194.4	929.0	680.4	777.2	مجموعی خسارہ
							مالکاری بذریعہ:
135.0	128.7	135.0	107.7	188.9	149.7	151.3	بیرونی ذرائع
971.0	1,632.1	716.0	1,086.7	740.2	530.8	625.9	اندرونی ذرائع
484.0	711.7	304.0	615.1	304.6	305.6	519.9	بینک
487.0	529.4	413.0	471.6	435.6	223.8	106.0	غیر بینک
	391.0						پی ایس ایز کے قرضوں کے لیے جاری کردہ پی آئی بیز
					1.3	1.7	نچکاری سے آمدنی
							جی ڈی پی کا فیصد
4.7	8.5	4.0	6.6	6.3	5.3	7.6	مجموعی بجٹ خسارہ
	2.7		3.6	2.1	1.5	3.5	مخصوصاتی خسارہ
	2.3		2.8	1.9	0.3	2.8	بنیادی خسارہ
ماخذ: وزارت خزانہ							
* م 13ء کے بجٹ (صفحہ 46) میں دیے گئے جائزے پر مبنی معلومات کی بنیاد پر اخذ کردہ۔							

معیشت، زراعت اور خدمات پر ٹیکس لاگو کرنے کے سلسلے میں صوبوں کی ناکارکردگی اور ٹیکس چوری کے عام کلچر) نے اس کمی میں اپنا کردار ادا کیا تاہم م 12ء میں خاص عوامل اتحادی سپورٹ فنڈ کی عدم وصولی، تھری جی لائسنسوں کی نیلامیاں اور پٹرولیم ڈیولپمنٹ لیوی کے محاصل کی ہدف سے کم وصولی تھے۔ پٹرولیم ڈیولپمنٹ لیوی سے محاصل کی وصولی کا ہدف 120 ارب روپے تھا لیکن م 12ء میں اس کا صرف نصف وصول ہوا۔ دفاعی خدمات (بشمول اتحادی سپورٹ فنڈ) سے متوقع محاصل 118.7 ارب روپے تھے لیکن اتحادی سپورٹ فنڈ کی مد میں کوئی رقم موصول نہ ہونے کی وجہ سے اصل محاصل 9.8 ارب روپے رہے۔ اسی طرح تھری جی لائسنسوں کی نیلامیوں سے محاصل کی مد میں 75 ارب روپے کے حصول کی توقع تھی لیکن کوئی نیلامی منعقد نہیں ہو سکی۔ اگرچہ اسٹیٹ بینک کا منافع 200 ارب روپے کے ہدف سے 4 ارب روپے زیادہ تھا اور تیل و گیس کی رائلٹی سے وصولیاں بھی ہدف سے زیادہ تھیں، تاہم یہ رقم اتحادی سپورٹ فنڈ اور تھری جی لائسنسوں کی نیلامیوں میں کمی کی تلافی کے لیے کافی نہیں تھیں (جدول 6.3)۔

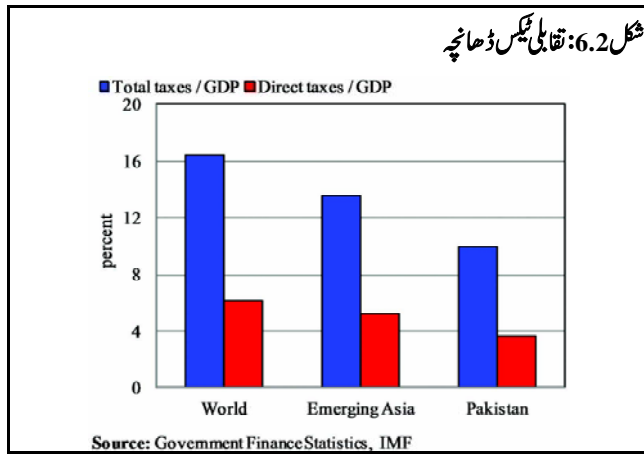
ایف بی آر کی جانب سے ٹیکسوں کی وصولی

ایف بی آر کی جانب سے ٹیکس وصولی (خالص) میں مالی سال 12ء کے دوران 20.8 فیصد کی بھرپور نمو ریکارڈ کی گئی۔ اس نمو کے ساتھ ایف بی آر کے ٹیکسوں اور جی ڈی پی کا تناسب جو م 11ء میں 8.6 فیصد تھا، م 12ء میں بڑھ کر 9.1 فیصد ہو گیا۔ تاہم یہ اضافہ سالانہ ہدف حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں تھا (جدول 6.4)۔ اگر سندھ ریونیو بورڈ کے وصول کیے گئے 25 ارب روپے (خدمات پر سبز ٹیکس کی مد میں) کو بھی شامل کیا جائے تو ہدف کا حصول 97.7 فیصد ہے، جو گزشتہ سال سے اب بھی کم ہے۔

9 ٹیکس اور جی ڈی پی کی مجموعی شرح 9.9 فیصد ہے جس میں تمام وفاقی اور صوبائی محصولات شامل ہیں۔

جدول 6.3: ٹیکس اور غیر ٹیکس حاصل کے اے 12 کے ترکیبی						
ارب روپے						
م 12						
مجموعی	چوتھی سرمایہ	تیسری سرمایہ	دوسری سرمایہ	پہلی سرمایہ	م 11	
2,052.9	681.3	467.0	495.7	409.0	1,699.3	ٹیکس حاصل
731.9	262.3	156.7	185.3	127.6	594.7	براہ راست ٹیکس
7.8	2.3	2.0	0.8	2.7	3.8	املاک پر ٹیکس
935.5	277.8	218.4	235.0	204.3	774.4	اشیا و خدمات پر ٹیکس
218.2	69.9	54.1	51.8	42.4	185.4	عالمی تجارت پر ٹیکس
60.4	22.2	17.9	4.7	15.6	82.7	پیٹرولیم لیوی
99.0	46.7	17.9	18.2	16.2	58.2	دیگر ٹیکس
513.6	145.8	137.2	106.0	124.7	553.5	غیر ٹیکس حاصل
12.5	5.3	1.1	4.7	1.4	11.3	سود
49.7	16.6	15.2	4.8	13.0	50.6	منافع منقسمہ
204.0	50.0	50.0	50.0	54.0	181.0	اسٹیٹ بینک کے منافع کی منتقلی
9.8	2.5	2.7	2.8	1.8	70.7	دفاع
23.0	8.3	5.7	3.2	5.7	30.4	ٹیکس پر ترقیاتی سرچارج
20.0	4.3	4.6	6.9	4.3	35.9	خام تیل پر دی گئی رعایت
62.8	17.6	18.9	11.4	15.0	59.1	تیل و گیس کی رائلٹی
131.8	41.2	39.1	22.1	29.4	114.4	متفرق
2,566.5	827.1	604.2	601.6	533.6	2,252.9	مجموعی حاصل

ماخذ: وزارت خزانہ

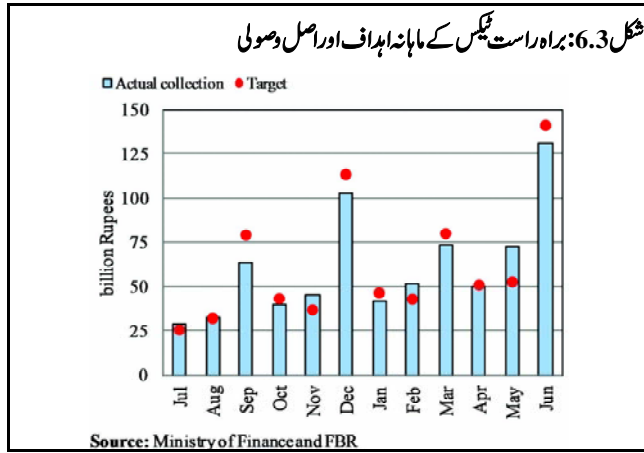


ٹیکس وصولی کی مزید تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایف بی آر سال کے دوران ری فنڈز اور ری بیٹس کے غلط استعمال کے مسئلے سے نمٹتا رہا ہے۔ اس نے نہ صرف سیلز ٹیکس ری بیٹس میں بدعنوانیوں کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی بلکہ ری فنڈز کے زیر التوا معاملات کے جلد سے جلد تصفیے کے ذریعے حقیقی معاملات نمٹانے کے سلسلے میں سہولت بھی فراہم کی۔ اس نے م 12 کے دوران براہ راست ٹیکسوں کے ضمن میں ری بیٹ کے 91.6 ارب روپے کے دعووں کا تصفیہ کیا جبکہ م 11 میں 46.7 ارب روپے کے دعووں کا تصفیہ کیا گیا تھا۔ سیلز ٹیکس کے ضمن میں ری بیٹس کا حجم جو م 11 میں 50.8 ارب روپے تھا، م 12 میں کم ہو کر 45.3 ارب روپے ہو گیا۔ نتیجتاً ایف بی آر کی مجموعی ٹیکس وصولی کے مقابلے میں (تمام ٹیکسوں پر) مجموعی ری بیٹس وری فنڈز اور مجموعی ایف بی آر ٹیکس وصولی کا تناسب جو م 11 میں 6.4 فیصد تھا، م 12 کے اختتام پر معمولی اضافے کے ساتھ 7.2 فیصد ہو گیا۔

براہ راست ٹیکس وصولی

براہ راست ٹیکس میں م 12 کے دوران 21.5 فیصد نمو کے ساتھ خاصی بہتری آئی جبکہ گزشتہ سال یہ نمو 14 فیصد تھی۔¹⁰ نتیجتاً مجموعی ٹیکسوں کی نمو میں براہ راست ٹیکس وصولی کا حصہ جو م 11 میں 32.2 فیصد تھا، م 12 میں بڑھ کر 40 فیصد ہو گیا۔ اگرچہ یہ ایک پروگریسیو ٹیکسیشن نظام ہے تاہم اس ضمن میں مسلسل کوششوں کی ضرورت ہے کیونکہ پاکستان میں مجموعی ٹیکسوں میں براہ راست ٹیکسوں کا حصہ کئی دیگر ممالک کے مقابلے میں اب بھی کم ہے (شکل 6.2)۔

¹⁰ یہ اس لحاظ سے متاثر کن تھا کہ م 12 میں گرانٹی م 11 سے کم تھی۔



براہ راست ٹیکسوں کے تفصیلی جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ 80 فیصد سے زائد ٹیکس رضا کارانہ ادائیگیوں اور دہولڈنگ ٹیکس سے وصول ہوتے ہیں، جن میں سے موخر الذکر میکا کی ہے۔ 11 تاہم ایف بی آر کی کوششیں 'عند الطلب وصولی' سے ظاہر ہوتی ہیں جو مئی 11ء میں 72.2 ارب روپے تھی، اور مئی 12ء میں بڑھ کر 130 ارب روپے تک پہنچ گئی۔

مئی 12ء میں براہ راست ٹیکس وصولی کے موبی انداز سے سہ ماہیوں کے اختتام پر کی ظاہر ہوتی ہے۔ تاہم ایف بی آر کی جانب سے بعد کے مہینوں میں اس کی تلافی کی کوشش کی گئی (شکل 6.3)۔ نتیجتاً سال کے اختتام پر ہدف کا 98.4 فیصد حاصل ہو گیا جو گزشتہ سال سے زیادہ تھا۔

پاکستان میں انکم اور کارپوریٹ ٹیکس براہ راست ٹیکس کی واحد شکل ہیں۔ دیگر شکلیں، مثلاً سماجی امداد اور ویلتھ ٹیکس تقریباً ناپید ہیں۔ پاکستان میں محصولاتی ڈھانچہ بہتر بنانے کے لیے براہ راست ٹیکسوں کی اساس میں توسیع کے ساتھ ٹیکس وصولی کے طریق کار کو بھی بہتر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ رساؤ کو کم کیا جاسکے۔ ٹیکس دہنگی میں کمی کے اہم اسباب میں طریق کار کی مشکلات، ٹیکس سے استثناء اور ٹیکس افسران کی مراعات شامل ہیں۔ فی الوقت پاکستان کی صرف ایک فیصد آبادی انکم ٹیکس ادا کرتی ہے۔ اس کے مقابلے میں بھارت میں ٹیکس گزاروں کی تعداد 3 فیصد اور امریکہ میں 40 فیصد ہے۔¹²

جدول 6.4: ایف بی آر کی ٹیکس وصولی (خالص)							
ارب روپے							
سال بسال فیصد تبدیلی		سالانہ ہدف کا فیصد		خالص وصولیاں		سالانہ ہدف	
مئی 12ء	مئی 11ء	مئی 12ء	مئی 11ء	مئی 12ء	مئی 11ء	مئی 12ء	مئی 11ء
21.5	14.0	98.4	96.1	731.9	602.5	743.6	626.9
20.3	19.4	95.2	99.5	1149.5	955.6	1208.1	960.8
27.8	22.4	96.7	96.8	809.3	633.4	836.7	654.6
-11.2	13.3	73.9	103.4	122.0	137.4	165.0	132.9
18.0	14.5	105.7	106.7	218.2	184.9	206.4	173.3
20.8	17.3	96.4	98.1	1,881.5	1,558.0	1,951.7	1,587.7
ماخذ: فیڈرل بورڈ آف ریونیو							

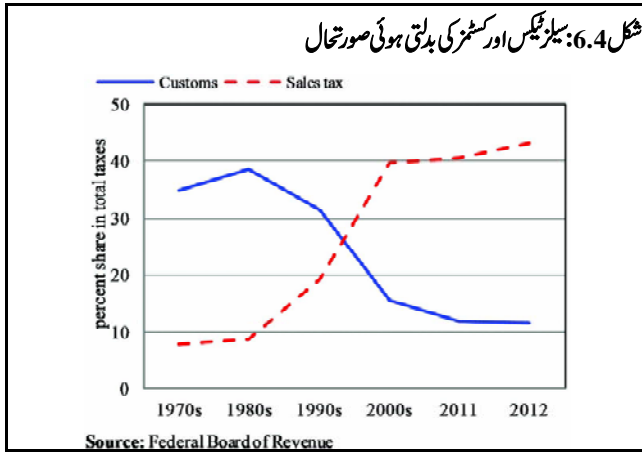
بالواسطہ ٹیکس وصولی

بالواسطہ ٹیکس وصولی کی مجموعی 12ء میں جاری رہی اور اس میں سال بسال 20.3 فیصد کا اضافہ ہوا۔ تاہم سال کے لیے مقرر کردہ ہدف حاصل نہیں ہو سکا (جدول 6.4)۔ سب سے زیادہ کمی وفاقی ایکسائز ڈیوٹی میں تھی، جس کی بڑی حد تک وجوہ تیار اور درآمدی اشیا پر ایکسائز ڈیوٹی کا خاتمہ اور بعض صارفین پائیدار اشیا پر وفاقی ایکسائز ڈیوٹی کا واپس لیا جانا تھیں۔ مزید برآں اس مد میں تقریباً 50 فیصد وصولی سگریٹ، مشروبات اور پٹرولیم مصنوعات سے ہوتی ہے اور مئی 12ء میں ان اشیا کی پیداوار میں کمی ہوئی۔

وفاقی ایکسائز ڈیوٹی کے برکس سیکٹر ٹیکس وصولی میں مئی 11ء کی 22.4 فیصد نمو کے مقابلے میں مئی 12ء میں 27.8 فیصد کی نمایاں نمو ظاہر ہوئی۔ یہ نمو سیکٹر ٹیکس کی شرح میں 100 بی پی ایس کی کمی اور سیکٹر ٹیکس کی وصولی کی وفاقی حکومت سے صوبائی حکومتوں کو منتقلی کے باوجود تھی۔

¹¹ پاکستان میں براہ راست ٹیکسوں کے تین اہم اجزاء ہیں: (i) رضا کارانہ ادائیگیاں، جن میں ٹیکس ادا انگیاں مع گوشوارہ جات اور ایڈوانسز شامل ہیں، (ii) دہولڈنگ ٹیکس، جو ماخذ پر کاٹا گیا ٹیکس ہوتا ہے، اور تنخواہ، کنٹریکٹس، بینکوں سے نقد رقم نکالنے، سود اور منافع منقسمہ کی ادائیگی، ٹیلی فون بلز وغیرہ پر عائد ہوتا ہے، اور (iii) عند الطلب وصولی جس میں ٹیکس گزاروں کے آڈٹ کے ذریعے ٹیکس حکام کا وصول کردہ ٹیکس شامل ہوتا ہے۔

¹² مثال کے طور پر امریکہ میں جمع کرائے گئے ٹیکس گوشواروں کی تفصیل جاننے کے لیے www.irs.gov/pub/irs-soi/11infallobulincome.pdf اور بھارت میں ٹیکس گزاروں کی تعداد جاننے کے لیے <http://business-standard.com/india/> پر جاری کردہ 'بزنس اسٹینڈرڈ' کا 19 جنوری 2011ء کا شمارہ ملاحظہ فرمائیے۔



سیلز ٹیکس وصولی کی اشیاء و ترسیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی نمو میں بڑا حصہ سینٹ، شکر اور قدرتی گیس اور کھاد پر سیلز ٹیکس کا تھا جبکہ ملکی سیلز ٹیکس وصولی میں 15.3 فیصد نمو ہوئی۔ درآمدات پر سیلز ٹیکس میں 39.4 فیصد نمو ہوئی، جو بنیادی طور پر مستثنیات کے خاتمے اور پٹرولیم مصنوعات، خوردنی تیل، گاڑیوں اور مشینری کی زائد درآمدات کی وجہ سے ہوئی۔ سیلز ٹیکس کی بلند نمو میں ایک اور عنصر جس نے کردار ادا کیا، وہ ری بیٹ اور ری فنڈ کے ضمن میں ایف بی آر کی غیر معمولی مستعدی تھی۔ بہر حال سیلز ٹیکس کا بڑا حصہ مخصوص اشیاء پر سیلز ٹیکس سے آتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کاروبار کی دستاویزیت اور کمپیوٹرائزیشن کے ذریعے ٹیکس وصولی کے وسیع امکانات موجود ہیں۔

کسٹم ڈیوٹیز میں بھی 218.2 ارب روپے کے حصے کے ساتھ ٹھوس نمو ظاہر ہوئی، جو ہدف سے 5.7 فیصد زائد تھی۔ اگرچہ قومی خزانے میں کسٹم ڈیوٹی سے زیادہ سیلز ٹیکس کا حصہ ہے (شکل 6.4) تاہم یہ اب بھی محاصل کے ایک ذریعے اور عالمی تجارت کے ضابطہ کار، دونوں کی حیثیت سے ایک اہم پالیسی وثیقہ ہے۔

6.2.2 اخراجات

م 12ء کے دوران مجموعی اخراجات (بشمول پی ایس ایز کے قرضے کے تصفیے کے لیے یکبارگی ادا نیکیاں) میں 25.5 فیصد نمو ہوئی۔ تاہم اگر یکبارگی ادا نیکیوں کو خارج کر دیا جائے تو مجموعی اخراجات میں 14.2 فیصد اضافہ ہوا، جس کی بنیادی وجہ قرضے کی واپسی میں بے پناہ اضافہ اور حکومتی شعبے کے ترقیاتی اخراجات ہیں۔ گزشتہ پانچ برسوں میں ایسا پہلی مرتبہ ہوا کہ م 12ء میں حقیقی ترقیاتی اخراجات ہدف سے تجاوز کر گئے۔¹³ بالخصوص صوبوں کے ترقیاتی منصوبوں اور ترقیاتی اخراجات میں دوران سال 52.9 فیصد نمو ہوئی (جدول 6.5)۔

دوسری جانب اخراجات جاریہ میں م 12ء میں 7.6 فیصد کی پست نمو ہوئی جبکہ م 11ء میں یہ نمو 21.6 فیصد تھی۔ تاہم اخراجات جاریہ میں شامل ملکی قرضوں اور پنشن کی ادا نیکیوں میں سال کے دوران 30 فیصد سے زائد کا نمایاں اضافہ ہوا۔ جبکہ قرض کی واپسی میں اضافہ بینکوں سے بھاری حکومتی قرض گیری کا نتیجہ ہے۔ ریٹائرڈ سٹول اور فوجی ملازمین کو ریلیف دینے کے لیے م 12ء کے بجٹ میں پنشن میں 15 تا 20 فیصد اضافے کا اعلان کیا گیا۔¹⁴ مجموعی سودی ادا نیکیوں (ملکی اور بیرونی) کا اخراجات جاریہ میں حصہ 28.5 فیصد ہے جس میں م 12ء میں 27.4 فیصد کا اضافہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں گزشتہ سال یہ اضافہ 8.7 فیصد تھا۔ سودی ادا نیکیوں میں اضافے کا بنیادی محرک ملکی قرضوں پر ادا کردہ سود میں اضافہ ہے۔ بیرونی قرضے پر سودی ادا نیکیاں م 11ء کی سطح پر برقرار رہیں۔ دوسری جانب دفاعی اخراجات میں، جو 16.2 فیصد حصے کے ساتھ اخراجات جاریہ کا ایک اہم جز ہیں م 12ء کے دوران 12.5 فیصد کا اضافہ ہوا جو م 11ء کے 20.2 فیصد اضافے سے کم ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے زراعت قرض کی واپسی کے بعد اخراجات جاریہ میں دوسری سب سے بڑی مدد بن چکی ہے۔ زراعت کا حجم م 12ء میں دفاعی بجٹ سے تجاوز کر گیا۔ م 12ء کے دوران مجموعی زراعت 556.2 ارب روپے تھا جس میں سے 83.2 فیصد بجلی کے شعبے کو لگایا اور باقی ماندہ کھاد اور زراعت کے لیے فراہم کیا گیا۔

6.3 صوبائی مالیاتی کارروائیاں

پاکستان میں مالیاتی کارروائیوں پر روایتی طور پر وفاقی حکومت کا غلبہ رہا ہے۔ ساتویں این ایف سی ایوارڈ اور اٹھارویں ترمیم کے ذریعے صوبائی حکومتوں کے کردار کو وسعت دینے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ جیسا کہ شکل 6.5 سے ظاہر ہے مالیاتی عدم مرکزیت کے عمل کی تکمیل کے بعد اگرچہ م 12ء پہلا سال تھا تاہم محصولات و اخراجات میں صوبوں کا حصہ

¹³ حکومت اپنے مالیاتی توازن کو مستحکم بنانے کے لیے اکثر ترقیاتی اخراجات میں تخفیف کر دیتی ہے۔

¹⁴ پنشن کے مجموعی بل میں سے 75 فیصد سے زائد منسلک افواج کے ریٹائرڈ ملازمین کو جاتا ہے۔

جدول 6.5: اخراجات کی تقسیم					
ارب روپے					
فیصد تبدیلی		م 12ء		م 11ء	
م 12ء کا بجٹ	م 11ء	بجٹ	حقیقی		
5.8	14.2	3,721	3,936.2	3,447.3	مجموعی اخراجات
4.9	7.6	2976.0	3122.5	2900.8	جاری اخراجات
8.2	2.7	1361.1	1472.4	1434.0	عمومی خدمات عامہ
12.4	27.4	791.0	889.0	698.1	سودی ادائیگیاں ¹
14.9	30.4	714.7	821.1	629.7	ملکی قرضہ
-11.0	-0.7	76.3	67.9	68.4	بیرونی قرضہ
46.1	31.7	96.1	140.4	106.6	پنشن
-24.0	-3.4	295.0	224.3	232.1	گرنٹس
22.2	-44.9	179.0	218.6	397.1	دیگر
2.4	12.5	495.2	507.2	450.6	دفاع
9.7	-13.9	159.7	175.2	203.5	دیگر
0.8	19.1	960.0	967.8	812.7	صوبائی
9.2	49.0	745.1	813.7	546.2	ترقیاتی اور خالص قرض گاری
3.9	44.0	640.0	664.8	461.5	پی ایس ڈی پی
-3.6	34.2	300.0	289.3	215.6	وفائی
10.4	52.9	340.0	375.4	245.6	صوبائی
41.7	75.3	105.1	148.9	85.0	دیگر ²

1 یہاعداد شمار جدول 7.1 میں دی گئی سودی ادائیگیوں کی رقم سے مماثلت نہیں رکھتے کیونکہ: (i) وزارت خزانہ سال کے دوران فی بلز پر دیے گئے اصل سود کو مد نظر رکھتا ہے جبکہ اسٹیٹ بینک سودی ادائیگیوں کا حساب کتاب واجب الوصول کی بنیاد پر کرتا ہے اور (ii) بیرونی قرضے پر سودی ادائیگیوں میں تبدیلی کا سبب بیرونی قرضوں کے متعلق وزارت خزانہ اور اسٹیٹ بینک کی تعریف میں فرق ہے (تفصیلات کے لیے دیکھئے باکس 7.1)۔

2 اس میں دیگر ترقیاتی اخراجات، خالص قرض گاری اور غیر شناخت شدہ اخراجات شامل ہیں جبکہ قرضے کی یکجہتی کی یکبارگی ادائیگی کو منہا کر دیا جاتا ہے۔

ماخذ: وزارت خزانہ

زیادہ تبدیل نہیں ہوا اور کم و بیش اتنا ہی رہا جب مالیاتی کارروائیوں پر وفاقی حکومت کا غلبہ تھا۔

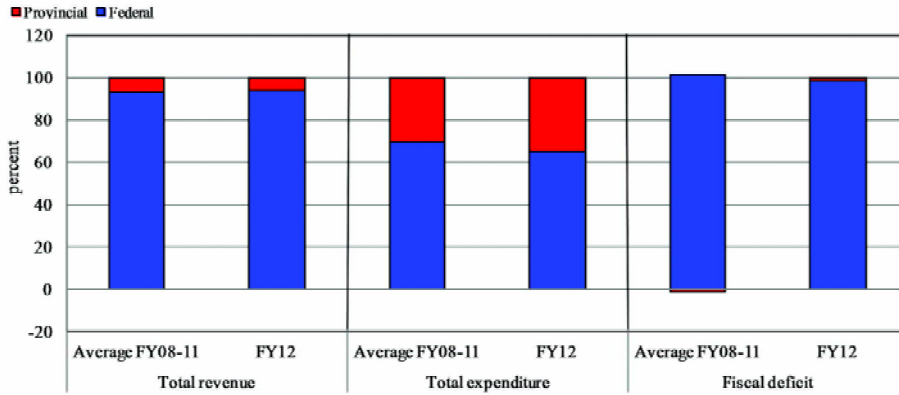
اگرچہ صوبوں کے اخراجات میں گزشتہ چار برسوں کے دوران 21 فیصد مرکب سالانہ شرح نمو سے اضافہ ہوتا رہا ہے تاہم ٹیکس کے ضمن میں ان کی کوششیں اس متفقد رائے کے مطابق نہیں رہیں جو این ایف سی ایوارڈ کے دوران طے پائی تھی۔ 17 وزارتوں کی ذمہ داریوں کی صوبوں کو منتقلی کے باوجود وفاقی اخراجات کم نہیں ہوئے کیونکہ: (الف) منتقل شدہ وزارتوں کے پیشتر ملازمین نے صوبائی پے رول کے آپشن کے بجائے وفاقی پے رول پر رہنے کو ترجیح دی، (ب) وفاقی حکومت میں کچھ نئی وزارتوں کا قیام عمل میں آیا، اور (ج) بعض ڈویژنوں کو وزارتوں کا درجہ دیا گیا۔ مزید برآں، وفاقی حکومت این ایف سی ایوارڈ کی مدت کے عموماً پروگراموں کی مالکاری کرنے پر رضامند ہو گئی۔¹⁵

نتیجتاً، وفاقی حکومت کو اپنے مالیاتی توازن پر بدستور دباؤ کا سامنا رہا۔ دوسری جانب صوبے مالیاتی منتقلی کے عمل میں دی گئی تجویز کے مطابق وفاقی حکومت کی مدد نہیں کر سکے۔ بالخصوص مجموعی اخراجات میں صوبوں کا حصہ جو م 11ء میں 31.1 فیصد تھا، م 12ء میں بڑھ کر 34.9 فیصد ہو گیا جبکہ حاصل کی تخلیق میں ان کا حصہ مجموعی حاصل (وفاقی اور صوبائی) میں 6 فیصد پر برقرار رہا۔

گزشتہ سال کے برعکس، جب (تمام صوبوں کا) مشترکہ مالیاتی توازن فاضل تھا، م 12ء میں صوبوں نے خسارہ ظاہر کیا۔ اگرچہ م 11ء میں 134.5 ارب روپے کے فاضل کا سبب قابل تقسیم پول میں صوبائی حکومتوں کا حصہ بڑھا کر 56 فیصد کرنا تھا (ساتویں این ایف سی ایوارڈ کا ایک خوشگوار نتیجہ) تاہم م 12ء میں خسارے کا محرک صوبائی اخراجات

¹⁵ عموماً پروگراموں میں صوبوں کے صحت اور بہبود بادی سے متعلق منصوبے شامل ہیں، جن کے ذریعے خدمات کی فراہمی متعلقہ صوبے کی ذمہ داری ہے لیکن سرمایہ وفاقی حکومت کی جانب سے فراہم کیا جاتا ہے۔

شکل 6.5: وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی تقابلی مالیاتی صورتحال



Source: Ministry of Finance

میں تیزی سے اضافہ تھا۔ اس سے قطع نظر کہ گزشتہ دو برس میں کیا کچھ ہوا، ساتویں این ایف سی ایوارڈ اور اٹھارویں ترمیم، دونوں کو مقامی خدمات کی فراہمی اور ان کی مالکاری کے ضمن میں احتساب اور مؤثر فیصلہ سازی کے لیے درست سمت میں اقدامات تصور کیا گیا ہے۔ وسیع نظری لٹرچر اور بعض تجرباتی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدم مرکزیت سے معاشی نمو میں اضافہ ہوتا ہے۔¹⁶ تاہم عدم مرکزیت کی مالیاتی کارروائیوں، ربط کے فقدان اور عالمی معاہدوں پر عملدرآمد میں ناکامی سے منسلک خطرات، جن کی اسٹیٹ بینک کی سالانہ رپورٹ 2010-11ء میں پہلے ہی نشاندہی کی جا چکی ہے، اب بھی موجود ہیں۔

چاروں صوبوں میں سے پنجاب کا مجموعی صوبائی محاصل اور مجموعی صوبائی اخراجات میں 44.5 حصہ ہے۔ اس کے بعد سندھ کا مجموعی صوبائی محاصل میں 28.8 فیصد اور مجموعی صوبائی اخراجات میں 30.4 فیصد حصہ ہے۔ زیادہ تر صوبائی مالیاتی کارروائیاں انہی دو صوبوں کی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بلوچستان میں بجٹ کے 19.1 ارب روپے کے فاضل کے باوجود سندھ اور پنجاب کی وجہ سے مجموعی صوبائی توازن خسارے میں تھا (جدول 6.6)۔

اگرچہ سندھ اور پنجاب نے محاصل میں اضافے کے لیے کوششیں کیں، تاہم وہ اخراجات پر قابو نہیں پاسکے۔ سندھ کو صوبے کے بڑے حصے میں سیلاب زدگان کی آبادکاری کے لیے اضافی اخراجات کرنے پڑے جبکہ پنجاب نے انفراسٹرکچر، صحت، تعلیم اور خوراک کی زراعت پر اخراجات کیے۔

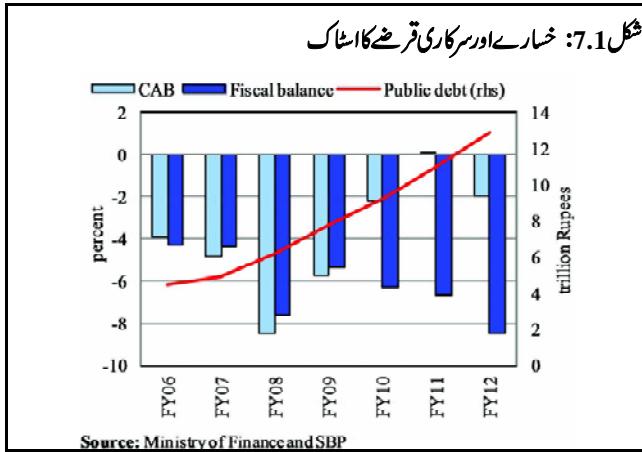
وفاقی قرضوں اور گرانٹس (34.5 ارب روپے) کے سب سے بڑے وصول کنندہ ہونے کے باوجود خیبر پختونخوا کو کم سے کم 12 ارب روپے بجٹ خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ صوبے کے اپنے وسائل (گرانٹس اور قابل تقسیم پول سے منتقلیوں کے سوا) میں سال کے دوران (69.7 فیصد) کمی واقع ہوئی جبکہ اس کے اخراجات میں 30.2 فیصد اضافہ ہوا۔ محاصل کے حصول میں دوسرے چھوٹے صوبے بلوچستان کی کارکردگی خیبر پختونخوا سے مختلف نہیں تاہم اس کے اخراجات قابو میں رہے۔ اگرچہ تمام صوبوں نے ترقیاتی پروگراموں پر اخراجات کیے تاہم بلوچستان ان کے شانہ بشانہ نہیں چل سکا۔ چنانچہ اسے بجٹ میں 19.1 ارب روپے کی فاضل رقم حاصل ہوئی۔

16 مالیاتی عدم مرکزیت پر بجٹ کے لیے دیکھئے: (i) ڈاربی، جے اے مسکینی اور جی راءے (2003ء) 'یورپ میں مالیاتی عدم مرکزیت: حالیہ تجربے کا ایک جائزہ، یورپین ریسرچ ان ریجنل سائنس، 13، 1-32 اور (ii) تھیسین وی (2001ء) 'بلند آمدنی والے ادائیگی ممالک میں مالیاتی عدم مرکزیت اور معاشی نمو، ورکنگ پیپر 1، یورپین نیٹ ورک آف اکنامک پالیسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

جدول 6.6: صوبوں کی مالیاتی سرگرمیوں کا خلاصہ					
ارب روپے					
کل	بلوچستان	خیبر پختونخوا	سندھ	پنجاب	
2011-12ء					
1334.0	134.2	222.1	383.8	593.9	مجموعی حاصل
1089.9	107.4	178.9	285.2	518.3	وفاقی حاصل میں حصہ
107.2	1.0	3.7	60.4	42.1	صوبائی ٹیکس
48.0	5.0	5.0	12.2	25.8	صوبائی غیر ٹیکس
88.9	20.8	34.5	26.0	7.6	وفاقی قرضے/اگرٹنس
1356.1	115.1	225.8	412.3	602.9	مجموعی اخراجات
980.6	86.3	151.2	298.1	445.1	جاری اخراجات
375.4	28.8	74.6	114.2	157.8	ترقیاتی اخراجات
-22.1	19.1	-3.7	-28.5	-9.0	مجموعی بیلنس
39.1	-7.8	-6.0	56.1	-3.1	* خسارے کی مجموعی مالکاری
2010-11ء					
1211.3	125.9	223.8	330.7	531.0	مجموعی حاصل
999.3	100.7	157.9	279.9	460.8	وفاقی حاصل میں حصہ
64.6	1.0	3.5	27.5	32.6	صوبائی ٹیکس
62.3	1.7	25.1	11.5	24.0	صوبائی غیر ٹیکس
85.1	22.5	37.2	11.9	13.6	وفاقی قرضے/اگرٹنس
1076.8	110.3	173.4	310.2	482.9	مجموعی اخراجات
831.2	85.9	121.7	248.0	375.5	جاری اخراجات
245.6	24.3	51.7	62.2	107.4	ترقیاتی اخراجات
134.5	15.6	50.3	20.5	48.1	مجموعی بیلنس
-133.9	-22.4	-35.0	-10.4	-66.1	* خسارے کی مجموعی مالکاری
** مجموعی مالکاری کے اعداد و شمار ریائی اقتصادات کی وجہ سے مجموعی بیلنس سے مختلف ہیں۔					
ماخذ: وزارت خزانہ					

7 ملکی اور بیرونی قرضہ

7.1 عمومی جائزہ¹



جدول 7.1: سرکاری قرضے کے عدم استحکام کے اظہار پر فیصد				
میں 12ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	میں 08ء
62.6	60.9	62.4	61.6	60.7
503.6	486.2	444.1	423.3	414.6
59.1	54.7	50.4	49.3	52.7
54.2	53.8	51.5	49.3	50.0

ماخذ: بینک دولت پاکستان

حکومتی قرضے کے بوجھ میں گزشتہ سال جو بہتری آئی تھی وہ مختصر المیعاد ثابت ہوئی: م 11ء میں سرکاری قرضے اور جی ڈی پی کا تناسب گرنے کے بعد م 12ء میں بڑھ کر 62.6 فیصد ہو گیا۔² سال کے دوران 19 کھرب روپے کے اضافے کے ساتھ اب حکومتی قرضہ 129 کھرب روپے تک پہنچ گیا ہے (شکل 7.1)۔³ یہ بھاری اضافہ بلند مالیاتی خسارے، بشمول سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کے قرضے کے تصفیے کے لیے یکبارگی ادائیگی (اور روپے کی قدر میں کمی سے ابھرنے والے شرح مبادلہ کے نقصانات کی وجہ سے ہوا۔

سرکاری قرضے میں بیشتر اضافے میں ملکی قرضے کا حصہ تھا:⁴ اس کا حصہ جو م 11ء میں 54.7 فیصد تھا، م 12ء میں بڑھ کر 59.1 فیصد ہو گیا (جدول 7.1)۔ دوسری جانب آئی ایم ایف کو قرضے کی ادائیگی اور ساتھ ہی کرنسی کی قدر میں اضافے کے اثرات کی وجہ سے سرکاری بیرونی قرضے کے اسٹاک میں 2 ارب ڈالر کی کمی واقع ہوئی۔ تاہم روپے کے لحاظ سے م 12ء میں ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر گرنے کے باعث اس اسٹاک میں اضافہ ہوا۔⁵

چونکہ گزشتہ چند برسوں میں مسلسل بلند خساروں کی مالکاری بنیادی طور پر گراں ملکی وسائل سے کی گئی ہے اس لیے قرضے کی پائیداری سے متعلق خدشات بڑھ گئے ہیں۔ اس ضمن میں دو نکات قابل غور ہیں: اول، ملکی وسائل کے اندر گراں قلیل المیعاد قرضے پر حد سے زیادہ انحصار کے سبب ملک کا قرض کی واپسی کا بوجھ بڑھ گیا ہے اور

اجرائے ثانی و شرح سود سے منسلک خطرات بھی شدید ہو گئے ہیں۔⁶ دوم، پاکستان کو گزشتہ چھ برسوں سے محاصل کے خسارے کا سامنا ہے جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ سرکاری قرض گریوں کا ایک بڑا حصہ (جس سے اس کے جاری اخراجات کی مالکاری کی گئی)، کے سبب معیشت کی واپسی قرض کی صلاحیت میں اضافہ نہیں ہوا (شکل 7.2)۔⁷ قرضے کی ان حرکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان قرضے کے جال میں پھنسنے کی راہ پر گامزن ہے۔⁸

¹ یہ تجزیہ ملکی قرضے کی اسٹیٹ بینک کی تعریف پر مبنی ہے، جو وزارت خزانہ کی ملکی قرضے کی کوریج سے مختلف ہے۔ تفصیلات کے لیے ہاگس 7.1 ملاحظہ کیجیے۔

² م 11ء میں سرکاری قرضے کا تناسب جی ڈی پی کے مقابلے میں گھٹ کر 60.9 فیصد ہو گیا جبکہ ایک سال قبل یہ 62.4 فیصد تھا (دیکھئے جدول 7.2)۔

³ وزارت خزانہ کے مطابق جون 2012ء کے اختتام پر ملکی قرضہ 127 کھرب روپے تک پہنچ گیا۔

⁴ سرکاری قرضے کے اسٹاک میں م 12ء کے دوران مجموعی اضافے کا تقریباً 84 فیصد ملکی قرضے کے سبب تھا جبکہ باقی ماندہ اضافہ پاکستانی روپے کی قدر میں کمی کے باعث بیرونی قرضے کی روپیہ مالیت میں اضافے کے سبب تھا۔

⁵ مختلف ممالک عموماً مختلف کرنسیوں میں قرض کے معاہدے کرتے ہیں، جنہیں روپورنگ کے لیے ایک مقررہ وقت پر امریکی ڈالر میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ ان ممالک کی کرنسیوں کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی شرح مبادلہ کی حرکات ان ممالک کے بیرونی قرضے کے اسٹاک میں نمایاں تبدیلیوں کا سبب بنتی ہیں، جنہیں کرنسی کی باز قدر دینیائی کہا جاتا ہے۔

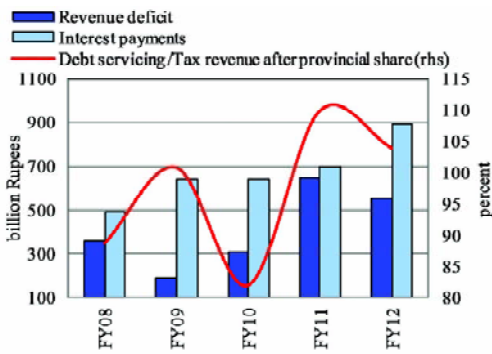
⁶ قرضے کی واپسی کی ادائیگیاں گزشتہ سال سے محاصل کی مد میں حکومتی وصولیوں سے بڑھ گئی ہیں (صوبائی حصے مہیا کرنے کے بعد)۔

⁷ محصولاتی توازن مجموعی محاصل اور حکومتی اخراجات جاریہ کے مابین فرق ہے۔ م 12ء میں محصولاتی خسارہ ملک کی سودی ادائیگیوں کا 62.5 فیصد تھا۔

⁸ قرضے کا جال ایک ایسی صورت حال کو کہتے ہیں جب کوئی ملک اپنی آمدنی کے مقابلے میں قرضے کی بھاری رقم برداشت کرتا ہے۔ نتیجتاً بھاری سودی ادائیگیاں اصل رقم کی ادائیگی میں مانع ہوتی ہیں۔ اسے ڈی بی (2002ء) کے مطابق قرضے کے جال کی کلاسیکی علامات یہ ہیں: سرمایہ کاری کی گرتی ہوئی شرحیں، حکومت کی جانب سے ترقیاتی اور سماجی اخراجات میں کمی اور جی ڈی پی کی گھٹتی ہوئی شرحیں۔ یہ عوامل ملکی مجموعی اقتصادی کارکردگی مزید کمزور کرتے ہیں اور قرضے کی ادائیگی مزید مشکل ہو جاتی ہے۔

جدول 7.2: پاکستان کے قرض و واجبات کا خاکہ						
م 12ء	م 11ء	م 10ء	م 12ء	م 11ء	م 10ء	
جی ڈی پی کا فیصد			ارب روپے			
70.6	69.5	72.3	14,587.0	12,530.0	10,702.2	مجموعی قرض و واجبات
62.6	60.9	62.4	12,924.3	10,990.7	9,229.1	سرکاری قرضہ 1
67.4	66.0	68.0	13,921.6	11,908.4	10,069.9	مجموعی قرضہ
37.0	33.3	31.4	7,638.3	6,012.2	4,650.8	حکومتی ملکی قرضہ 2
1.4	2.3	2.5	281.1	411.5	375.0	سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کا ملکی قرضہ
29.1	30.4	34.1	6,002.3	5,484.7	5,040.8	بیرونی قرضہ
21.1	22.1	24.8	4,364.5	3,987.7	3,667.1	حکومتی بیرونی قرضہ
3.4	4.3	4.7	694.3	768.7	690.3	آئی ایم ایف کے قرضے
0.7	0.6	0.9	144.2	116.6	131.2	سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کا بیرونی قرضہ
2.9	2.6	2.6	600.6	470.4	386.2	غجی شعبے کا بیرونی قرضہ
1.0	0.8	1.1	198.7	141.2	166.1	بین بین قرضہ
3.2	3.4	4.3	665.4	621.6	635.5	مجموعی واجبات
2.1	2.2	2.8	438.1	399.5	414.6	ملکی واجبات
1.1	1.2	1.5	227.3	222.1	220.9	بیرونی واجبات
6.1	5.6	6.6	1,260.2	1,017.4	978.4	مجموعی ادائیگی قرض
4.7	4.5	4.8	966.3	807.1	715.0	سودی ادائیگی
3.9	3.6	3.9	811.2	650.3	577.7	ملکی قرضہ
0.4	0.5	0.6	89.8	90.6	82.9	بیرونی قرضہ 3
0.3	0.4	0.4	64.2	65.0	52.1	ملکی واجبات
0.0	0.0	0.0	1.1	1.3	2.3	بیرونی واجبات
1.4	1.2	1.8	294.0	210.3	263.4	اصل رقم کی ادائیگی (بیرونی)
1 سرکاری قرضے میں حکومتی ملکی قرضہ، حکومتی بیرونی قرضہ، آئی ایم ایف کے قرضے اور بیرونی واجبات شامل ہیں۔						
2 ملکی قرضے میں قرضے یا شندوں کی زیر تحویل فاران ایچ پی بی، بیرونی قرضے، فاران کرنسی بیرونی قرضے، ڈالر بانڈ، زر سرمایہ اور ایف ڈی ایس ڈالر بانڈ کی روپے مالیت بھی شامل ہے۔						
3 جدولی بینکوں کی اصل رقم کی ادائیگی اس جائزے سے خارج ہے۔						
ماخذ: بینک دولت پاکستان						

شکل 7.2: سرکاری قرضے کی ضرورت پذیری کے اظہار



اس سیاق و سباق میں پاکستان کے موجودہ قرضے کا اسٹاک ملکی اور عالمی معیارات سے بلند ہونا کوئی حیران کن امر نہیں ہے۔ بالخصوص، پاکستان میں حکومتی قرضہ مالیاتی ذمہ داری اور تحدید قرضہ ایکٹ مجریہ 2005ء سے مشروط ہے۔ اس ایکٹ کے تحت م 13ء کے آخر تک حکومتی قرضہ جی ڈی پی کے 60 فیصد تک ہونے کی حد مقرر کی گئی ہے اور یہ ہدف 2008ء کے بعد محاصل کے جاری توازن کو مثبت بنا کر حاصل کرنا ہے۔⁹ م 12ء میں جی ڈی پی کے 62.6 فیصد حکومتی قرضے اور اس کے ساتھ ہی مستقل محصولاتی خساروں سے م 13ء میں اہم مالیاتی ردوبدل کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے۔¹⁰ اسی طرح یہ تناسب آئی ایم ایف کی جانب سے مقرر کردہ کم سے کم سطح سے زیادہ ہے۔¹¹

⁹ اس قانون میں م 13ء کے آخر تک 60 فیصد نشانہ کے حصول کے بعد اس تناسب میں سالانہ 2.5 فیصدی دور کے کمی بھی تجویز کی گئی ہے۔

¹⁰ اگر قرض اور جی ڈی پی کے 60 فیصد تناسب کی شرط م 06ء میں شیڈول سے قبل پوری کر دی گئی تھی، تاہم یہ کامیابی برقرار نہیں رکھی جاسکی۔

¹¹ آئی ایم ایف (2011ء) مالیاتی پالیسی اور سرکاری قرضے کے تجربے کے فریم ورک کی جدید خطوط پر استواری؛ فیکلٹ افیئر زڈ پیپارٹمنٹ اینڈ ڈی اسٹریٹیجی پالیسی اینڈ ریویو ڈیپارٹمنٹ۔ آئی ایم ایف کے مطابق جی ڈی پی کے 60 فیصد کی سطح پر قرضے کی بلند سطحوں سے پائیداری کو درپیش خطرات کے تفصیلی جائزے کا انتظام کیا جانا چاہیے۔

جدول 7.3: عالمی تقابل۔ مجموعی قرضہ/جی ڈی پی					
فیصد					
2012ء	2011ء	2010ء	2009ء	2008ء	
39.5	38.2	38.6	41.3	39.1	کم آمدنی کے حامل ممالک
106.5	103.5	99.3	93	81.5	ترقی یافتہ معیشتیں
35.7	37.6	41	36.7	34.7	ابھرتی ہوئی معیشتیں
22	25.8	33.5	17.7	17	چین
67.6	68.1	69.4	75	74.7	بھارت
62.6	60.9	62.4	61.6	60.7	پاکستان*

* پاکستان کے اعداد و شمار مالی سال کے ہیں۔
ماخذ: فنکل ماٹیر، بی بی سی، فنکل پالیسی ریسرچ، اپریل 2012ء، آئی ایم ایف اور اسٹیٹ بینک

جدول 7.4: بیرونی ممالک میں قرضہ جی ڈی پی کا تناسب		
فیصد		
2012ء	2011ء	
88.4	82.5	برطانیہ
73.9	72.2	آسٹریا
99.1	98.5	بلیجیم
88.2	86.1	فرانس
82.2	81.2	جرمنی
162.6	165.4	یونان
117.6	108.2	آئرلینڈ
125.8	120.1	اٹلی
70.1	66.2	نیدرلینڈز
114.4	107.8	پرتگال
90.3	68.5	اسپین

ماخذ: آئی ایم ایف اور بلومبرگ

مزید برآں، عالمی تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کا مجموعی قرضہ ابھرتی ہوئی اور کم آمدنی کی حامل معیشتوں دونوں کے اوسط قرضے سے زیادہ ہے (جدول 7.3)۔ تاہم پاکستان کی حالت کئی یورپی ممالک سے بہتر ہے۔ ہماری رائے میں یورو کا موجودہ بحران جاری رہنے کا امکان ہے کیونکہ بیشتر یورپی ممالک اب تک خام ملکی پیداوار کے مقابلے میں اپنے قرضے کا بھاری تناسب گھٹانے کی کوشش کر رہے ہیں (جدول 7.4)۔

علاوہ ازیں پاکستان کی بیرونی ضرر پذیری بھی م س 12ء میں بڑھی کیونکہ بیرونی رقوم کی ناکافی آمد کے باعث بیرونی قرضے کی واپسی (جاری حسابات کے خسارے کی مالکاری کے ساتھ) کا بوجھ ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر پر پڑا۔¹² اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جولائی 2012ء میں موڈیز کی جانب سے پاکستان کی آزادانہ کریڈٹ ریٹنگ گھٹا کر اسے سب سے نچلا درجہ Caa1 دے دیا گیا۔¹³

ملک کی مجموعی معیشت کو درپیش یہ مشکلات مالیاتی استحکام کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ اس حقیقت کا ادراک ضروری ہے کہ کوئی ملک اپنے قرضے کے اسٹاک میں اضافہ جاری رکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی قرض کی واپسی کی صلاحیت اس کے مطابق نہ ہو۔ عالمی تجربے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سادہ اصول کو اپنانے میں ناکامی بیرونی اور ملکی قرضوں، دونوں حوالوں سے متعدد ناہنہ دہندگیوں کا باعث بنی (بکس 7.3)۔¹⁴

بکس 7.1: سرکاری قرضہ - اسٹیٹ بینک اور وزارت خزانہ کی تفریق میں فرق

اسٹیٹ بینک کے اعداد و شمار کے مطابق جون 2012ء کے اختتام تک سرکاری قرضہ 129 کھرب روپے تک پہنچ گیا جبکہ وزارت خزانہ کی رپورٹ کے مطابق اسی مدت کے لیے سرکاری قرضہ 12.7 کھرب تک پہنچ گیا (جدول 7.1.1 اور 7.1.2)۔ قرضے کے اعداد و شمار میں یہ تفاوت دو اداروں کی جانب سے سرکاری قرضے کی کویتج میں فرق کے باعث ہے۔

اسٹیٹ بینک سرکاری قرضے کے اعداد و شمار مرتب کرنے کے لیے آئی ایم ایف کے رہنما خطوط پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ مذکورہ رہنما خطوط میں کہا گیا ہے: 'سرکاری شعبے میں عام حکومت، زرعی حکام اور بینکاری و دیگر شعبوں کے سرکاری کارپوریشنز کے زمرے میں آنے والے ادارے شامل ہیں۔'¹⁵

جدول 7.1.1: سرکاری قرضہ - وزارت خزانہ				
ارب روپے				
م س 12ء	م س 11ء	م س 10ء	م س 09ء	
12,661	10,709	8,938	7,595	سرکاری قرضہ (I+II)
5,023	4,694	4,284	3,736	I - بیرونی قرضہ
7,638	6,015	4,654	3,859	II - حکومتی ملکی قرضہ
61.3	59.4	60.4	59.7	سرکاری قرضہ/خام ملکی پیداوار

ماخذ: پاکستان اکنامک سروے 2011-12ء اور وزارت خزانہ

¹² ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر جو م س 11ء میں 27.8 درآمدی ہفتوں کی سطح پر تھے م س 12ء میں کم ہو کر 19.9 درآمدی ہفتوں کی سطح پر آ گئے۔

¹³ یہ موڈیز کی جانب سے 1999ء کے بعد دی گئی سب سے کم درجہ بندی ہے۔

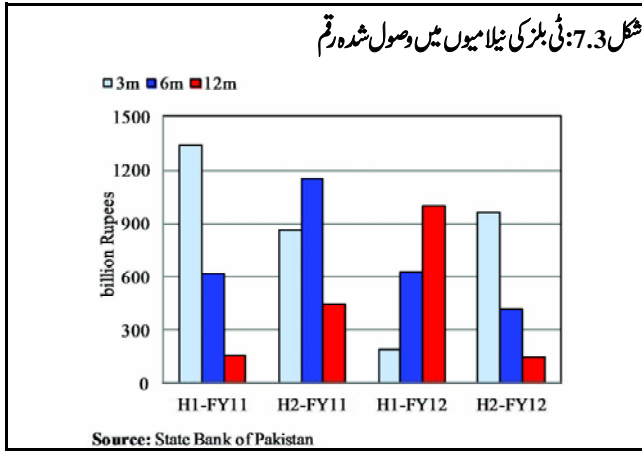
¹⁴ (آئی ایم ایف 2008ء)، 'مارکیٹ تک رسائی رکھنے والے ممالک کے لیے قرضے کی پائیداری کے جائزے پر عمل کی رہنمائی کے لیے نوٹ، مرتب کردہ: پالیسی ڈیولپمنٹ اینڈ ریویو ڈپارٹمنٹ۔

¹⁵ ماخذ: آئی ایم ایف (2003ء)، 'بیرونی قرضے کے اعداد و شمار مرتب کنندگان اور استعمال کنندگان کے لیے رہنما'۔

جدول 7.1.2: سرکاری قرضہ۔ اسٹیٹ بینک				
ارب روپے				
میں 12ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	
4,364.5	3,987.7	3,667.1	3,452.0	I - حکومتی بیرونی قرضہ (i+ii+iii)
4318.7	3,921.0	3,580.1	3,382.7	i - وسط مدت اور طویل مدت
9.7	11.6	14.3	16.2	ii - فوجی
36.1	55.0	72.7	53.1	iii - قلیل المیعاد قرضہ
694.3	768.7	690.3	419.0	II - آئی ایم ایف سے
227.3	222.1	220.9	103.7	III - بیرونی واجبات
7,638.3	6,012.2	4,650.8	3,860.7	IV - حکومتی ملکی قرضہ (I+II+III+IV)
12,924.3	10,990.7	9,229.1	7,835.3	سرکاری قرضہ
62.6	60.9	62.4	61.6	سرکاری قرضہ جی ڈی پی
ماخذ: بینک دولت پاکستان				

اس طرح اسٹیٹ بینک کی سرکاری قرضے سے متعلق رپورٹ چار زمروں پر مشتمل ہے: (i) حکومتی ملکی قرضہ، (ii) حکومتی بیرونی قرضہ، (iii) آئی ایم ایف کے قرضے اور (iv) بیرونی واجبات۔ واضح رہے کہ تفصیلی معلومات کی عدم دستیابی کے باعث اسٹیٹ بینک کے مرتب کردہ سرکاری قرضے کے اعداد و شمار میں سرکاری شعبے کے کاروباری اداروں کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔

اگرچہ وزارت خزانہ اور اسٹیٹ بینک، دونوں ہی حکومتی ملکی قرضے کی ایک ہی تشریح کی تھیلہ کرتے ہیں، تاہم وزارت خزانہ کی جانب سے مرتب کردہ بیرونی قرضے کے اعداد و شمار اسٹیٹ بینک کے اعداد و شمار سے مختلف ہوتے ہیں۔ وزارت خزانہ حکومتی بیرونی قرضے کے اعداد و شمار میں قلیل المیعاد قرضے، فوجی قرضے اور بیرونی قرضے کے واجبات کو شامل نہیں کرتی۔ چنانچہ ان دونوں اداروں کی جانب سے مرتب کردہ مجموعی حکومتی قرضے کے اعداد و شمار میں ہم آہنگی نہیں ہوتی۔



7.2 ملکی قرضہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، بھاری مالیاتی خسارے کے نتیجے میں ملکی قرضے کی واپسی میں مئی 12ء کے دوران 16 کھرب روپے کا اضافہ ہوا (جدول 7.5)۔ اس اضافے کے نصف سے زائد کا سبب قلیل المیعاد قرضہ ہے کیونکہ حکومت نے ملکی بینکاری نظام سے بھاری قرضہ حاصل کیا (جدول 7.6)۔

7.2.1 رواں قرضہ

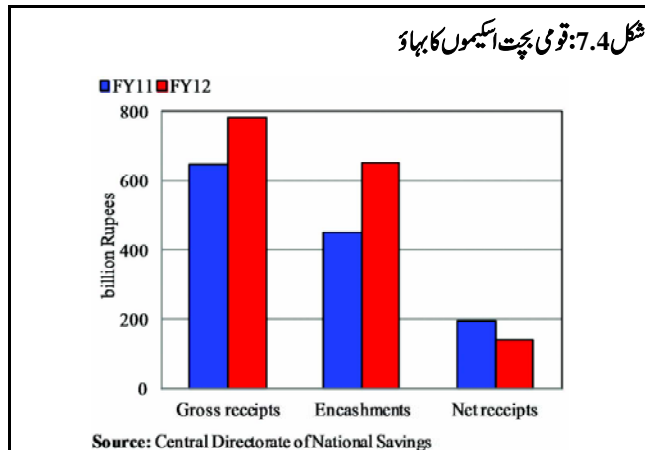
حکومتی ملکی قرضے میں رواں قرضے کا حصہ مئی 12ء کے آخر میں 54.2 فیصد تک پہنچ گیا۔ 910.3 ارب روپے کے اضافے میں گردش قرضے کے تصفیے کے لیے 195 ارب روپے شامل ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔¹⁶

بینکوں کی ٹی بلز میں سرمایہ کاری مئی 12ء کے دوران دو مختلف طریقوں سے ہوئی۔ سال کی پہلی ششماہی میں پالیسی ریٹ میں کمی کے بعد بینکوں نے اپنی سرمایہ کاری 12 ماہ کے ٹی بلز کی جانب منتقل کر دی تاکہ یہ سرمایہ طویل المیعاد اثاثوں میں محفوظ کیا جاسکے کیونکہ سود کی شرحوں میں مزید کمی کی امید تھی۔ تاہم سال کی دوسری ششماہی میں کمزور بیرونی صورتحال اور گرانے کے دوام کے خدشات کے باعث سود کی شرحوں کے پالیسی ریٹ کے حسب سابق رہنے کی توقعات بڑھ گئیں جس سے بینک 3 ماہ کے ٹی بلز میں سرمایہ کاری کی جانب مائل ہوئے (شکل 7.3)۔¹⁷

¹⁶ 391 ارب روپے کے مجموعی تصفیے میں سے 195 ارب روپے 12 ماہ کے ٹی بلز کے اجراء کے ذریعے اکٹھا کیے گئے۔

¹⁷ آخر جون 2012 تک واجب الادائی بلز کے اسٹاک میں سرمایہ تمککات کا حصہ 25 فیصد تھا جبکہ پچھلے سال کے اسی عرصے میں 8.4 فیصد رہا تھا۔

جدول 7.5: ملکی قرضے کی صورتحال						
ارب روپے						
سودی ادائیگیاں			واجب الادا اسٹاک		قرضہ جاتی دہی	
تبدیلی	م 12ء	م 11ء	تبدیلی	م 12ء	م 11ء	قرضہ جاتی دہی
44.2	136.0	91.8	573.5	1,695.9	1,122.4	الف - مستقل قرضہ
جس میں						
15.6	26.9	11.2	158.9	383.5	224.6	حکومت پاکستان اجارہ صکوک 3 سال
24.5	81.7	57.3	358.3	974.7	616.4	پاکستان انوٹمنٹ بانڈز
4.5	27.3	22.8	56.3	333.4	277.1	انعامی بانڈز
15.7	377.1	361.4	910.3	4,142.9	3,232.6	ب - رواں قرضہ
10.8	202.8	191.9	568.4	2,383.2	1,814.8	مارکیٹ ٹی بلز
4.9	174.4	169.5	341.9	1,759.7	1,417.8	مارکیٹ ریپیڈ ٹی بلز
101.0	298.0	197.0	142.2	1,798.0	1,655.8	ج - غیر فنڈ قرضہ
جس میں						
14.9	70.8	55.9	7.3	241.8	234.5	ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس
62.4	86.7	24.3	-52.8	341.8	394.6	اسٹیکل سیونگ سرٹیفکیٹس (رجسٹرڈ)
6.2	25.5	19.3	44.0	226.6	182.6	ریگولر اکرم سرٹیفکیٹس
8.8	69.8	61.0	52.3	480.8	428.5	بہود سیونگ سرٹیفکیٹس
2.6	23.9	21.4	16.4	162.3	146.0	ہینڈلرز سیونگ اکاؤنٹ
-0.1	0.0	0.1	0.0	1.4	1.4	* د - فارن کرنسی کے وثیقہ جات
160.9	811.2	650.3	1,626.1	7,638.3	6,012.2	مجموعی ملکی قرضہ (الف + ب + ج + د)
* اس میں قرضہ بانڈوں کی زچہ و بیل فارن ایچ بی سی بی سرٹیفکیٹس، فارن کرنسی بیگز سرٹیفکیٹس، ڈالر بانڈز سرٹیفکیٹس اور اسٹیکل ڈالر بانڈز شامل ہیں۔						
ماخذ: بینک دولت پاکستان						



جیسا کہ جدول 7.5 سے ظاہر ہے، اگرچہ بینکوں نے ٹی بلز کی نیلا میوں میں ہدف سے زائد رقم کی پیشکش کی تھی تاہم حکومت نے ان اہداف کی پابندی نہیں کی اور بہت کم قرضہ حاصل کیا۔ اس کا سبب بینکوں کی جانب سے زائد شرحوں کا مطالبہ تھا، جو حکومت کے لیے اطمینان بخش نہیں تھا۔ نتیجتاً م 12ء کے دوران مرکزی بینک سے حکومتی قرض گیری میں اضافہ ہوا۔ م 12ء کی پہلی سہ ماہی کے دوران اسٹیٹ بینک کو 103 ارب روپے واپس کرنے کے بعد حکومت اسٹیٹ بینک ایکٹ میں ترمیم کے بعد چوتھی سہ ماہی میں اسٹیٹ بینک سے صفر سہ ماہی قرض گیری کا وعدہ پورا نہیں کر سکی۔

7.2.2 مستقل قرضہ

م 12ء کے دوران مستقل قرضے میں 573.5 ارب روپے کا اضافہ ہوا جس میں وہ 195 ارب روپے بھی شامل ہیں جو گردش قرضے کے تصفیے کے لیے پانچ سالہ پاکستان انوٹمنٹ بانڈز کے ذریعے حاصل کیے گئے تھے (جدول 7.4)۔ مزید برآں، م 12ء کے دوران انعامی بانڈ کے اسٹاک میں 156.3 ارب روپے کا اضافہ ہوا جس کی وجہ سے سال کے دوران نو متعارف کردہ 25000 روپے مالیت کے انعامی بانڈ میں عوام کی بے پناہ دلچسپی تھی۔ اگرچہ اس میں سے کچھ اضافے کو دیگر تمسکات کے بدل سے منسوب کیا جاسکتا ہے تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ نئی سرمایہ کاری ہوئی ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مالیت کے انعامی بانڈ سے سرمایہ کاروں کی ضروریات کی تکمیل ہو رہی ہے۔

جدول 7.6: حکومتی ابتدائی نیلامیوں کی تفصیلات برائے مئی 2012ء			
ارب روپے			
قبول شدہ	پیش شدہ	ہدف	ٹی بلز
2,854.6	4,773.6	3,345.0	
221.0	325.0	185.0	پاکستان انوسٹمنٹ بانڈز
186.8	248.3	150.0	اجارہ
3,262.4	5,346.9	3,680.0	میزان
ماخذ: بینک دولت پاکستان			

7.2.3 غیر فنڈ قرضہ

پاکستان کے غیر فنڈ قرضے میں مئی 2012ء کے دوران 142.2 ارب روپے کا اضافہ ہوا جو مئی 2012ء کے دوران قومی بچت اسکیموں کی مجموعی آمد میں اضافے کے باوجود مئی 2011ء سے کم ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ادارہ جاتی سرمایہ کاروں کی طرف سے زیادہ اعلیٰ منٹس ہیں۔ حکومت نے اپریل 2011ء سے ان اسکیموں میں ادارہ جاتی سرمایہ کاروں کی شرکت پر پابندی عائد کر دی گئی تھی (شکل 7.4)۔

جدول 7.7: قومی بچت اسکیموں پر منافع کی شرح				
فیصد				
سیونگزا کاؤنٹس	بھودیدوگ سرٹیفکیٹس	پنشنرز بینیفٹ اکاؤنٹس	ریگولر انکم سرٹیفکیٹس	
9.00	15.36	15.36	13.44	جولائی 2011ء
8.50	14.40	14.40	12.60	اکتوبر 2011ء
8.25	13.86	13.86	11.76	جنوری 2012ء
8.40	14.28	14.28	12.12	اپریل 2012ء
8.65	14.64	14.64	12.36	جولائی 2012ء
ماخذ: قومی بچتوں کا مرکزی ڈائریکٹریٹ				

اکتوبر 2011ء اور جنوری 2012ء میں شرحوں میں دو مرتبہ کمی کے باوجود قومی بچت اسکیموں میں مجموعی وصولیاں زیادہ تھیں۔ اس سے غالباً اس حقیقت کی عکاسی ہوتی ہے کہ سرمایہ کاروں کے لیے متبادل ذرائع، مثلاً بینک امانتوں کے مقابلے میں یہ کم شرحیں بھی پرکشش تھیں (جدول 7.7)۔¹⁸

مزید برآں، ملک میں نجی بچت کو فروغ دینے اور حکومت کا بینکوں سے قرض گیری پر انحصار کم کرنے کے لیے قومی بچتوں کے مرکزی ڈائریکٹریٹ نے یکم جولائی 2012ء سے قلیل عرصیتوں، یعنی 3 ماہ، 6 ماہ اور 12 ماہ کے سرٹیفکیٹ جاری کیے ہیں۔ اس اقدام سے رقم کے حصول میں مدد ملے گی تاہم اس سے قومی بچت اسکیموں کے ذریعے حکومتی قرض گیری کی اوسط عرصیت کم ہونے کا خطرہ ہے۔

7.3 ملکی قرضے پر سودی ادائیگیاں

ملکی قرضے پر سودی ادائیگیوں میں مئی 2012ء کے دوران 24.7 فیصد کا اضافہ ہوا۔ تاہم گُل ادائیگیوں (811.2 ارب روپے) کا تقریباً ایک تہائی کا سبب ادارہ جاتی سرمایہ کاروں کی جانب سے قومی بچت اسکیموں بالخصوص اسپیڈل سیونگ سرٹیفکیٹس کا بھنایا جانا تھا (جدول 7.5)۔ قبل ازیں ادارہ جاتی سرمایہ کاروں کی جانب سے ان سرٹیفکیٹس پر سودی ادائیگیوں کی نوسرماہ کاری کی جارہی تھی۔ تاہم ان اسکیموں میں ان کی شرکت پر حکومتی پابندی کی وجہ سے دوران سال بھاری رقوم نکلاؤانی گئیں۔

مزید برآں، مئی 2012ء کی چوتھی سہ ماہی میں پاکستان انوسٹمنٹ بانڈز پر مرکوز ادائیگیوں کے باعث مئی 2012ء میں مستقل قرضے پر سودی ادائیگیوں بڑھ گئیں۔

7.4 بیرونی قرضہ اور واجبات

بیرونی قرضے اور واجبات جون 2012ء کے اختتام پر 56 کروڑ 90 لاکھ ڈالر کی کے ساتھ 65.8 ارب ڈالر ہو گئے (جدول 7.8)۔¹⁹ کرنسی کی قدر بڑھنا اور قرضے کی واپسی میں خاصا اضافہ اس کی باعث ہیں۔²⁰

¹⁸ تاہم اپریل 2012ء اور جولائی 2012ء کے دوران قومی بچت اسکیموں کی شرحوں میں اضافہ کیا گیا۔

¹⁹ آئی ایم ایف کی بیرونی قرضے کی گائیڈ (2003ء) کے مطابق اسٹیٹ بینک نے بیرونی قرضے کی شماریات کی کوئی بڑھادی ہے۔ اضافی اعداد و شمار میں مندرجہ ذیل شامل ہیں: (i) حکومت کے زیر ترمیم قرضے کی تسکات (ii) پی ایس این کے اور ڈرافٹ بیننس (iii) غیر مقیم افراد کے زیر ترمیم مقامی اور بیرونی کرنسی کی امانتیں (iv) نجی شعبے کے تجارتی قرضے (v) غیر مقیم افراد کو واجب الادا بخش فنڈ اور حیاتی بیمہ کمپنیوں کے واجبات، بین الاقوامی غیر زری اداروں وغیرہ کے سرمایہ سسکر پشاور (v) براہ راست سرمایہ کاروں کے قرضہ واجبات۔

²⁰ شرح مبادلہ کی باز قدر پائی کے نتیجے میں مئی 2012ء کے دوران پاکستان کو 1.3 ارب ڈالر کا لین دین کا فائدہ ہوا۔ بیرونی قرضے کی کرنسی کی قیمت ترکیبی سے انکشاف ہوا کہ بیرونی قرضے 11 فیصد اضافہ پر مبنی ہے۔ چنانچہ امریکی ڈالر کے مقابلے میں یورو کی قدر میں 13.1 فیصد کمی بھاری کمی سے مئی 2012ء کے دوران بیرونی قرضے کے اسٹاک میں 76 کروڑ 70 لاکھ ڈالر کی کمی ہوئی۔ علاوہ ازیں ایس ڈی آر کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی قدر میں اضافے سے اس سال کے دوران مزید 66 کروڑ 20 لاکھ ڈالر کا لین دین کا فائدہ ہوا۔

جدول 7.8: پاکستان کے بیرونی قرضہ اور واجبات			
ارب ڈالر	م 11ء	م 12ء	مطلق فرق
سرکاری قرضہ (1+2+3)	57.9	55.9	-2.0
1۔ حکومتی قرضہ	46.4	46.1	-0.3
(i) طویل مدت (ایک سال سے زائد) جس میں	45.7	45.7	0.0
پیرس کلب	15.5	15.0	-0.4
کثیر فریقی	25.8	25.4	-0.4
دوطرفہ	1.9	2.5	0.5
یوروسکوک، عالمی بانڈز	1.6	1.6	0.0
(ii) قلیل مدت (ایک سال سے کم)	0.6	0.4	-0.3
2۔ آئی ایم ایف سے	8.9	7.3	-1.6
(i) وفاقی حکومت	2.0	1.9	-0.1
(ii) مرکزی بینک	6.9	5.4	-1.5
3۔ زرمبادلہ کے واجبات	2.6	2.4	-0.2
4۔ سرکاری شعبے کے کاروباری ادارے	1.4	1.5	0.2
i۔ ضمانت شدہ قرضہ	0.1	0.2	0.1
ii۔ غیر ضمانت شدہ قرضہ	1.3	1.3	0.0
5۔ بینک	1.1	1.8	0.7
i۔ قرض گیری	0.4	0.9	0.5
ii۔ غیر اقامتی اثاثیں (مقامی اور بیرونی کرنسی)	0.7	1.0	0.3
6۔ نجی شعبہ	4.4	4.5	0.1
i۔ غیر ضمانت شدہ قرضہ	4.4	4.5	0.1
قرضے	2.4	2.2	-0.1
غیر ضمانت شدہ بانڈز	0.1	0.1	0.0
تجارتی قرضے	1.6	1.6	0.0
دیگر قرضہ جاتی واجبات	0.3	0.3	0.0
7۔ براہ راست سرمایہ کاروں کو واجب الادا رقم	1.6	2.1	0.5
مجموعی بیرونی قرضہ (1+2+3+4+5+6+7)	66.4	65.8	(0.6)

ماخذ: نمبر 1 اور 2 کے لیے، ماسو، 2012، 4، اقتصادی امور ڈویژن، بقیہ بینک دولت پاکستان

7.4.1 بیرونی قرضے اور واجبات کی پائیداری

کسی ملک کے بیرونی قرضے کی پائیداری کی جانچ میں اس کی قرضہ برداشت کرنے کی صلاحیت کا جائزہ شامل ہوتا ہے جو ادائیگی قرض کے اظہاریوں نیز فوری بیرونی واجبات پورے کرنے کی اہلیت (جو سیالیت کے اظہاریوں سے ناپی جاتی ہے) سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ بیرونی قرضے اور واجبات میں کمی کے بعد پاکستان کا بیرونی قرضہ جو م 11ء میں جی ڈی پی کا 31.5 فیصد تھا، م 12ء میں کم ہو کر 28.5 فیصد ہو گیا (جدول 7.9)۔ تاہم یہ بہتری قرضے کی واپسی کے بوجھ میں کمی میں منعکس نہیں ہوئی کیونکہ اس سال زرمبادلہ کی آمدنی اور برآمدی آمدنی کے مقابلے میں قرضے کی واپسی کا تناسب کم ہوا۔ اگرچہ آئی ایم ایف کے قرضے کی قسط وار واپسی کے سبب قرضے کی واپسی میں 21.2 فیصد اضافہ ہوا لیکن زرمبادلہ کی آمدنی میں (بڑی حد تک برآمدی آمدنی میں کمی کے باعث) دوران سال صرف 0.6 فیصد نمو ہوئی۔

مزید برآں، ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر م 12ء میں دباؤ کا شکار ہو گئے کیونکہ جاری حساب کے خسارے کے تعلق سے زرمبادلہ کی موزونیت میں کمی واقع ہوئی، جیسا کہ RES/

(STD+CAB) کے تناسب سے ظاہر ہوتا ہے (جدول 7.9)۔²¹

²¹ م 11ء کے دوران اس تناسب میں کمی زیادہ تر جاری کھاتے کے فاضل کی وجہ سے تھی۔

جدول 7.9: بیرونی قرضہ جاتی برداشت کے اظہار					
میں 12ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	میں 08ء	
ادائیگی قرض کی صلاحیت کے اظہار					
27.4	30.3	33.4	--	--	مجموعی بیرونی قرضہ/ جی ڈی پی *
28.5	31.5	34.9	--	--	بیرونی قرضہ اور واجبات/ جی ڈی پی *
2.2	2.3	2.7	3.3	3.4	سودی ادائیگیاں/ زرمبادلہ آمدنی
9.0	7.5	12.2	13.5	8.7	بیرونی قرضے کی ادائیگی/ زرمبادلہ آمدنی
5.5	4.2	5.2	6.1	6.1	سودی ادائیگیاں/ برآمدی آمدنی
23.3	13.9	23.3	24.8	15.6	بیرونی قرضے کی ادائیگی/ برآمدی آمدنی
سیالیت کے اظہار					
2.0	2.6	3.3	--	--	قلیل مدتی قرضہ/ مجموعی بیرونی قرضہ *
12.0	11.7	8.7	--	--	مجموعی ذخائر/ قلیل مدتی قرضہ *
38.8	7.5	34.9	--	--	(قلیل مدتی قرضہ + جاری حسابات کا توازن)/ مجموعی ذخائر *
19.9	27.8	28.2	21.1	17	درآمدی ہفتوں کی تعداد

* قرضے کے اعداد و شمار کو ریجن کے مطابق ہیں، میں 10ء سے پہلے کے یہ اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔
ماخذ: بینک دولت پاکستان کے تخمینے

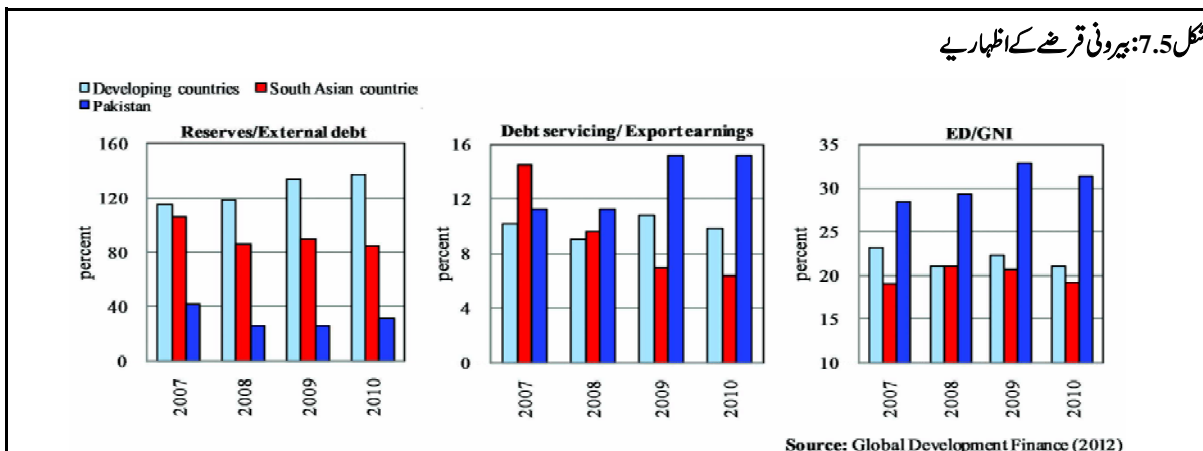
جدول 7.10: اہم عالمی مالی اداروں سے خالص رقم کی آمد				
ملین ڈالر				
میں 12ء	میں 11ء	میں 10ء	میں 09ء	
-400.0	-231.6	323.3	1,019.4	ایشیائی ترقیاتی بینک
290.4	540.8	453.4	622.9	انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ ایسوسی ایشن
138.4	40.2	126.6	62.6	* اسلامی ترقیاتی بینک (طویل المیعاد)
-23.0	-353.7	201.1	-280.0	** اسلامی ترقیاتی بینک (قلیل المیعاد)
-1,319	-440	2054	3639	آئی ایم ایف

ماخذ: بینک دولت پاکستان اور اقتصادی امور ڈویژن

غیر سودی جاری حساب کے خسارے کا ملک کے بیرونی قرضے کے اسٹاک کا تعین کرنے کے سلسلے میں اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر غیر قرضہ جاتی سرمائے کی آمد میں مناسب اضافہ نہ ہو تو جاری حساب کے خسارے کا بڑھنا ملک کے قرضے کے اسٹاک میں اضافے (یا زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی) کا باعث بنتا ہے۔ میں 12ء میں چونکہ بیرونی قرضہ نہیں آ رہا تھا اس لیے بیرونی قرضے کی ادائیگیوں کے ساتھ جاری حساب کا خسارہ ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی کا باعث بنا۔ یہ ذخائر آخر جون 2011ء میں 27.8 ہفتوں کے تھے اور آخر جون 2012ء

میں کم ہو کر 19.9 ہفتوں کے رہ گئے (جدول 7.9)۔ اس طرح بیرونی مقروضیت میں کمی کے باوجود میں 12ء کے دوران پاکستان کی بیرونی ضرر پذیری میں اضافہ ہوا۔

مزید یہ کہ پاکستان کے بیرونی قرضے کے علاقائی تقابل سے بھی تشویش کے کچھ پہلو سامنے آتے ہیں۔ گلوبل ڈیولپمنٹ فننس (2012ء) کے مطابق پاکستان کا بیرونی قرضہ

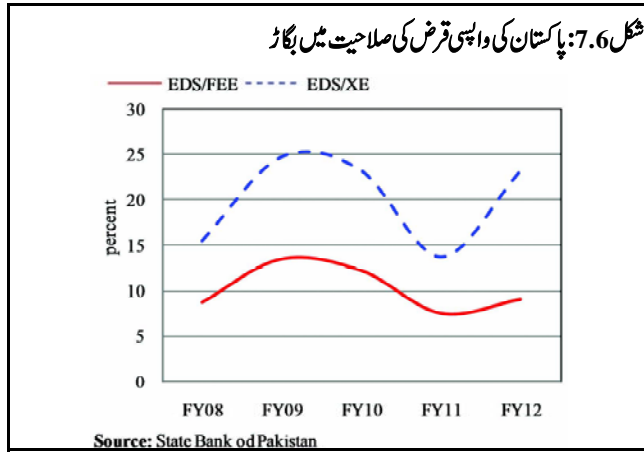


جدول 7.11: قرضے کی فراہمی			
ملین ڈالر			
مطلق فرق	م 12ء	م 11ء	جس میں
650.8	1,747.5	1,096.8	دوطرفہ
733.6	1,047.6	314.1	چین
60.0	227.3	167.2	جاپان
54.2	171.8	117.6	برطانیہ
-166.6	1,284.5	1,451.2	کثیر فریقی جس میں
-79.5	417.8	497.4	ایشیائی ترقیاتی بینک
-216.2	575.4	791.5	انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ ایسوسی ایشن
94.6	149.6	55.0	اسلامی ترقیاتی بینک
484.1	3,032.1	2,548.0	میزان
ماخذ: اقتصادی امور ڈویژن			

(اگرچہ کم ہو رہا ہے) جنوبی ایشیائی اور ترقی پذیر معیشتوں کے اوسط بیرونی قرضوں سے زیادہ ہے۔ اسی طرح ترقی پذیر اور جنوبی ایشیائی ممالک کے مقابلے میں پاکستان کی برآمدی آمدنی کا ایک بڑا حصہ قرضے کی واپسی کی نذر ہو جاتا ہے اور زرمبادلہ کے ذخائر اور بیرونی قرض کا تناسب بھی مذکورہ ممالک سے کم ہے (شکل 7.5)۔

فراہمی قرض

بیرونی قرضے کے فراہم کنندگان کی جانب سے قرض کی فراہمی میں مالی سال 12ء میں سال بسال 19 فیصد کا خوشگوار اضافہ ہوا۔ معطلی وارا جزائے ترکیبی کے مطابق اگرچہ مالی سال 12ء کے دوران دوطرفہ قرضے کی آمد میں 59.3 فیصد کا بھاری اضافہ ہوا تاہم کثیر فریقی قرض فراہم کنندگان بالخصوص آئی ڈی اے اور ایشیائی ترقیاتی بینک کی جانب سے قرضے کی آمد میں کمی واقع ہوئی (جدول 7.10)۔ دوطرفہ قرض گاروں کی جانب سے قرضے کی آمد میں اضافے کا سبب چین کی طرف سے جون 2012ء میں ادائیگیوں کے توازن کے لیے درمیانی مدت کے (2 سالہ) قرضے کی فراہمی ہے۔ اس قرضے کو شامل نہ کریں تو بیرونی قرضے کی آمد میں گزشتہ سال کے مقابلے میں 0.6 فیصد کمی ہوئی۔



مجموعی طور پر 14 ارب ڈالر کے وعدوں کے مقابلے میں اس سال کے دوران اصل آمد 3 ارب ڈالر رہی (جدول 7.11)۔ بالخصوص، مالی سال 12ء کے دوران پروگرام قرضوں کی آمد میں بھاری کمی ہوئی۔ یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ بین الاقوامی زری فنڈ (آئی ایم ایف) کے اسٹینڈ بائی آرینج منٹ کی معطلی پروگرام قرضوں کی آمد میں کمی کا اہم سبب ہے۔ یہ قرضے اپنی نوعیت کے اعتبار سے طویل المیعاد ہوتے ہیں، فراہمی کے وقت سخت چھان بین کی جاتی ہے اور عموماً بین الاقوامی زری فنڈ کی تائید سے مشروط ہوتے ہیں۔ بین الاقوامی زری فنڈ کے پروگرام کی معطلی اور مالیاتی اصلاحات نافذ کرنے میں ناکامی ان قرضوں کی آمد میں کمی کا سبب ہے۔

7.4.2 بیرونی قرضے کی ادائیگی

حسب توقع پاکستان کے بیرونی قرضے کی واپسی میں مالی سال 12ء کے دوران 78 کروڑ 45 لاکھ ڈالر کا نمایاں اضافہ ہوا (جدول 7.12)۔ واپسی قرض کی مد کے اندر اگرچہ بیرونی قرضوں پر سودی ادائیگیوں میں سال بسال کمی ہوئی تاہم آئی ایم ایف کے قرضے کی قسط وار واپسی کی وجہ سے اصل رقم کی ادائیگیوں میں اضافہ ہوا۔²² زرمبادلہ کی آمدنی میں نہایت خفیف نمو کی موجودگی میں واپسی قرض میں اس اضافے کے نتیجے میں مالی سال 12ء کے دوران واپسی قرض کی صلاحیت کم ہوئی (شکل 7.6)۔

مثبت پہلو یہ ہے کہ پاکستان مرکزی بینک کی ایک ارب ڈالر کی امانتوں نیز اسلامی ترقیاتی بینک کو واجب الادا 54 کروڑ 30 لاکھ ڈالر کے اجرائے غائی میں کامیاب ہوا۔ ان انتظامات کی عدم موجودگی میں واپسی قرض کا بوجھ اس سے بھی زیادہ ہوتا۔

²² اہم بات یہ ہے کہ آئی ایم ایف کے قرضوں کی بالاقساط واپسی کے نتیجے میں م 15ء تک واپسی قرض بلندرہنے کا امکان ہے۔

جدول 7.12: بیرونی قرضے کی ادائیگی						
ملین ڈالر						
م 12ء	م 11ء	م 10ء	م 09ء	م 08ء	م 07ء	
3,657.0	2,826.6	3,321.9	3,130.7	2,377.1	2,031.3	i- سرکاری قرضہ (الف+ب+ج)
2,800.0	1,881.7	2,445.1	2,162.9	1,372.7	1,120.8	اصل رقم
892.6	944.9	876.9	967.9	1,004.4	910.5	سود
2,263.0	2,247.9	2,784.1	2,822.7	2,128.1	1,833.3	الف- حکومتی قرضہ
1,546.3	1,491.5	2,053.4	1,930.9	1,177.7	978.8	اصل رقم
716.7	756.5	730.7	891.9	950.4	854.5	سود
1317.8	441.8	359.4	264.0	191.0	143.0	ب- آئی ایم ایف کے قرضے
1153.7	268.2	239.8	210.0	173.0	120.0	اصل رقم
164.1	173.6	119.6	54.0	18.0	23.0	سود
111.8	136.9	178.4	44.0	58.0	55.0	ج- زرمبادلہ کے واجبات
100	122.0	151.9	22.0	22.0	22.0	اصل رقم
11.8	14.9	26.5	22.0	36.0	33.0	سود
248.9	358.9	351.9	236.9	252.7	270.1	ii- سرکاری شعبے کے اداروں کا قرضہ
211.0	310.1	290.4	176.8	171.0	200.7	اصل رقم
38.0	48.7	61.4	60.1	81.7	69.3	سود
349.5	321.0	457.0	628.6	484.8	382.7	iii- نجی شعبے کا قرضہ
265.3	247.2	388.2	497.8	323	271.6	اصل رقم
84.1	73.8	68.8	130.8	161.8	111.1	سود
4,291.0	3,506.5	4,130.8	3,996.2	3,114.6	2,684.0	بیرونی قرضہ (i+ii+iii)
3,276.3	2,439.0	3,123.6	2,837.4	1,866.7	1,593.1	اصل رقم
1,014.7	1,067.5	1,007.1	1,158.8	1,247.8	1,090.9	سود

ماخذ: بینک دولت پاکستان

باس 7.2: ملکی قرضے کا بوجھ، پاکستان کے لیے فوری تہنیتی معلومات

عالمی تجربہ: متعدد ممالک میں بیرونی مالکاری کے حصول میں مشکلات ملتی قرضے کے بوجھ میں اضافے پر متوجہ ہوئی ہیں۔ رین ہارٹ اور روگوف (2008ء) کے مطابق 1914ء تا 2007ء کی مدت کے دوران 64 ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک میں سرکاری قرضے کا تقریباً دو تہائی ملکی قرضہ تھا۔ اس عام تصور کے برعکس کہ حکومتیں ہمیشہ اپنے ملکی واجبات ادا کرتی ہیں، گراں ملکی قرضوں پر بہت زیادہ انحصار ملکی قرضے پر متعدد ریاستی نادر ہندگیوں کا سبب بنا ہے۔²⁴

حکومت کے ملکی قرضوں پر بہت زیادہ انحصار کی بنا پر معاشی استحکام کو درپیش خطرات کو دیکھتے ہوئے یہ مناسب

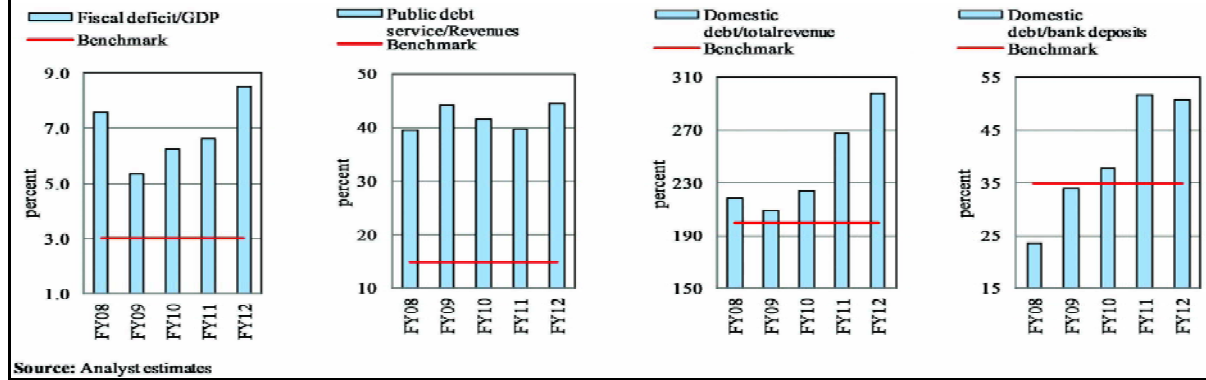
معلوم ہوتا ہے کہ ملکی قرضے کے بوجھ کی پائیداری چاچی جائے۔ لٹریچر کے تفصیلی جائزے سے رکن ممالک میں مالیاتی اور قرضہ جاتی پائیداری کی جانچ کے کچھ اظہار یہی فراہم ہوتے ہیں (جدول 7.2.1)۔ مزید برآں لٹریچر سے یہ بھی اجاگر ہوتا ہے کہ بہتری پالیسی کے طریقوں، مالی بازار کی وسیع تر ترقی، ملکی اداروں کی مضبوطی اور نجی بچت اور مالی وساطت میں بہتری کے ذریعے ملکی قرضے کو مناسب سطح پر لانے کے موافق اثرات پڑتے ہیں۔ اس ضمن میں عباس اور کرسٹینسن کی تحقیق یہ ہے کہ بینک امانتوں سے 35 فیصد سے زائد ملکی قرضہ معاشی نمو کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔²⁵ یہ نشا ہے پاکستان کے مالیاتی اور قرضہ جاتی استحکام کی پائیداری کی جانچ کے لیے فوری تہنیتی معلومات کی حیثیت سے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

²³ ماخذ: (i) یوٹی آر کاؤ اینڈ پال وین ڈین (2004ء)، 'فیکل پالیسی ان ای ایم یو: رولز، ڈسکریشن اینڈ پولیٹیکل انسینوز، یورپی کمیشن، ڈائریکٹریٹ جنرل فار اکاؤنٹس اینڈ فنانشل افیئرز۔ اکاؤنٹ پیپر، (ii) بیو بی ائی اینڈ پور کنٹریز کپسٹی بلڈنگ پروگرام (2009)، ڈیٹ سسٹین ایبلٹی انڈیکسٹرز: www.development-finance.org/.../83-debt-sustainability-indicators-2009-02.html; (iii) اے اسٹڈی آن ڈومیسٹک ڈیٹ سسٹین ایبلٹی آرگنائزیشن اکاؤنٹس اینڈ فنانشل اینڈ سٹریٹجی آف ایٹرن اینڈ سٹوڈیو آف ای ایم ای ایف ایم آئی (2002ء)۔

²⁴ رین ہارٹ اینڈ روگوف (2008ء) کے مطابق 1914ء تا 2007ء کی مدت کے دوران ملکی قرضے کی نادر ہندگی کے 68 واقعات رونما ہوئے۔ ان نادر ہندگیوں کا ارتکاب ادا بینگیوں کی جبری منتقلیوں سے لے کر معطلی تک متعدد طریقوں سے کیا گیا۔

²⁵ نمونے میں شامل تمام ممالک میں ملکی قرضے کے درست اعداد و شمار کے حصول کے لیے عباس اور کرسٹینسن (2007ء) نے ملکی قرضے کی تعریف 'مرکزی حکومت پر بینگیوں اور دیگر بینکاری اداروں کے دعوے' کے طور پر کی ہے۔

شکل 7.2.1: ملکی قرضے کی پائیداری - فوری تنہبی علامات



پاکستان کا منظر نامہ: پاکستان کا معاملہ عالمی تجربے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ بیرونی مالکاری کی عدم دستیابی کے ساتھ مالیاتی خسارے میں شدید اضافہ گزشتہ چند برسوں سے ملکی قرضے کا بوجھ بڑھنے کا سبب بنا ہے۔ بالخصوص، مجموعی حکومتی قرضے میں ملکی قرضے کا حصہ، جو کم سے کم 09ء میں 49.3 فیصد تھا، م 12ء میں بڑھ کر 59.1 فیصد ہو گیا۔ پاکستان کے مالیاتی اور قرضہ جاتی اظہاریوں کا قہر از میں متعین کردہ نشانیوں سے موازنہ کیا جائے تو افسوسناک صورتحال سامنے آتی ہے۔ ملک کا مالیاتی خسارہ کم سے کم مقررہ سطح سے کہیں زیادہ ہے اور نشانیہ سطح کے مقابلے میں حاصل کیے میں ملکی قرضے کی نذر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ملک کے ملکی قرضے میں شدید اضافے کے باعث مجموعی حاصل کے مقابلے میں ملکی قرضے کے تناسب میں کم سے کم 10ء سے نمایاں بگاڑ آیا ہے (شکل 7.2.1)۔ ملکی قرضہ، جس کا تین بیلیوں اور دیگر پائزری اداروں کے حکومت پر دعووں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، بھی نشانیہ سے زیادہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کا بینکاری نظام کے ذریعے میزانیہ قرض گیری پر انحصار اس سطح پر پہنچ چکا ہے، جہاں ملکی قرضے کے نمو پر منفی اثرات نجی شعبے کی قرض سے محرومی، قرضے کی پائیداری کے مسائل اور گرائی وغیرہ کی صورت میں نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

یہ صورتحال خست مالیاتی نظم و ضبط متعارف کرانے کی ضرورت کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس ضمن میں حکومت نے 2005ء سے قواعد پر مبنی مالیاتی پالیسی موقف اختیار کیا ہے۔ مالیاتی پالیسی کے قواعد اہداف مالیاتی ذمہ داری اور قرضہ ایکٹ، جسے پارلیمنٹ نے 2005ء میں منظور کر لیا تھا، میں شامل کر لیے گئے تھے۔ اس قانون میں مالیاتی اور قرضہ جاتی اظہاریوں کے لیے واضح طور پر مقررہ وقت کے ساتھ مخصوص اہداف کا تعین کیا گیا۔ علاوہ ازیں، ایس بی پی ایکٹ میں مارچ 2012ء میں حالیہ ترمیم، جو مرکزی بینک سے حکومتی قرض گیری پر حد متعین کرتی ہے، بھی اس سمت میں ایک کوشش ہے۔

چنانچہ اس حصے میں متعین کردہ فوری تنہبی اظہاریے حکومت کے لیے موجودہ مالیاتی قواعد کے علاوہ ہیں۔ عالمی تجربے کا ہر کرتا ہے کہ اصلاحات متعارف کرانے میں ناکامی ملک کو سنگین معاشی بحران سے دوچار کر سکتی ہے۔

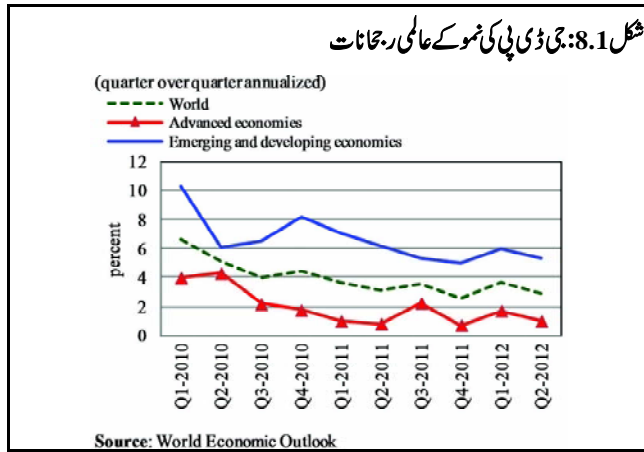
حوالہ جات:

- ☆ رین ہارٹ کارمین ایم اور روگوف کینیڈیہ ایس (2008ء) "ملکی قرضے کی بھولی بری تاریخ"، این بی ای آر ورکنگ پیپر 13946۔
- ☆ عباس ایس ایم علی اور کرشنن جیکب ای (2007ء)، "اقتصادی نمو میں ملکی قرضہ جاتی منڈیوں کا کردار: کم آمدنی کے حامل ممالک اور ابھرتی ہوئی منڈیوں کے لیے ایک تجرباتی تحقیق"، آئی ایم ایف ورکنگ پیپر، WP/07/127۔
- ☆ یوٹی مارکو اور نورڈ پال وان ڈین (2004ء)، "ای ایم یو میں مالیاتی پالیسی: قواعد صوابد یاد اور سیاسی ترغیبات، یورپی کمیشن، ڈائریکٹر جنرل فار اکنامک اینڈ فنانسل انفیرمز، اکنامک پیپر۔
- ☆ خست مقررہ غریب ممالک کا استعداد کاری پروگرام (2009ء)، "قرضے کی پائیداری کے اظہاریے"، www.development-finance.org/.../83-debt-sustainability-indicators-2009-02.html۔
- ☆ ادارہ برائے معیشت و مالی نظم و نسق، مشرقی و جنوبی افریقہ (2002ء)، "ملکی قرضے کی پائیداری"، www.mefmi.org/...pub-2002.studu-sustainability-of-domestic-debt.pdf۔

8 ادائیگیوں کا توازن

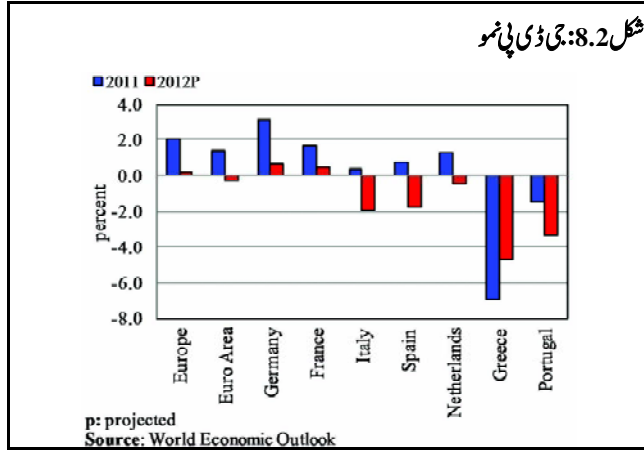
چونکہ کسی مخصوص مدت کے دوران ایک ملک کا دیگر ملکوں کے ساتھ تمام لین دین کا ریکارڈ ادائیگیوں کا توازن کہلاتا ہے، اس لیے عالمی معاشی صورتحال کا جائزہ پاکستان کے ادائیگیوں کے توازن پر بحث کے لیے ایک مفید تناظر فراہم کر سکتا ہے۔ اس لیے اس باب کے پہلے حصے میں مہ 12ء کے دوران عالمی اقتصادی صورتحال کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں پاکستان کے ادائیگیوں کے توازن پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

8.1 عالمی صورتحال¹



2012ء کے آغاز سے عالمی معیشت کے امکانات زیادہ امید افزا نہیں تھے (شکل 8.1)۔ سال گزرنے کے ساتھ ساتھ یوروزون میں شدت اختیار کرتا ہوا قرضہ بحران، مالیاتی اخراجات میں کٹوتیاں اور امریکہ و دیگر ترقی یافتہ ملکوں کے گھرانوں اور فرم کے لیے راجیہ میں مسلسل کمی سے متوقع بحالی کو لاحق خطرات میں اضافہ ہو گیا تھا۔

ادائیسی ڈی میں حالیہ کساد بازاری کا مرکز یوروزون ہے۔ یونان کے بارے میں پالیسی سازوں کے درمیان اتفاق رائے کے فقدان اور کرنسی یونین سے اس کے ممکنہ اخراج کے متعلق افواہوں کے باعث یہ بحران یوروزون کی دیگر بڑی معیشتوں تک پھیل گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسپین میں بینکاری شعبے کے مسائل معاشی بحالی کے لیے اضافی خطرہ بن کر ابھرے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اٹلی اور اسپین میں قرض گیری کی لاگت میں اضافہ اور نجی قرضوں کی نمو میں کمی آ رہی ہے۔ مجموعی طور پر یورپ کے امکانات روشن نہیں ہیں اور رواں سال زیادہ تر ممالک جی ڈی پی میں کمی متوقع ہے (شکل 8.2)۔ حتیٰ کہ جرمنی جس نے اب تک بحران میں مضبوطی کا مظاہرہ کیا ہے اس میں بھی سست روی کے آثار دکھائی دے رہے ہیں کیونکہ اس کی برآمدات کی طلب سست رفتاری کا شکار ہے۔



رہل میں یورپی یونین نے قرضوں کی واپسی کے لیے فنڈز کی مناسب دستیابی یقینی بنانے اور منڈی میں قرض گیری کی شرح کو موافق سطح پر رکھنے جیسے اقدامات

کیے۔ ان کوششوں کے باوجود بحران کی شدت میں کمی نہیں آ سکی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا حل آسان ہے نہ سستا۔ یورپی یونین کے حکومتی قرض میں سب سے بڑا حصہ یورپی بینکوں کا ہے۔ اگر کوئی ملک اپنے قرضوں پر نادمندہ ہو جاتا ہے تو ان کی بیلنس شیٹس بھی متاثر ہوں گی۔ مالی بحران میں وہائی اثرات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک بینک کی ناکامی پورے عالمی مالیاتی نظام کی ناکامی پر منتج ہو سکتی ہے۔²

1 یہ سیکشن آئی ایم ایف کے عالمی اقتصادی امکانات، جولائی 2012ء سے لیے گئے اعداد و شمار اور معلومات پر مبنی ہے۔

2 آئی ایم ایف ورکنگ پیپر نمبر 10/236، یکم اکتوبر 2010ء، ایس ایف ورکنگ پیپر نمبر 17، نومبر 1999ء۔

جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے 2012ء کے دوران معیشت میں 2.0 فیصد نمو کا امکان ہے جو گذشتہ سال کے مقابلے میں کچھ بہتر ہے۔ تاہم یورو زون میں سست روی اور دسمبر 2012ء میں مالیاتی ترغیبات (نام نہاد ’مالی بوجھ‘) کے متوقع خاتمے کے باعث ممکنہ بحالی میں رکاوٹ آ سکتی ہے۔

برازیل، چین اور خاص طور پر بھارت کی معیشتیں جواب تک عالمی نمونوں میں اضافے کا اہم محرک رہی ہیں، ان کی معاشی نمو کم ہو رہی ہے۔ خصوصاً جنوری تا مارچ (چوتھی سہ ماہی 2012ء) کی سہ ماہی مسلسل آٹھویں تھی جس میں بھارت کی معاشی نمونوں کی دیکھی گئی اور یہ یورو زون کی پست ترین سطح 5.3 فیصد پر آ گئی۔³ مزید برآں مئی 12ء میں بیرونی رقوم کی آمد میں کمی کے باعث بھارتی روپیہ کی قدر تیزی سے گری اور حکومت کی جانب سے اصلاحات پر عملدرآمد کرانے میں ناکامی سے کاروباری اعتماد کو نقصان پہنچا ہے۔ عالمی سرمایہ کاروں کے خطرہ مول لینے سے گریز کے باعث برازیل اور چین میں بھی بلند معاشی نمو کا امکان نہیں۔

آئی ایم ایف نے 2012ء اور 2013ء کے لیے عالمی اقتصادی نمو کی پیش گوئی پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس میں کمی کر دی ہے۔ اپریل کی پیش گوئی کے بعد ترقی یافتہ اور ابھرتی ہوئی دونوں معیشتوں کے لیے شرح نمو کم کر دی گئی ہے۔ 2012ء میں اب عالمی معیشت میں 3.5 فیصد نمو کی توقع ہے جو کہ اپریل 2012ء میں کی گئی پیش گوئی سے 10 بیس پوائنٹس کم ہے (جدول 8.1)۔

جدول 8.1: عالمی معیشتوں کے اہم اظہار						
فیصد			جی ڈی پی نمو			گرمائی کی شرح
2010ء	2011ء	2012ء	2010ء	2011ء	2012ء	2012ء
5.3	3.9	3.5	3.7	4.8	4.0	دنیا
3.2	1.6	1.4	1.5	2.7	1.9	جدید معیشتیں
3.0	1.7	2.0	1.6	3.1	2.1	امریکہ
1.9	1.5	-0.3	1.6	2.7	2.0	یورو زون
4.4	-0.7	2.4	-0.7	-0.3	0.0	جاپان
2.1	0.7	0.2	3.3	4.5	2.4	برطانیہ
7.5	6.2	5.6	6.0	7.1	6.2	ابھرتی ہوئی اور ترقی پزیر معیشتیں
10.4	9.2	8.2	3.3	5.4	3.3	چین
10.6	7.2	6.9	12.0	8.6	8.2	بھارت
3.8	2.4	3.4	10.1	13.7	12.0	پاکستان
6.4	6.1	5.9	8.1	10.7	10.4	ہنگویش
6.2	6.5	6.1	5.1	5.4	6.2	انڈونیشیا
7.6	3.7	4.2	3.8	4.8	3.4	فلپائن
4.3	4.3	4.0	6.9	8.4	4.8	روس
ت: تخمینہ شدہ						
ماخذ: عالمی اقتصادی آؤٹ لک ڈیٹا بیس						

8.2 پاکستان کا بیرونی کھاتہ

مئی 12ء میں پاکستان کے بیرونی کھاتے میں 3.3 ارب ڈالر کا خسارہ ہوا جبکہ مئی 11ء میں 2.5 ارب ڈالر کا فاضل تھا۔ گذشتہ سال فاضل کا باعث بننے والے عوامل کی یکبارگی نوعیت کے وجہ سے مئی 12ء میں امید کی جا رہی تھی کہ بیرونی صورتحال اطمینان بخش نہیں ہوگی۔⁴

مئی 12ء کے ابتدائی مہینوں کے دوران بڑھتے ہوئے تجارتی خسارے اور کارکنوں کی ترسیلات زر میں کمی کے باعث بیرونی صورتحال میں ابتری کا خدشہ تھا۔⁵ نتیجتاً نومبر 2011ء میں

³ ریزرو بینک آف انڈیا کے لیٹن سے اقتصادی اور زرعی پیش رفت کا جائزہ، مئی 13ء کی دوسری سہ ماہی رپورٹ سے لیے گئے اعداد و شمار۔

⁴ مئی 11ء میں برآمدات میں اضافے کا بڑا حصہ کپاس اور موٹی دھاگے کی قیمتوں میں یکبارگی اضافے کی وجہ سے ہوا جس میں بالترتیب 106.9 فیصد اور 78.4 فیصد اضافہ ہوا تھا۔

⁵ مئی 12ء کی پہلی سہ ماہی کے لیے جاری حسابات کا خسارہ 1.33 ارب ڈالر تھا۔

جدول 8.2: ادائیگیوں کا توازن: اہم اظہاریے				
ارب امریکی ڈالر				
م 12ء	م 11ء	م 10ء	م 09ء	
-4.6	0.2	-3.5	-9.3	جاری حسابات کا توازن
-15.5	-10.5	-11.5	-12.6	تجارتی توازن
24.7	25.4	19.7	19.1	برآمدات
40.1	35.9	31.2	31.7	درآمدات
-3.0	-1.9	-1.7	-3.4	خدمات کا توازن
-3.4	-3.0	-3.3	-4.4	آمدنی کھاتے کا توازن
13.2	11.2	8.9	7.8	کارکنوں کی ترسیلات
1.5	2.1	5.1	5.6	مالی کھاتے کا توازن
0.8	1.6	2.2	3.7	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
-0.2	0.3	-0.1	-1.1	جزدانی سرمایہ کاری
2.5	2.8	4.1	4.0	قرضوں کی تقسیم
1.9	2.0	1.9	1.9	قرضوں کی تسلیک
-3.3	2.5	1.3	-3.1	مجموعی توازن
بلحاظ ذیلی				
-2.0	0.1	-2.0	-5.7	جاری حسابات کا توازن
-6.7	-5.0	-6.5	-7.8	تجارتی توازن
10.7	12.0	11.1	11.8	برآمدات
17.3	17.0	17.7	19.6	درآمدات
-1.3	-0.9	-1.0	-2.1	خدمات کا توازن
-1.5	-1.4	-1.9	-2.7	آمدنی کھاتے کا توازن
5.7	5.3	5.0	4.8	کارکنوں کی ترسیلات
0.6	1.0	2.9	3.5	مالی کھاتے کا توازن
0.4	0.8	1.2	2.3	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
-0.1	0.2	0.0	-0.7	جزدانی سرمایہ کاری
1.0	1.4	2.3	2.5	قرضوں کی تقسیم
0.8	0.9	1.1	1.1	قرضوں کی تسلیک
-1.4	1.2	0.7	-1.9	مجموعی توازن

ماخذ: بینک دولت پاکستان

اسٹیٹ بینک نے جاری حسابات کے خسارے کے متعلق اپنی پیش گوئی پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسے بڑھا کر 5.2 ارب ڈالر اور مجموعی خسارہ 3.4 ارب ڈالر کر دیا جو کہ بالترتیب ابتدائی پیش گوئی کے 3.7 ارب ڈالر اور 2 ارب ڈالر سے خاصا زیادہ ہے۔ تاہم، م 12ء میں اصل بیرونی صورتحال پہلی سہ ماہی میں متوقع پوزیشن سے خاصی بہتر تھی (جدول 8.2)۔

ماضی کی طرح تجارتی کھاتہ ہی بگاڑ کا اصل سبب تھا جس کا خسارہ گزشتہ برس کے مقابلے میں تقریباً 50 فیصد بڑھ گیا۔ اس کا سبب پاکستانی برآمدات کی قیمتوں میں تیزی سے کمی اور اہم درآمدات کی قیمتوں میں اضافہ تھا۔⁶ درحقیقت ملکی درآمدی بل میں ہونے والے سارے اضافے کا سبب بلند قیمتیں تھیں کیونکہ درآمدات کی مقدار میں کمی واقع ہوئی تھی۔

کارکنوں کی ترسیلات زر میں اضافے سے جاری حسابات کو بہتر بنانے میں مدد ملی۔ ملکی تاریخ میں پہلی بار ترسیلات زر 13.0 ارب ڈالر سے تجاوز کر گئیں جبکہ جاری حسابات کے دیگر تمام زمروں میں م 11ء کے مقابلے میں بگاڑ دیکھا گیا (جدول 8.2)۔

جاری حسابات کے خسارے کو پورا کرنا بہت دشوار تھا کیونکہ م 12ء میں سرمایہ و مالی کھاتوں کے فاضل میں 0.6 ارب ڈالر کی کمی واقع ہوئی۔ اس کا سبب غیر قرضہ (سرمایہ کاری) اور قرضہ رقوم دونوں کی آمد میں کمی تھی۔ نہ صرف براہ راست بیرونی سرمایہ کاری گزشتہ برس کے 1.6 ارب ڈالر سے کم ہو کر 81 کروڑ 20 لاکھ ڈالر رہ گئی بلکہ گزشتہ سال کے مقابلے میں نئے قرضوں کی تقسیم کی سطح بھی پست ہو گئی تھی۔

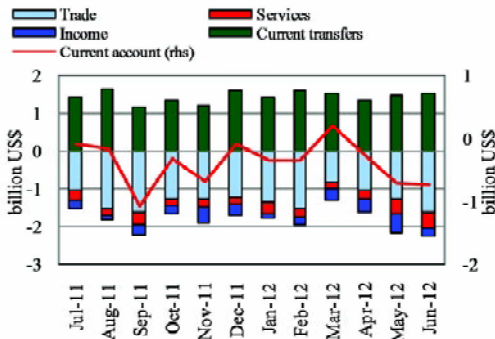
اس کا مطلب یہ ہے کہ بیرونی کھاتوں میں مجموعی خسارے کو ملکی زرمبادلہ کے ذخائر سے پورا کیا جانا تھا جن میں م 12ء کے دوران 3.8 ارب ڈالر کی کمی واقع ہو گئی تھی (ذخائر اور شرح مبادلہ پر سیکشن ملاحظہ کریں)۔ م 12ء کے دوران زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی اور اہم عالمی کرنسیوں کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی قدر میں اضافے کی وجہ سے پاکستانی روپے کی قدر میں 9.1 فیصد کمی واقع ہوئی جبکہ مالی سال 11ء میں 0.6 فیصد کی معمولی کمی ہوئی تھی۔

8.3 جاری کھاتہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ م 11ء میں غیر متوقع فاضل حاصل کرنے کے بعد جاری کھاتہ دوبارہ خسارے سے دوچار ہو گیا۔ اگرچہ جاری منتقلیوں (خصوصاً ترسیلات زر) میں 10.2 فیصد اضافہ ہوا تاہم یہ تجارت و خدمات کے کھاتے میں خسارے کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے ناکافی تھا (شکل 8.3)۔

⁶ کپاس اور سونے دھاگے کی اکائی قیمتوں میں بالترتیب 28.8 فیصد اور 23.2 فیصد کمی ہوئی جبکہ پٹرولیم مصنوعات اور خام تیل کی قیمتوں میں بالترتیب 19.7 فیصد اور 29.6 فیصد اضافہ ہوا۔

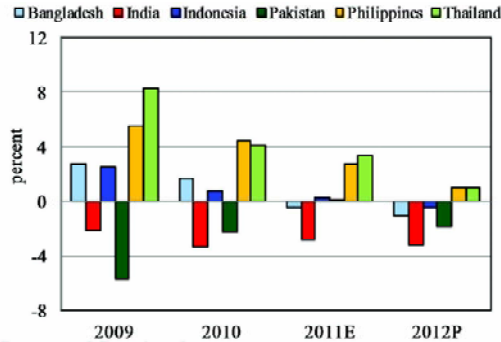
شکل 8.3: جاری حسابات کے توازن کے اجزائے ترکیبی



Source: State Bank of Pakistan

میں 11ء کی پہلی ششماہی میں 2 کروڑ 20 لاکھ ڈالر فاضل کے مقابلے میں ماس 12ء کی پہلی ششماہی کے دوران جاری کھاتے میں 2.4 ارب ڈالر کا خسارہ ریکارڈ کیا گیا۔ اس کا سبب تیل کی درآمدات کا تیزی سے بڑھنا اور ترسیلات زر میں عارضی سست روی تھی جس کے باعث صرف ستمبر کے مہینے میں ایک ارب ڈالر کا خسارہ ہوا۔ 7 جاری کھاتے میں کچھ کمزوری کی توقع تھی لیکن ابتدائی چند ماہ کے دوران اس کی رفتار پالیسی سازوں کے لیے اطمینان بخش نہیں تھی۔ خوش قسمتی سے ماس 12ء کی دوسری ششماہی کے دوران تجارتی خسارہ کم ہوا اور ترسیلات زر بھی بڑھ گئیں۔

شکل 8.4: جاری حسابات کا توازن بلحاظ جی ڈی پی فیصد



#: estimated; #: projected
Source: World Economic Outlook

ماس 12ء کی دوسری ششماہی کے دوران تیل کی عالمی قیمتوں کے باعث تجارتی خسارے میں کمی ہوئی تھی جبکہ برآمدات نے مسلسل خراب کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اگر ان میں اضافے کا رجحان مالی سال 12ء کی پہلی ششماہی جیسا رہتا تو مالی سال 12ء کے جاری حسابات کا خسارہ اس سے کہیں زیادہ ہو سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ملک کی بیرونی صورتحال دو اجناس پر بھاری انحصار کرتی ہے تیل کی درآمدات اور کپاس سے متعلق برآمدات۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی قیمتوں میں مضربدیلیاں پاکستان کی بیرونی صورتحال پر خاصے اثرات مرتب کرتی ہیں۔

مثبت پہلو یہ ہے کہ پاکستان واحد ملک نہیں ہے جسے خراب بیرونی صورتحال کا سامنا تھا۔ عالمی کساد بازاری کے باعث کئی ابھرتی ہوئی معیشتوں کی بیرونی صورتحال میں بگاڑ دیکھا گیا (شکل 8.4)۔

عالمی مالی منڈیوں سے قدرے الگ تھلگ ہونے اور پاکستانی برآمدات کی بنیادی نوعیت کے باعث امکان ہے کہ پاکستان کچھ ابھرتی ہوئی معاشی منڈیوں کے مقابلے میں کم متاثر ہوا ہے (باکس 8.1)۔

باکس 8.1: عالمی مالی کساد بازاری اور پاکستان پر اس کے ممکنہ اثرات

عالمی مالی بحران دو ممکنہ نتائج سے پاکستان پر اثر انداز ہو سکتا ہے:

- 1- بینکاری
- 2- بیرونی کھاتے

پاکستانی بینک محدود اکتشاف کی وجہ سے نسبتاً محفوظ ہیں:

- ☆ پاکستانی بینکوں کی کل 9,528 شاخوں میں سے صرف 101 شاخیں بیرونی ممالک میں ہیں۔
- ☆ بینکاری نظام کے اثاثوں میں پاکستانی بینک اکاؤنٹس کے اوور سیز آربٹریز کا حصہ 10 فیصد سے بھی کم ہے۔
- ☆ سرمایہ کاری میں بیرون ملک آربٹریز کا حصہ 20 فیصد سے بھی کم ہے۔

7 ماس 12ء کی پہلی ششماہی کے دوران دہائی عام تیل کی اوسط قیمت 106.6 ڈالر فی بیرل تھی جبکہ ماس 11ء کی پہلی ششماہی میں 79.2 ڈالر فی بیرل تھی۔

- ☆ بینکاری نظام کے بیرون ملک آپریٹرز میں صرف تین بڑے بینکوں کو بالادستی حاصل ہے۔
- ☆ مجموعی امانتوں میں غیر ملکی کرنسی کی امانتوں کی 20 فیصد حد مقرر ہے اور اصل حصہ 13.5 فیصد کے قریب ہے۔

بیرونی لحاظ سے عالمی مالی بحران ذیل میں دیے گئے اجزاء پر اثر ڈال سکتا ہے:

- ☆ تجارتی کھاتہ
- ☆ ترسیلات زر
- ☆ مالی وسر مایہ رقوم کی آمد

تجارتی کھاتہ

پاکستان کے تجارتی کھاتے پر عالمی اقتصادی سست روی یا تو بے اثر ہوگی یا مثبت اثر ہوگا۔ اس کا سبب یہ ہے:

- ☆ - پاکستان کی برآمدات میں کمپاس کی کم قدر اضافی کی حامل ایشیا (مثلاً سرمنی پٹرا، بسز کی چادریں، تولیے اور ادنیٰ ملبوسات وغیرہ) کا حصہ زیادہ ہے، کمپاس کی ثانوی مصنوعات (مثلاً دھاگے کے لیے کمپاس اور سوتی دھاگہ وغیرہ) اور بنیادی اجناس۔ ان اشیاء کی طلب آمدنی کے لحاظ سے غیر یکساں ہوتی ہے اس لیے ان کی برآمدات میں تیزی سے کمی کا امکان نہیں ہوتا۔
- ☆ - پاکستان خطے میں تقابلی مصنوعات کی پست ترین اکائی لاگت والے ملکوں میں سے ایک ہے۔
- ☆ پاکستان کی ایشیائی نمائندگی میں جیسے چین، افغانستان، مشرق وسطیٰ اور بھارت کو برآمدات بڑھ رہی ہیں۔ مالی بحران نے ان منڈیوں کی طلب پر زیادہ اثرات مرتب نہیں کیے۔
- ☆ پاکستان کے تجارتی کھاتے کو اجناس کی عالمی قیمتوں خصوصاً خام تیل کی قیمتوں میں کمی سے فائدہ پہنچ سکتا ہے جو مزید سست روی کے نتیجے میں عالمی طلب میں کمی کے باعث مزید گہری ہو سکتی ہیں۔
- ☆ پاکستان کی 60 فیصد درآمدات خام مال یا ثانوی اشیاء پر مبنی ہوتی ہیں۔ اجناس کی عالمی قیمتوں میں کمی سے پاکستان کے درآمدی بل میں خاصی کمی ہو سکتی ہے۔
- ☆ چنانچہ اگر برآمدات موجودہ سطح پر رک جائیں اور درآمدی بل کم ہو جائے تو پاکستان کے بیرونی کھاتے کو فائدہ پہنچے گا۔

بیرون ملک کارکنوں کی ترسیلات زر

- ☆ مالی بحران کے نتیجے میں ملک میں آنے والی ترسیلات زر میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے:
- بیرون ملک مقیم پاکستانی ملازمین کے ملازمت سے ہاتھ دھونے کی صورت میں وہ اپنی بچت واپس منتقل کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔
- بیرون ملک مقیم پاکستانی مقامی کرنسی کی قدر میں کمی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ترسیلات زر میں اضافہ کر سکتے ہیں۔
- بیرون ملک مقیم پاکستانی ایسے وقت میں اپنے ملک میں سرمایہ کاری کو فائدہ مند سمجھ سکتے ہیں۔

پاکستان کا مالی کھاتہ

- ☆ پاکستان کا مالی کھاتہ عالمی مالی بحران کے مقابلے میں سب سے زیادہ کمزور ہے۔ چونکہ فاضل سپلے ہی کم ہے اس لیے یہ کمی معمولی نوعیت کی ہوگی۔ اس سے قطع نظر:
- ☆ مالی بحران کے دوران نج کاری کی آمدنی یا سرمائے کی عالمی منڈیوں میں بانڈ کے اجراء سے رقوم کی آمد کم رہے گی۔
- ☆ امداد دینے والے ملکوں کو درپیش مالی مشکلات کے باعث نجی اور دوطرفہ قرضوں میں کمی رہے گی۔
- ☆ اگرچہ آئی ایم ایف کو قرضوں کی واپسی سے زرمبادلہ کے ذخائر بدستور باؤ کا شکار رہیں گے تاہم مالی بہاؤ میں اضافہ سپلے ہی نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے مزید بگاڑ معمولی رہنے کا امکان ہے۔

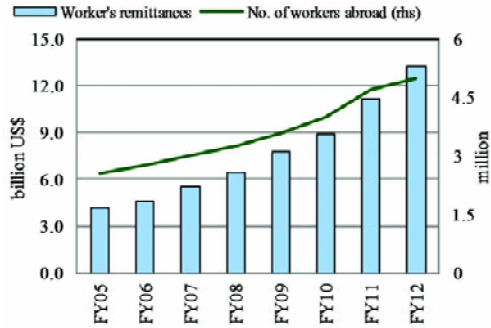
بیرونی شعبے پر مجموعی اثر

- ☆ تجارتی کھاتہ
- ☆ ترسیلات زر
- ☆ مالی کھاتہ
- ☆ خالص مجموعی اثر

م 12ء کے دوران تجارتی کھاتے کا خسارہ 5 ارب ڈالر بڑھ گیا جبکہ گزشتہ سال ایک ارب ڈالر کی کمی ہوئی تھی۔ بیرونی طلب میں سست روی اور رسد کے لحاظ سے مقامی رکاوٹوں کی وجہ سے ملکی برآمدات میں کمی واقع ہوئی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ تیل کی بلند قیمتوں کی وجہ سے درآمدات میں اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ کھاد کی درآمد کے باعث بھی درآمدی بل میں اضافہ ہوا (تفصیلات کے لیے سیکشن 8.7 دیکھئے)۔

خدمات کے کھاتے سے تجارتی کھاتے کی کارکردگی کی عکاسی ہوتی ہے۔ م 12ء کے دوران خدمات کی درآمدات میں 3.3 فیصد اضافہ ہوا جبکہ برآمدات میں 14.1 فیصد کمی ہوئی۔ خدمات میں اضافے کا اصل سبب تجارت سے منسلک خدمات (مثلاً بیمہ، نقل و حمل اور سفر) تھیں جبکہ اتحادی سپورٹ فنڈز نہ ملنے کی وجہ سے خدمات کی رقوم کی آمد میں کمی واقع ہوئی۔ م 12ء کے دوران آمدنی کھاتے کے توازن میں 3.4 ارب ڈالر کے بلند خسارے کے باعث معمولی بگاڑ آیا جو گزشتہ برس 3.1 ارب ڈالر تھا۔ اس کا سبب مقامی بینکاری شعبے کی

شکل 8.5: کارکنوں کی ترسیلات زر



Source: State Bank of Pakistan, Bureau of Emigration and Overseas Employment

نفع آوری میں بہتری تھی جس کے باعث غیر ملکی بینکوں نے زیادہ منافع واپس بھجوا یا۔ اس کے علاوہ آئی ایم ایف قرضوں کی سودی ادائیگیاں بھی آمدنی کھاتے کا خسارہ بڑھانے کا سبب بنیں۔

میں 12ء کے دوران جاری منتقلیوں میں 10.2 فیصد اضافہ ہوا جبکہ مئی 11ء میں 24.9 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ جیسا کہ بحث کی جا چکی ہے کہ ریکارڈ ترسیلات زر موصول ہونے سے زیادہ مدد ملی اور اس نے ایف ای 25 امانتوں اور نقد امداد میں ہونے والی کمی کے اثرات کو کافی حد تک زائل کر دیا۔ گزشتہ چند برسوں سے ترسیلات زر میں ہونے والے مستقل اضافے کی وضاحت ان دو عوامل سے ہوتی ہے: (1) بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کی تعداد میں اضافہ اور (2) حکومت اور مرکزی بینک کی طرف سے قوم کی آمد کو بینکاری ذرائع سے لانے کی کوششیں۔ ہمارے خیال میں اول الذکر کا کردار زیادہ اہم ہے۔ ملک میں روزگار کے محدود مواقع نے ہنرمند کارکنوں کو بہتر ملازمت کی تلاش میں دوسرے ممالک کا رخ کرنے پر مجبور کیا (شکل 8.5)۔⁸

تاریکین وطن کی تعداد میں اضافے کے علاوہ ترسیلات زر کی بینکوں کے ذریعے آمد و رفت کو سہولت دینے کے لیے حکومت پاکستان اور مرکزی بینک کی طرف سے متعارف کرائی گئی ایک مشترکہ اسکیم پاکستان ری بی ٹینس انیشی ایٹو (پی آر آئی) نے بھی اس میں اہم کردار ادا کیا۔ مثال کے طور پر مئی 09ء میں پی آر آئی کے آغاز کے بعد سے بینکوں کے ذریعے موصول ہونے والی سرکاری ترسیلات زر میں 12ء میں 70 فیصد سے بڑھ کر 90 فیصد ہو گئیں۔

میں 12ء میں بیرونی کرنسی کھاتے آرایف سی ایز میں خالص رقوم کی آمد کم ہو کر 28 کروڑ 90 لاکھ ڈالر ہو گئی جو گزشتہ سال 36 کروڑ 70 لاکھ ڈالر تھی۔ اس کمی کی سب سے بڑی وجہ کمرشل بینکوں میں رکھی گئی امریکی ڈالر کی امانتوں کا نکلوانا جانا تھا تا کہ روپے کی قدر میں کمی کے باعث سرمائے کو فوائد حاصل کیے جاسکیں۔

8.4 سرمایہ و مالی کھاتے

سرمایہ و مالی کھاتے کے فاضل میں مسلسل پانچویں برس کی واقع ہوئی کیونکہ غیر قرضہ جاتی رقوم (سرمایہ کاری) اور قرضوں کی آمد میں کمی کارحان جاری رہا۔⁹ جاری حسابات کے خسارے کا حجم نہیں بلکہ مسلسل کمی کارحان پالیسی سازوں کی تشویش میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔

گزشتہ چند برسوں کے دوران براہ راست بیرونی سرمایہ کاری سے بیرونی شعبے کو مدد ملتی رہی تھی جو ایک ارب ڈالر سے کم ہو کر جی ڈی پی کے 0.35 فیصد تک پہنچ گئی ہے (شکل 8.6)۔¹⁰ براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں کمی کی بنیادی وجہ دو بڑی موبائل فون کمپنیوں کی بے سرمایہ کاری (بیرونی قرضوں کی واپسی) تھی۔ حالیہ برسوں میں پاکستان بیرونی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے جو کہ باکس 8.2 سے ظاہر ہے۔

⁸ فی کارکن ترسیلات زر مئی 05ء کے 1600 ڈالر سے بڑھ کر مئی 12ء میں 2600 ڈالر ہو گئیں۔

⁹ تعریف میں فرق کی وجہ سے ادائیگیوں کے توازن میں قرضوں کی تقسیم کی رقوم، باب 7 میں دیے گئے اعداد و شمار سے مختلف ہیں۔

¹⁰ یہ گزشتہ سال جی ڈی پی کے 0.78 فیصد اور 2007ء میں 3.5 فیصد جی ایس پی کے مقابلے سے ہے۔

پاکس 8.2: براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں علاقائی رجحان: پاکستان بمقابلہ ہمسر ممالک

جدول 8.2.1: براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی کارکردگی کا اشاریہ	2011ء	2010ء	2009ء	2008ء	2007ء	2006ء
ہنگریش	0.45	0.44	0.37	0.42	0.25	0.36
بھارت	0.89	0.77	1.38	1.22	0.62	0.76
انڈونیشیا	1.00	0.99	0.44	0.64	0.45	0.46
پاکستان	0.29	0.58	0.70	1.16	1.10	1.13
فلپائن	0.27	0.33	0.57	0.31	0.55	0.81
جنوبی ایشیا	0.80	0.79	1.23	1.19	0.64	0.79

ماخذ: آئی ایم ایف

براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کو بیرونی کھاتے کے خسارے کی مالکاری کا ایک غیر قرضہ جاتی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ابھرتی ہوئی معیشتوں میں 2008-09ء کے عالمی مالی بحران نے براہ راست بیرونی سرمایہ کاری پر منفی اثر ڈالا تھا۔ تاہم، حالیہ برسوں کے دوران سرمایہ کاروں کے اعتماد میں بہتری سے براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی حد تک بحال ہو گئی ہے۔ البتہ، پاکستان میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں اب تک تیزی نہیں آ سکی۔ (شکل 8.2.1)۔

”اندرون ملک براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی کارکردگی“ کا اشاریہ اس براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کا پیمانہ ہے جو ملکوں کو اپنی معیشت (جی ڈی پی) کے حجم کے لحاظ سے حاصل ہوتی ہے۔ اشاریہ کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے:

INDI = ملکی آمد
FDIi = ملکی آمد
FDIw = براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی آمد
GDPi = ملکی جی ڈی پی
GDPw = عالمی جی ڈی پی

جہاں،

INDI = ملکی آمد

FDIi = ملکی آمد

FDIw = براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی آمد

GDPi = ملکی جی ڈی پی

GDPw = عالمی جی ڈی پی

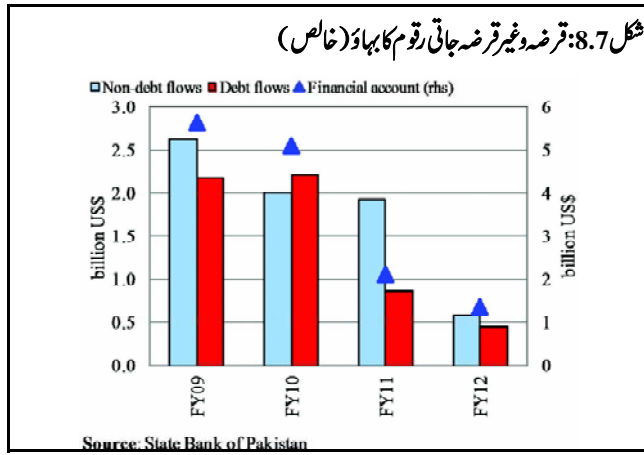
اگر قیمت ایک سے زائد ہو تو اس کا مطلب ہے کہ معیشت کو اس کے سائز کے مقابلے میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری زیادہ موصول ہوئی ہے اور اگر قیمت ایک سے کم ہے تو براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کم موصول ہوئی ہے۔ براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی کارکردگی کے اشاریے سے ظاہر ہوتا ہے کہ گذشتہ برسوں کے دوران پاکستان براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کو راغب کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں گروپ میں شامل دیگر کچھ ممالک مستحکم یا بہتری کی راہ پر گامزن ہیں (شکل 8.2.1)۔

ابتداء میں یہ خیال کیا جا رہا تھا کہ پاکستان میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری میں کمی عالمی رجحان کے باعث ہے کیونکہ خطے کے دیگر ملکوں کو بھی اسی کی کا سامنا تھا۔ تاہم حال ہی میں کئی علاقائی ملکوں میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کی آمد شروع ہو گئی لیکن پاکستان میں ابھی تک اس کی بحالی نہیں ہو سکی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کو براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے لیے زیادہ کوششیں کرنا ہوں گی خصوصاً اس وقت جب قرضوں کی آمد بھی سست روی کا شکار ہے۔

دلچسپ پہلو یہ ہے کہ عالمی بینک کی طرف سے کاروبار کرنے میں آسانی کی درجہ بندی کے لحاظ سے پاکستان کی پوزیشن بہتر ہے۔ درجہ بندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان، ہنگریش، بھارت، انڈونیشیا اور فلپائن سے بہتر جگہ ہے (شکل 8.2.2)۔ کاروبار کرنے کی لاگت کی رپورٹ میں 183 ملکوں کی مقامی فرمز پر اثر انداز ہونے والے ضوابط کا جائزہ لیا گیا ہے اور کاروباری ضوابط کے 10 شعبوں جیسے کاروبار شروع کرنے، دیوالیہ پن کا حل اور سرحد پار تجارت کے لحاظ سے معیشتوں کی درجہ بندی کی گئی ہے۔¹¹

دوسری جانب معاشی ماحول، اداروں کے معیار، انفراسٹرکچر کی سہولتوں، انسانی ترقی کے اظہار بے اور سیاسی خطرہ جنہیں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری کے اہم عوامل تصور کیا جاتا ہے، کو مد نظر رکھیں تو پاکستان کی صورتحال حوصلہ افزا نظر نہیں آتی۔ عالمی مسابقتی رپورٹ 2011-12ء کے مطابق ان زیادہ تر اظہار یوں میں پاکستان اپنے علاقائی ملکوں سے پیچھے ہے۔ مزید برآں دیگر ممالک کے اظہار بے یا تو بہتر ہوئے ہیں یا (بدستور سکت) ہیں لیکن پاکستان میں مزید بگاڑ آیا ہے۔ تمام مسابقتی اظہار یوں میں اب پاکستان کا درجہ 100 سے اوپر ہے (جدول 8.2.2)۔

جدول 8.2.2: عالمی سائقی درجہ بندی 2011-12ء						
کارگزاری	صحت و پائیزی تعلیم	معاشی ماحول	انفراسٹرکچر	ادارے	مجموعی درجہ بندی	
26	32	10	44	48	26	چین
56	64	23	76	71	46	انڈونیشیا
69	45	116	60	50	52	سری لنکا
37	101	105	89	69	56	بھارت
66	73	65	90	87	65	ویتنام
70	92	54	105	117	75	فلپائن
99	108	75	134	112	108	بنگلہ دیش
100	121	138	115	107	118	پاکستان
142 ملکوں سے نکالی گئی درجہ بندی						
ماخذ: عالمی سائقی درجہ بندی 2011-12ء، عالمی اقتصادی فورم						

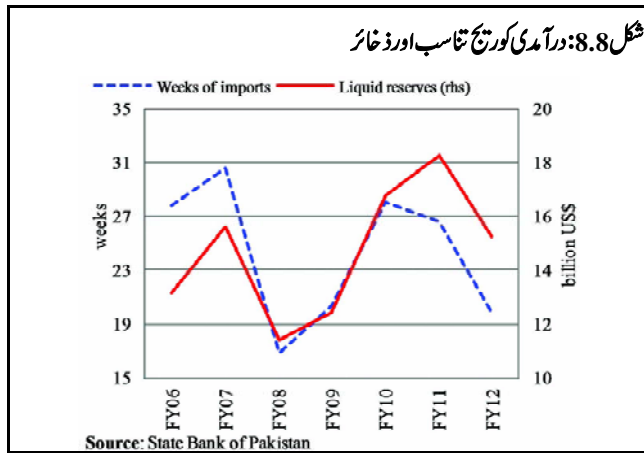


م 12ء میں جزدانی سرمایہ کاری میں 0.2 ارب ڈالر کی خالص رقوم بیرون ملک بھیجی گئیں جبکہ گزشتہ سال 0.3 ارب ڈالر کی خالص رقوم کی آمد ہوئی تھی۔ م 12ء کے دوران ایکویٹی اور قرضہ دونوں میں رقوم کا اخراج دیکھا گیا۔ گزشتہ برس کی طرح غیر قرضہ جاتی رقوم میں کمی کے ساتھ قرضہ جاتی رقوم کا بہاؤ بھی کم ہو گیا تھا اور م 12ء میں مجموعی طور پر قرضوں کی وصولی گزشتہ سال کے 2.8 ارب ڈالر سے کم ہو کر 2.5 ارب ڈالر ہو گئی (شکل 8.7)۔

گزشتہ سال کے مقابلے میں م 12ء میں پروگرام قرضوں کی تقسیم 1,44 کروڑ ڈالر سے کم ہو کر صرف 8 کروڑ ڈالر رہ گئی جبکہ منصوبہ جاتی قرضے 93 کروڑ 30 لاکھ ڈالر سے بڑھ کر 2,04 کروڑ 90 لاکھ ڈالر ہو گئے۔ چونکہ م 12ء کے دوران منصوبہ جاتی قرضے ملنا بند ہو گئے تھے اس لیے حکومت نے زیادہ تر زیر التوا منصوبہ جاتی قرضوں کے حصول پر توجہ مرکوز رکھی۔ منصوبہ جاتی قرضے زیادہ تر ایشیائی ترقیاتی بینک اور عالمی بینک فراہم کرتے ہیں۔

8.5 زرمبادلہ کے ذخائر

م 12ء کے اختتام پر پاکستان کے زرمبادلہ کے سیال ذخائر کم ہو کر 15.3 ارب ڈالر رہ گئے جو ایک سال پہلے 18.2 ارب ڈالر تھے۔ اس کا سبب بیرونی کھاتے میں ہونے والا مجموعی خسارہ تھا (سلسلے وار چارٹ 8.1)۔



زرمبادلہ کے ذخائر کے تفصیلی تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں ہونے والی

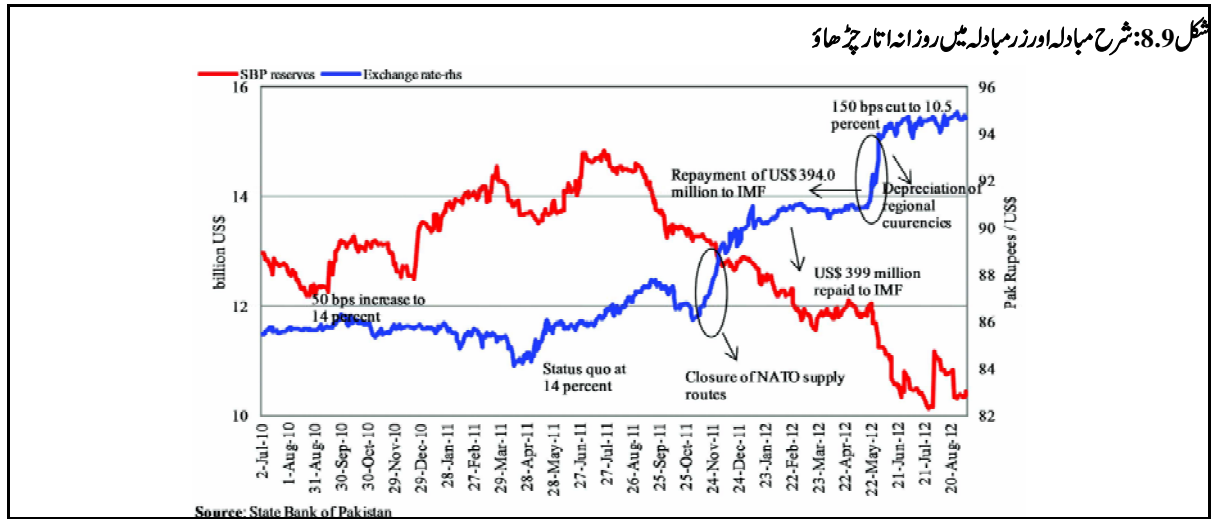
تمام کمی کا سبب اسٹیٹ بینک کے ذخائر میں کمی تھی کیونکہ کمرشل بینکوں کے زرمبادلہ ذخائر میں ایک ارب ڈالر کا اضافہ ہوا تھا۔ ذخائر میں کمی کا سبب تین عوامل تھے جو یہ ہیں: (1) اسٹیٹ بینک کی طرف سے منڈی میں معاونت جو م 12ء کے دوران خالص فروخت کنندہ رہا، (2) کثیر فریقی رقوم کی آمد 5.3 ارب ڈالر سے کم ہو کر 3.7 ارب ڈالر رہ گئی اور (3) بیرونی قرضوں کی واپسی: م 12ء کے دوران پاکستان نے 5.8 ارب ڈالر کا قرضہ لیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ چین کی طرف سے 50 کروڑ ڈالر کی فراہمی سے زرمبادلہ کے ذخائر کی صورتحال میں بہتری آگئی تھی۔

دوسری جانب کمرشل بینکوں کے زرمبادلہ ذخائر میں اضافے کا بنیادی سبب کارکنوں کی ترسیلات زر میں پائیدار نمو تھی۔ م 12ء کے دوران ریکارڈ ترسیلات زر موصول ہونے کے ساتھ ساتھ اسٹیٹ بینک کی طرف سے منڈی میں معاونت کے باعث کمرشل بینک اپنے ذخائر پر سمجھوتہ کیے بغیر تیل کی درآمدی ادائیگیاں کرنے کے قابل ہو سکے تھے۔ اس کے علاوہ درآمد کنندگان کی طرف سے ایف ای 25 قرضوں کی واپسی سے بھی کمرشل بینکوں کے پاس رکھے گئے زرمبادلہ ذخائر کو تقویت ملی تھی۔¹²

م 12ء کے دوران ملکی ذخائر میں کمی کے باعث زرمبادلہ کی موزونیت کے اظہار یوں میں بگاڑ آیا۔ خصوصاً درآمدی کوریج تناسب جس سے کسی ملک کے مجموعی ذخائر کے ذریعے درآمدی ضروریات پورا کرنے کی صلاحیت ناپی جاتی ہے (درآمدی ہفتوں کے لحاظ سے) م 11ء کے 27.8 ہفتوں سے کم ہو کر م 12ء کے آخر میں 19.9 ہفتے رہ گئی (شکل 8.8)۔ بد قسمتی سے اس درآمدی کوریج میں کمی کا سلسلہ م 13ء میں بھی جاری ہے۔

8.6 شرح مبادلہ

م 12ء کے دوران امریکی ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر 9.1 فیصد کم ہو گئی جبکہ گزشتہ سال 0.6 فیصد کمی معمولی کمی ہوئی تھی۔ تیل کی بھاری ادائیگیوں اور آئی ایم ایف قرضوں کی واپسی کے باوجود سال کے بیشتر حصے میں روپے کی قدر میں بتدریج کمی ہوئی تھی۔ اس کے بجائے روپے کی قدر جغرافیائی و سیاسی اور منڈی میں منفی احساسات سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر نومبر 2011ء اور مئی 2012ء میں غیر معاشی عوامل کی وجہ سے روپے کی قدر زیادہ تیزی سے گری بہ نسبت سال کے دیگر وقتوں میں۔ شکل 8.9 میں ملکی ذخائر کی کارکردگی کی بنیاد پر روپے کی حرکت کو دکھایا گیا ہے۔



عالمی اقتصادی تبدیلیوں نے بھی قدر کے گرنے میں کردار ادا کیا ہے: پورے م 12ء میں صرف پاکستان نہیں بلکہ بیشتر علاقائی کرنسیوں کے مقابلے میں امریکی ڈالر کی قدر میں اضافہ ہوا تھا۔ تاہم جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قدر نسبتاً کم گری تھی (شکل 8.11)۔

نامیہ مؤثر شرح مبادلہ، نسبتی اشاریہ قیمت اور حقیقی مؤثر شرح مبادلہ

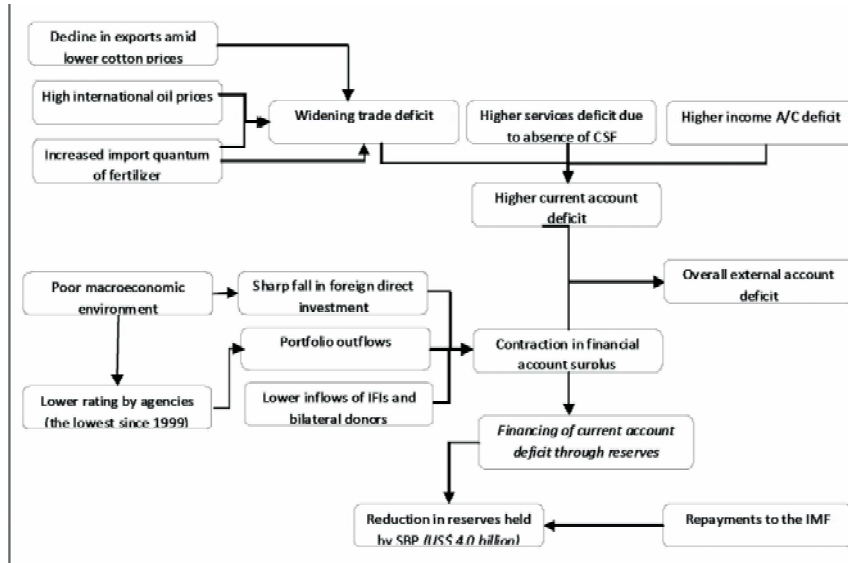
م 12ء کے دوران نامیہ مؤثر شرح مبادلہ میں 3.9 فیصد کمی آئی جبکہ گزشتہ سال 6.7 فیصد کمی آئی تھی۔ م 12ء میں نامیہ مؤثر شرح مبادلہ میں معمولی کمی کا بنیادی سبب یورو کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قدر میں 4.6 فیصد اضافہ تھا۔ یورو زون میں معاشی کمزوریوں کے باعث اس کی توقع کی جارہی تھی۔ اس سے قطع نظر، دیگر تمام اہم کرنسیوں (امریکی ڈالر، جاپانی ین اور برطانوی پاؤنڈ) کے مقابلے میں روپے کی قدر کم ہوئی جس سے مجموعی طور پر روپے کی قدر میں نامیہ لحاظ سے کمی واقع ہوئی۔

دوسری جانب م 12ء کے دوران نسبتی اشاریہ قیمت میں 8.8 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گزشتہ سال 9.3 فیصد اضافہ ہوا تھا جس کا سبب پاکستان کے تجارتی شراکت داروں کے مقابلے میں مقامی گرانی کا نسبتاً زیادہ دباؤ تھا۔¹³ درحقیقت نسبتی اشاریہ قیمت بڑھنے سے روپے کی قدر میں نامیہ کی کا زیادہ اثر زائل ہو گیا جس کی وجہ سے م 12ء کے دوران حقیقی مؤثر

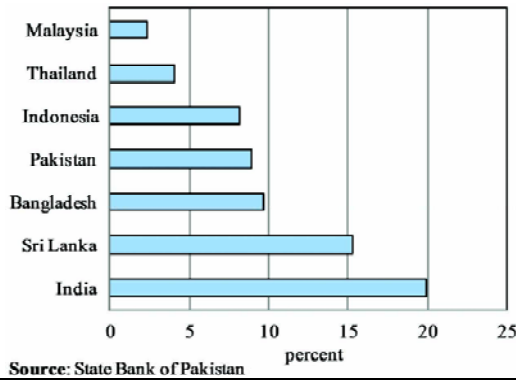
¹² تاجروں کی جانب سے بیرونی کرنسی خریدنے واپس کرنے کے سبب کمرشل بینکوں کے ذخائر بڑھ جاتے ہیں۔

¹³ مقامی قیمتوں اور اہم تجارتی شراکت داروں کی قیمتوں کا تناسب نسبتی اشاریہ قیمت کہلاتا ہے۔

چارٹ 8.1: اسٹیٹ بینک کے ذخائر میں کمی کا باعث بننے والے عوامل



شکل 8.10: مئی 12ء کے دوران امریکی ڈالر کے مقابلے میں تخفیف قدر



شرح مبادلہ 3.8 فیصد بڑھ گئی جبکہ گزشتہ سال اس میں معمولی کمی ہوئی تھی۔

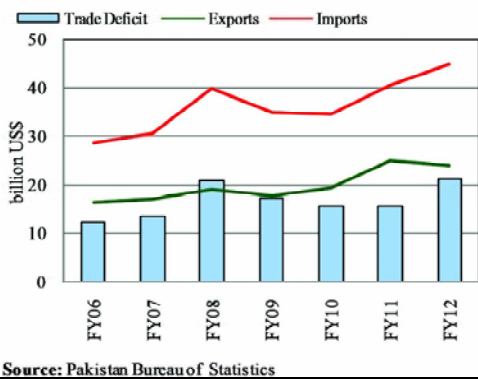
8.7 تجارتی کھاتہ¹⁴

مئی 12ء کے دوران پاکستان کا تجارتی خسارہ 36.2 فیصد سال بسال اضافے سے 21.2 ارب ڈالر تک پہنچ گیا (دیکھئے شکل 8.11)۔ تجارتی خسارے کے بڑھنے کا سبب درآمدات میں اضافہ اور برآمدات میں کمی تھی۔

سال کے آغاز پر عالمی معاشی بحالی کے کمزور امکانات اور اپریل 2011ء کی بلند سطح کے بعد کپاس کی عالمی قیمتوں میں معکوس رجحان نے مئی 12ء میں پہلے ہی برآمدی آمدنی میں کمی کی نشاندہی کر دی تھی۔ تاہم، رسد کی وجہ سے تیل کی عالمی قیمتوں میں اضافے کے باعث درآمدی بل توقع سے کہیں زیادہ بڑھ گیا۔¹⁵ مزید برآں، ملک میں گیس کی قلت کے باعث کچھ پیٹرولیم مصنوعات اور کھاد کی زیادہ درآمدات ضروری ہو گئی تھیں۔ ان اشیاء کے علاوہ پاکستان کی درآمدات زیادہ اضافے کو ظاہر نہیں کرتیں (شکل 8.12)۔

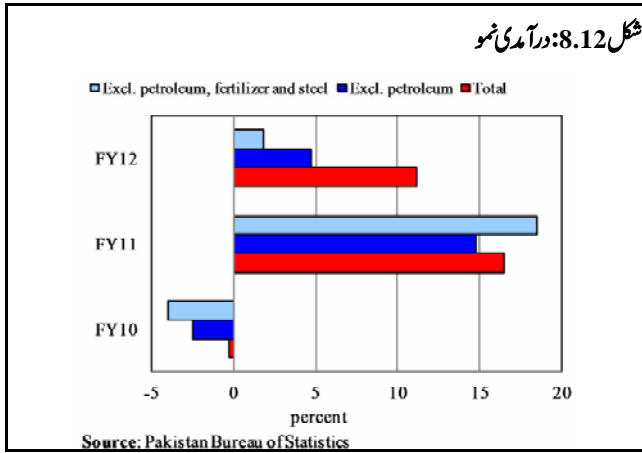
تفصیلی اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ صارفی اشیاء کی درآمدات میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے (دیکھئے باب 4 اور شکل 8.13)۔ اس کے نتیجے میں مجموعی درآمدات میں صارفی اشیاء کا حصہ مئی 05ء میں 56 فیصد سے بڑھ کر مئی 12ء

شکل 8.11: تجارتی کھاتہ



¹⁴ اس سیکشن کا تجزیہ پاکستان دفتر شماریات کے اعداد و شمار پر مبنی ہے جو اسٹیٹ بینک کے تیار کردہ ایکس چینج ریکارڈ اعداد و شمار سے مختلف ہے۔

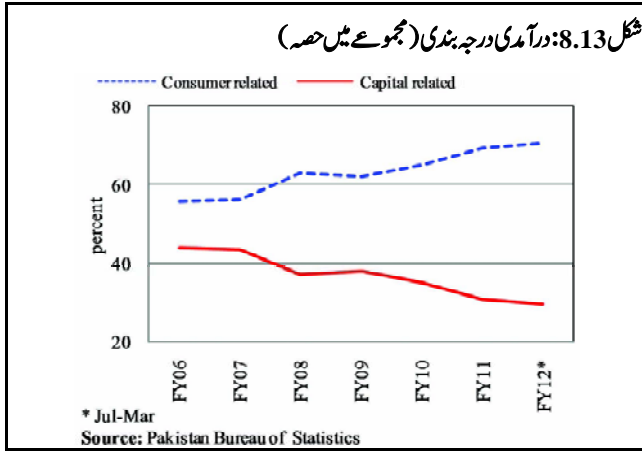
¹⁵ 'الریج العربی' نے تیل و گیس کی رسد کو متاثر کیا، سب سے قابل ذکر یہ کہ لیبیا کے تیل کی رسد عارضی طور پر رک گئی جبکہ جاپان میں فوکوشیما کے افسوسناک حادثے نے دنیا بھر میں اشیاء اور توانائی کے دیگر ذرائع کو بھی متاثر کیا۔ ان دونوں کے نتیجے میں دنیا کے بیشتر حصوں میں توانائی کی قیمتیں بڑھ گئیں اور 100 ڈالر فی بیرل سے زائد کی ریکارڈ اوسط سطح تک پہنچ گئیں۔ دنیا کی توانائی کے متعلق برٹش پٹرولیم کا عالمی توانائی کا شماریاتی جائزہ 2012ء، 61 ویں سالانہ رپورٹ۔



میں 70 فیصد ہو گیا ہے۔ یہ تبدیلی مجموعی طلب کے اجزائے ترکیبی سے ہم آہنگ ہے جس کا بڑا حصہ اب صرف پر مشتمل ہے کیونکہ سرمایہ کاری میں مسلسل کمی آرہی ہے۔

8.7.1 برآمدات

م 12 کے دوران برآمدات میں 4.7 فیصد کمی ہوئی جو گزشتہ برس 28.9 فیصد کی نمو سے بالکل مختلف ہے۔ اجزائے ترکیبی کے لحاظ سے م 12 کے دوران خوراک، ٹیکسٹائل، پٹرولیم، چمڑا اور چمڑے سے بنی اشیاء کی برآمدات میں کمی ریکارڈ کی گئی جبکہ کیمیکلز و ادویات، انجینئرنگ اشیاء اور قیمتی پتھر اور زیورات کی برآمدات میں اضافہ ہوا (جدول 8.3)۔



زمرہ وار برآمدات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیکسٹائل اور چمڑے کی برآمدات کو ناموافق ملکی و بیرونی ماحول سے دباؤ کا سامنا ہے اور مالی سال 12 کے دوران دونوں میں 10 فیصد کمی ہوئی۔ غذائی گروپ میں اگرچہ گزشتہ سال کے مقابلے میں چاول، گندم اور سبزیوں کی برآمدات میں کمی ہوئی تاہم مچھلی، گوشت اور بھلوں کی برآمدات سے اس کا اثر جزوی طور پر زائل ہو گیا تھا (جدول 8.4)۔

بامستی اور غیر بامستی دونوں چاولوں کی برآمدات میں لگاتار دوسرے سال کی واقع ہوئی۔ مقدار کم ہونے کی بڑی وجہ ایرانی منڈی کا نقصان تھا جو بھارت کو ملی کیونکہ اس کی قیمت پاکستانی چاولوں سے کم تھی۔ رپورٹس کے مطابق تھائی لینڈ میں سیلاب کے بعد چاول کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لیے چاول کی امدادی قیمت متعارف کروانے کے باعث اس کے عالمی نرخ بڑھے۔ عالمی قیمت 200-300 امریکی ڈالر فی میٹرک ٹن کے مقابلے میں تھائی حکومت 500 امریکی ڈالر فی میٹرک ٹن کی پیشکش کر رہی تھی۔ اس کی وجہ سے تھائی لینڈ سے چاول کی برآمدات 44 فیصد کم ہو گئیں جس سے بھارت اور ویتنام نے چاولوں کی منڈی میں اپنا حصہ بڑھا لیا۔ پاکستان ایسا نہیں کر سکا کیونکہ اس کی پیش کردہ قیمت بھارت اور ویتنام دونوں کے مقابلے میں زیادہ تھی۔

جدول 8.3: درآمدی ہیئت ترکیبی (سال بسال نمو فیصد میں)

م 12ء	م 11ء	
-4.2	34.6	غذا
-28.0	25.4	پٹرولیم
-4.0	25.3	چمڑا
18.1	22.6	کیمیکلز و ادویات
11.9	10.1	انجینئرنگ
119.6	-36.5	زیورات و جواہرات
-4.7	28.6	کل

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

گندم کی برآمدات میں پاکستان اپنی گزشتہ برس کی ریکارڈ پیداوار (اور بیچ جانے والے ذخائر) سے فائدہ نہیں اٹھا سکا کیونکہ عالمی قیمتوں میں کمی واقع ہوئی جبکہ ملکی امدادی قیمت بڑھ گئی تھی۔¹⁶ مالی سال 12ء میں گندم کی برآمدات 4 لاکھ 9 ہزار ٹن رہیں جو گزشتہ برس ساڑھے 17 لاکھ ٹن تھیں۔¹⁷

گزشتہ چھ برسوں سے گوشت اور گوشت کی مصنوعات کی برآمدات میں اضافہ ہو رہا ہے جو م 12ء میں 16 کروڑ 83 لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی ہیں جبکہ م 11ء میں 15 کروڑ 24

¹⁶ پاکستانی گندم کی قیمت 315 ڈالر فی میٹرک ٹن ہے جبکہ بھارت اور روس کی گندم کی قیمتیں بالترتیب 280 ڈالر اور 250 ڈالر فی میٹرک ٹن ہیں۔
¹⁷ مستقبل میں اس صورتحال سے بچنے کے لیے حکومت کو گندم کی امدادی قیمت، عالمی پیداوار اور قیمتوں کے رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے مقرر کرنی چاہیے۔

جدول 8.4: غذائی برآمدات			
ملین امریکی ڈالر	مطلق فرق	مقدار کا اثر	قیمت کا اثر
چاول	-85.8	-212.5	126.7
الف) باہمی	-121.2	-188.7	67.5
ب) دیگر	35.3	-64.6	99.9
مچھلی اور مچھلی کی بنی ہوئی اشیاء	19.3	-17.3	36.6
پھل	87.7	28.0	59.7
بزیں	-66.5	-97.9	31.4
خام تباکو	2.2	7.8	-5.6
گندم	-457.1	-445.7	-11.5
مصالے	-0.4	-7.5	7.1
روغنی بیج اور گری وغیرہ	10.1	10.5	-0.4
چینی	27.9	0.0	0.0
گوشت اور گوشت سے بنی ہوئی اشیاء	22.6	10.0	12.6
غذائی گروپ	-184.3		
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات			

لاکھ ڈالر تھیں۔ اس اضافے کا سبب پاکستان کے معیار میں بہتری کے باعث مشرق وسطیٰ میں طلب کا بڑھنا تھا۔ پنجاب اور سندھ کی حکومتوں نے اپنے صوبوں کے اندر برائڈ ڈھال پونٹس قائم کر کے اس رجحان کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اس شعبے میں خاصے امکانات موجود ہیں لیکن حلال گوشت کی عالمی منڈی میں پاکستان کا حصہ بہت کم ہے۔ حلال گوشت کی عالمی منڈی کا تخمینہ 600 ارب ڈالر لگایا گیا ہے۔^{18, 19}

میں 12ء میں مچھلی اور اس سے بنی مصنوعات کی برآمدات میں بلند اکائی قدروں کی وجہ سے 6.5 فیصد اضافہ ہوا۔ غذائی برآمدات میں مچھلی اور اس سے بنی مصنوعات کا حصہ گذشتہ پانچ برسوں سے تقریباً 7 فیصد کی سطح پر سکت ہے جس کا سبب عالمی معیار پر عملدرآمد نہ کرنا ہے۔²⁰ اس کے نتیجے میں برآمدات زیادہ منافع بخش یورپی منڈیوں سے مشرق وسطیٰ کی منڈیوں کو منتقل ہو گئی ہیں۔ اس ذریعے سے برآمدی آمدنی بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ مختلف مرحلوں (مانی گیری سے پیکیجنگ تک) پر معیار کو بہتر بنایا جائے۔ اس ضمن میں یورپی یونین کے متعدد مشنز پاکستان کا دورہ کر کے پائلٹ پروژیکٹس کے ذریعے کوششیں کر چکے ہیں۔ ہمارے تجزیے کے مطابق اس میں سب سے بڑی رکاوٹ تعلیم کی کمی ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر مانی گیری مچھلیوں کی نشاندہی اور پکڑی جانے والی مچھلیوں کو ذخیرہ کرنے کے پیچیدہ طریقہ کار پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔

ٹیکسٹائلز

میں 12ء کے دوران امریکہ اور یورپی یونین میں پست صارفی اخراجات کے باعث ٹیکسٹائل برآمدات میں 1.4 ارب ڈالر کی کمی ریکارڈ کی گئی۔ ٹیکسٹائل بنانے والے دیگر ممالک جیسے چین، بھارت، بنگلہ دیش اور انڈونیشیا کو بھی ان منڈیوں کو بھیجی جانے والی برآمدات میں کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ درحقیقت دیگر ممالک کے مقابلے میں پاکستان کی برآمدات میں کمی معمولی تھی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پاکستان کی اکائی قدریں دیگر مسابقت کاروں سے کم ہیں جبکہ خریداروں نے بھی کم قیمت مصنوعات کو ترجیح دی۔²¹

مزید برآں میں 12ء میں کپاس اور سوتی دھاگے کی اکائی قیمتوں کے گرنے کی وجہ سے بھی برآمدی آمدنی متاثر ہوئی۔ دھاگے کی قیمتوں کے منفی اثر کی وجہ سے مقدار سے حاصل ہونے والے فوائد مکمل طور پر زائل ہو گئے جبکہ خام کپاس نے بھی منفی اثرات مرتب کیے (جدول 8.5)۔²²

ناسازگار عالمی حالات کے علاوہ پاکستانی ٹیکسٹائل توانائی کی مقامی قلت کی وجہ سے بھی متاثر ہوئی تھی کیونکہ مقامی اشیاء ساز ترسیل کی ڈیڈ لائن پوری نہیں کر سکے۔ اس سے برآمدی منڈیوں میں قابل بھروسہ رسد کنندہ کے طور پر ان کی ساکھ کو بھی نقصان پہنچا۔

18 ماخذ: www.halalpakistan.com

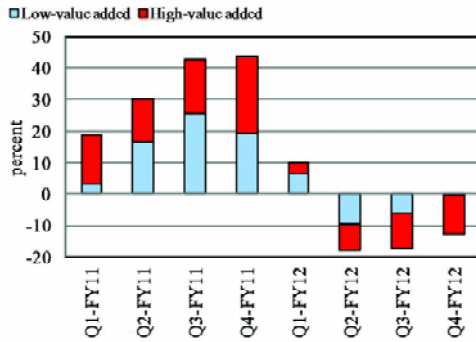
19 دنیا میں حلال گوشت کے سب سے بڑے برآمد کنندگان برازیل، فرانس، تھائی لینڈ اور ملائیشیا ہیں جبکہ مشرق وسطیٰ اور امریکہ سب سے بڑے درآمد کنندگان ہیں۔

20 یکم جنوری 1995ء سے ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے قیام کے ساتھ حفظان صحت اور فائٹو سینٹری پالیسیوں ("ایس پی ایس ایگریمنٹ") کا نفاذ ہوا تھا جو خوراک کے تحفظ، جانوروں اور پودوں کی صحت پر اطلاق کے متعلق ہیں۔

21 تفصیلات کے لیے اسٹیٹ بینک کی تیسری سہ ماہی رپورٹ 2011-12ء کا ضمیمہ 1 دیکھئے۔

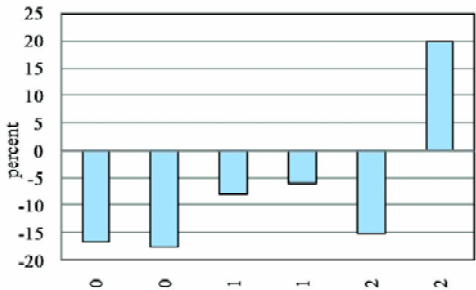
22 میں 12ء میں نیویارک میں کپاس کی قیمت 105.2 سینٹ فی پونڈ تھی جبکہ میں 11ء میں 157.9 سینٹ فی پونڈ تھی۔

شکل 8.14: ٹیکسٹائل برآمدات کی نمو میں حصہ



Source: Pakistan Bureau of Statistics

شکل 8.15: سیمنٹ کی برآمدات (سال بسال نمو)



Source: Pakistan Bureau of Statistics

جدول 8.6: 10 سرفہرست برآمدی ممالک

ملین امریکی ڈالر				
فہرستہ	سال بسال نمو	م 12ء	م 11ء	
امریکہ	-10.7	3533.0	3956.9	15.0
متحدہ عرب امارات	27.4	2303.1	1808.1	9.7
افغانستان	-3.7	2247.6	2335.0	9.5
چین	34.3	2195.5	1634.3	9.3
برطانیہ	-1.8	1184.2	1206.1	5.0
جرمنی	-17.2	1052.9	1271.9	4.5
بنگلہ دیش	-37.5	634.8	1015.0	2.7
اٹلی	-26.6	580.0	790.1	2.5
بھارت	-20.8	521.8	658.9	2.2
ایتھن	-14.2	490.1	571.4	2.1
کل	-4.8	23631.9	24810.4	62.3

ماخذ: پاکستان دفتر شماریات

م 12ء میں چڑے کی برآمدات میں 3.6 فیصد کمی ریکارڈ کی گئی جبکہ گزشتہ سال اس میں 25.4 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ چڑے کی برآمدات بشمول تیار ملبوسات اور جوتوں کی برآمدات میں بالترتیب 15.47 اور 5.8 فیصد کمی ہوئی۔ چڑے کی مصنوعات نسبتاً مہنگی اور عالمی معاشی حالات کے مقابلے میں زیادہ حساس ہوتی ہیں۔ پاکستانی برآمد کنندگان کو چین اور بھارت سے سخت مسابقت کا سامنا ہے کیونکہ وہ نہ صرف کفایتِ حجم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں بلکہ ان کے پاس ڈیزائننگ اور اشیا سازی کی بہتر سہولتیں بھی ہیں۔ مزید برآں عالمی منڈی میں سستے متبادل کی دستیابی اور پیداوار کی بڑھتی ہوئی مقامی لاگت کے باعث پاکستانی برآمدات کی مسابقت کو نقصان پہنچا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس شعبے میں پاکستان کی برانڈنگ اپنے مسابقت کاروں کے مقابلے میں زیادہ مؤثر نہیں ہے۔

م 12ء میں عام پورٹ لینڈ سیمنٹ (OPC) کی برآمدات میں بہتری کے باعث سیمنٹ کی برآمدات 2.1 فیصد اضافہ ہوا۔²³

افغانستان سے بلند طلب کے علاوہ بھارت اور سری لنکا سے تعلقات میں بہتری آنے سے عام پورٹ لینڈ سیمنٹ کی برآمدات کو فائدہ ہوا کیونکہ تعلقات میں بہتری کی وجہ سے درآمدی پابندیوں میں نرمی دیکھنے میں آئی۔ اس کے نتیجے میں م 12ء کی دوسری ششماہی کے دوران سیمنٹ کی برآمدات میں بہتری آئی (شکل 8.15)۔ عام پورٹ لینڈ سیمنٹ کے برعکس سلفیٹ ریزسٹنٹ سیمنٹ کی اہم منڈی عراق کو برآمدات میں کمی ہوئی اس کی بنیادی وجہ ایران اور متحدہ عرب امارات سے مسابقت ہے جنہیں اس ملک سے جغرافیائی قربت سے فائدہ پہنچنا تھا۔²⁴

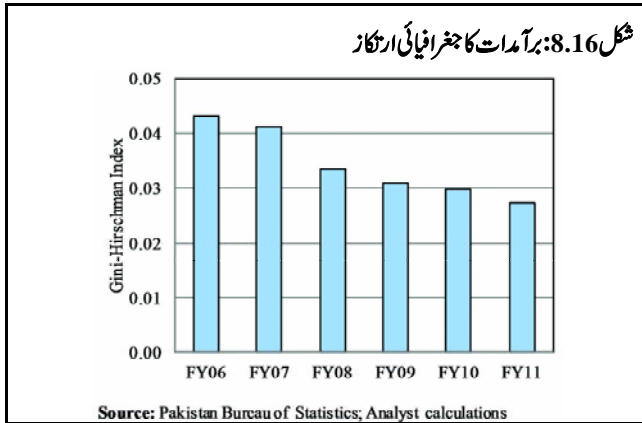
برآمدات کی سمت

پاکستانی برآمدات کے مقام کے لحاظ سے امریکہ سرفہرست ہے جس کے بعد متحدہ عرب امارات، افغانستان اور چین آتے ہیں (جدول 8.6)۔²⁵ بنگلہ دیش کا شمار بھی پاکستان کے سرفہرست برآمدی ممالک میں ہوتا ہے جس کا مجموعی برآمدات میں حصہ 2.7 فیصد ہے۔ متحدہ عرب امارات اور چین کو کی گئی برآمدات گزشتہ سال کے مقابلے میں بڑھی ہیں جبکہ امریکہ اور یورپ کو برآمدات میں کمی ہوئی ہے۔ امریکہ اور یورپ کی معیشتوں کو درپیش مالی و اقتصادی مشکلات برآمدات میں کمی کا باعث بنیں۔ دوسری جانب بنگلہ دیش کو برآمدات میں گزشتہ سال کے مقابلے میں 46.3 فیصد کمی ہوئی جس کا سبب

²³ عام پورٹ لینڈ سیمنٹ کا ملکی پیداوار میں حصہ 90 فیصد بنتا ہے گزشتہ سال کی کے بعد م 12ء کے دوران اس میں 3.8 فیصد اضافہ ہوا۔

²⁴ پاکستان کی سیمنٹ کی برآمدات پر بھارت اور سری لنکا کی جانب سے برآمدی انسٹروں اور معیارات میں نرمی کے بعد جولائی تا مئی م 12ء میں ان دونوں ملکوں کو عام پورٹ لینڈ سیمنٹ کی برآمدات میں بالترتیب 11 فیصد اور 41 فیصد اضافہ ہوا۔

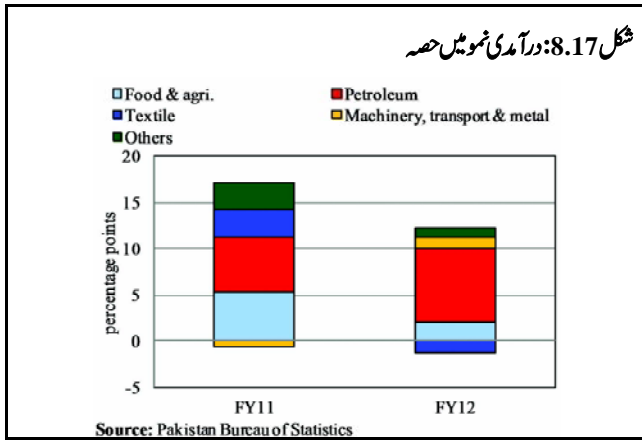
²⁵ پاکستان کی برآمدات میں افغانستان کے حصے میں حالیہ برسوں کے دوران ایران کن طور پر تیزی سے اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ تاہم، اس کا اہم سبب یہ ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان غیر رسمی تجارت کو اب دستاویزی شکل دی جا رہی ہے۔



بلند نہیں افیکٹ تھا۔ گزشتہ سال عالمی منڈی میں خام کپاس کی قلت کے باعث بنگلہ دیش نے پاکستان سے بڑی مقدار میں خام کپاس درآمد کی تھی۔

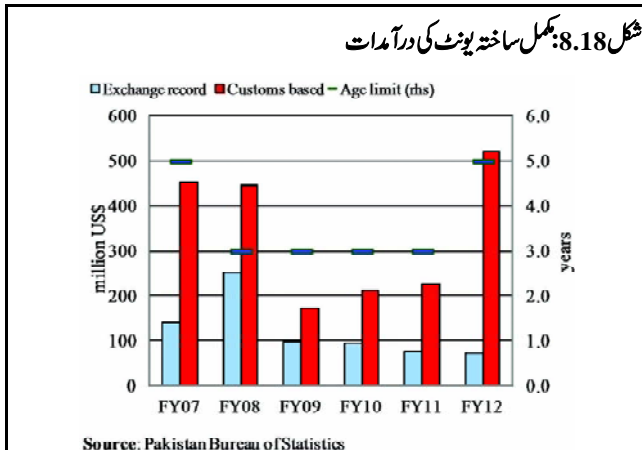
منڈی کا تنوع

مثبت پہلو یہ ہے کہ منڈی کے تنوع میں کچھ بہتری دیکھنے میں آئی ہے۔ روایتی طور پر پاکستان کی برآمدات کا ارتکاز امریکہ اور یورپی منڈیوں کی طرف رہا ہے جس کی وجہ سے برآمدات ان کی معیشتوں میں تبدیلیوں سے اثر قبول کرتی ہیں۔ تاہم مرس 03ء کے بعد سے پاکستان نے اپنی برآمدی منڈیوں کو متنوع بنایا ہے۔ مرس 03ء میں شمالی امریکہ اور یورپی یونین کو برآمدات 55 فیصد سے کم ہو کر مرس 11ء میں 43 فیصد ہو گئیں جبکہ برآمدات میں ایشیا کا حصہ 39 فیصد سے بڑھ کر 50 فیصد ہو گیا ہے۔ یہ ایک خوش آئند رجحان ہے کیونکہ ایشیا عالمی اقتصادی نمو کو تیزی سے بڑھا رہا ہے۔ جنی ہر شمین اشاریے سے بھی اس تنوع کی تصدیق ہوتی ہے (شکل 8.16)۔²⁶



8.7.2 درآمدات

مرس 12ء میں درآمدات 11.1 فیصد سال بسال نمو سے 44.9 ارب ڈالر تک پہنچ گئیں جس کا سبب اجناس کی عالمی قیمتیں خصوصاً تیل کی قیمتوں میں نمایاں اضافہ تھا۔ مرس 12ء کے دوران قیمتوں کے علاوہ توانائی، تعمیرات، ٹرانسپورٹ اور زرعی شعبے کی درآمدی مقدار بڑھنے کی وجہ سے درآمدی بل میں اضافہ ہوا (شکل 8.17)۔



مرس 12ء کے دوران پٹرولیم مصنوعات کی درآمدات میں ہونے والے اضافے میں قیمت اور بلند طلب دونوں کا حصہ تھا۔ گیس کی لوڈ شیڈنگ، گاڑیوں کی فروخت میں اضافے اور سی این جی اور پیٹرول کے درمیان قیمتوں میں کم ہوتا فرق پٹرولیم مصنوعات کی طلب بڑھانے کا باعث بنا۔ دوسری جانب خام تیل کی درآمدات میں کمی ریفاؤنڈیشن کی وجہ سے تھی کیونکہ ان میں بڑھتے ہوئے گوردشی قرضوں کی وجہ سے تیل خریدنے کی قوت نہیں تھی (دیکھئے باب 3 توانائی)۔

پام آئل کی درآمدات میں مسلسل دوسرے سال اضافہ ہوا اور مرس 12ء میں 20.7 فیصد نمو ہوئی۔ انڈونیشیا کے ساتھ ترجیحی تجارتی معاہدے کی وجہ سے مقدار میں اضافہ ہوا، اس معاہدے کی منظوری ستمبر 2011ء میں دی گئی اور یکم جنوری 2012ء سے یہ نافذ العمل ہے۔ اس معاہدے کے نتیجے میں پاکستان نے دنیا کے پام آئل کی پیداوار میں سرفہرست ممالک سے درآمد پڑ پوٹی میں 15 فیصد کمی کر دی تھی۔²⁷

کھاد کی درآمدات بدستور مضبوط رہی۔ سال کے دوران کھاد کی صنعت کو گیس کی فراہمی کم رہی اور پیداوار گرنے کے باعث یورپا کی درآمد ضروری ہو گئی تھی۔ تاہم، حکومت نے موسم

سے ظاہر کیا جاتا ہے، جبکہ مجموعی برآمدات کی سالانہ قدر x ہے۔ اشاریہ کی بلند

26 جنی ہر شمین کے جغرافیائی ارتکاز کے اشاریہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے جہاں 'x' ملک کو برآمدی گنی سالانہ قدر کو

قیمت کا مطلب ہے کہ ملک کی برآمدات زیادہ مرکب ہیں۔ مثلاً اگر قیمت ایک ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ملک کسی ایک ملک کو برآمد کرتا ہے۔

27 انڈونیشیا نیایش پام آئل برآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے، جس کے بعد ملائیشیا کا نمبر آتا ہے۔ دوسری جانب، پاکستان دنیا میں پام آئل کا تیسرا بڑا خریدار ہے۔

جدول 8.7: مشینری کی درآمدی نمونہ حصہ		
فیصد درجہ		
م 12ء	م 11ء	
0.4	-7.8	بجلی کی پیداوار
0.8	0.3	دفتری مشینری
-0.2	3.0	ٹیکسٹائل
0.6	-0.9	تعمیرات و کان کنی
0.4	2.2	برقی آلات
4.6	4.9	ٹیلی کام
3.1	3.9	الف) موبائل فون
1.5	1.0	ب) دیگر آلات
0.5	-1.8	زرعی مشینری
-0.2	-1.6	دیگر مشینری
6.9	-1.7	کل مشینری
ماخذ: پاکستان دفتر شماریات		

خریف کے لیے کھاد کی درآمدی طلب کا تخمینہ زیادہ لگایا جس سے م 12ء کی دوسری ششماہی میں یوریا کا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ اس اضافی رسد کی وجہ سے ملکی قیمتیں دباؤ کا شکار ہو گئیں اور عملی لاگت بڑھنے، پیداوار میں کمی اور دباؤ کا شکار قیمتوں کے باعث اشیا سازوں کی نفع یابی بھی متاثر ہوئی۔ چونکہ درآمدات پر زر اعانت کی فراہمی کے باعث عالمی قیمتوں کے مقابلے میں مقامی قیمتیں کم ہیں، اس لیے حکومت کے زر اعانت کے بل میں اضافہ ہو گیا۔ کھاد کی صنعت کو گیس کی فراہمی سے متعلق نئے انتظامات اور باقی ماندہ اسٹاک کی وجہ سے امید ہے کہ اگلے سال کھاد کی درآمد کم ہو جائے گی۔²⁸

م 12ء کے دوران روڈ موٹر گاڑیوں میں 20.6 فیصد کا اضافہ ہوا جس کا سبب کاروں، بسوں اور موٹر سائیکلوں کے مکمل ساختہ یونٹس کی درآمدات کا بڑھنا تھا۔

بڑھتی ہوئی مقامی قیمتوں کے تناظر میں مقامی طور پر تیار شدہ کاروں کو جاپان سے استعمال شدہ درآمدی گاڑیوں سے سخت مسابقت کا سامنا ہے جن میں گذشتہ سال کے مقابلے میں پانچ گنا اضافہ ہوا ہے۔²⁹ پانچ سال تک پرانی ہونے کے باوجود منقولی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کاریں قیمت اور اپنی اندرونی خصوصیات کی وجہ سے مقامی طور پر تیار شدہ گاڑیوں سے خاصی مسابقت کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ کسٹمر ریکارڈ کے مطابق 52 کروڑ 30 لاکھ ڈالر کے مکمل ساختہ یونٹ درآمد کیے گئے جبکہ پہنچنے والے ڈیٹا سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف 7 کروڑ 6 لاکھ ڈالر کی درآمدات ہوئیں (فصل 8.18)۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ استعمال شدہ درآمدی گاڑیوں کے بڑے حصے کی ادائیگیاں ملک سے باہر ہوتی ہیں۔³⁰

مستقبل میں یورو II اخراج کے معیارات پر عملدرآمد کے باعث مقامی طور پر اسمبل ہونے والے بعض ماڈلز کی پیداوار بتدریج روک دی جائے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ درآمدی گاڑیوں خصوصاً 1500 سی سی سے کم کی گاڑیوں کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔³¹ تاہم فرسودگی الاؤنس، جوڈیوٹی کے لیے کلیم کیا جاسکتا، کو محدود کرنے کے حالیہ حکومتی فیصلے سے (جس سے کسٹمر ڈیوٹی عملاً بڑھ گئی) قیمت بڑھنے پر درآمدات میں کمی آئے گی۔³²

م 12ء کے دوران مشینری کی درآمدات میں 6.9 فیصد اضافہ ہوا جبکہ گذشتہ سال 1.7 فیصد کمی ہوئی تھی (جدول 8.7)۔ یہ نمونیلی کام مشینری جس میں زیادہ تر سیلولر فون ہیں کی وجہ سے ہوئی۔ دیگر مشینری گروپ کا حصہ نسبتاً کم ہے اور ٹیکسٹائل مشینری میں منفی نمونہ دیکھی گئی۔

28 تفصیلات کے لیے اسٹیٹ بینک کی تیسری سہ ماہی رپورٹ برائے مالی سال 2011-12ء کا ضمیمہ 3 کھاد دیکھئے۔

29 پاکستان موٹر ویلز ایسوسی ایشن کے مطابق م 12ء میں تقریباً 55 ہزار 1700 استعمال شدہ گاڑیاں درآمد کی گئیں جبکہ گذشتہ سال 11300 یونٹ درآمد کیے گئے تھے۔

30 عام طور پر استعمال شدہ گاڑیوں کے درآمد کنندگان کے میزبان ملک میں ایجنٹ ہوتے ہیں جو وہاں تارکین وطن سے پیسے وصول کرتے ہیں۔ پاکستان میں درآمد کنندگان تارکین وطن کے رشتہ داروں کو روپے میں ادائیگی کرتے ہیں اور کاریاؤں کو یارپاش منتقلی اسکیم کے تحت درآمد کی جاتی ہے۔

31 م 12ء کے دوران استعمال شدہ درآمدی گاڑیوں میں ان کا حصہ تقریباً 90 فیصد ہے۔

32 فیڈرل بیورو آف ریونیو کے CGO 13/2012 تحت۔

گزشتہ سال کے مقابلے میں چینی کی درآمدات میں 98.0 فیصد کی واقع ہوئی کیونکہ مقامی پیداوار بہتر ہونے اور گزشتہ سال کے بچے ہوئے ذخیرے کی وجہ سے یہ دستیاب رہی تھی (جدول 8.8)۔³³ درحقیقت پاکستان اس وقت چینی کو درآمد کرنے کی پوزیشن میں ہے اور اس کے پاس ایران کے ساتھ تبادلے کی تجارت کا موقع ہے کیونکہ ایران عالمی منڈی سے 16 لاکھ ٹن چینی خریدنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ پاکستان، ایران کو کھاد کے بدلے کم از کم 2 لاکھ ٹن چینی کی پیشکش کر سکتا ہے۔³⁴

گزشتہ سال کے مقابلے میں کپاس کی فصل اچھی ہونے کی وجہ سے خام کپاس کی درآمدات میں کمی ہوئی۔ یہ م س 11ء کے بالکل برعکس ہے جب پاکستان کو مقامی ٹیکسٹائل صنعت کی ضروریات پورا کرنے کے لیے کافی مقدار میں کپاس درآمد کرنا پڑی تھی۔ یہ بات مد نظر رکھی جائے کہ گزشتہ سال چین اور بنگلہ دیش کو کپاس کی درآمدات کے بعد پاکستان کو کپاس کی قلت کا سامنا تھا۔

³³ گزشتہ تین برسوں میں پاکستان نے برازیل، تھائی لینڈ، بھارت، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب سے ساڑھے 16 لاکھ میٹرک ٹن چینی درآمد کی۔

³⁴ ماخذ: پاکستان شوگر میوزیم فیکچرنگ ایسوسی ایشن۔

فہرست اصطلاحات (انگریزی حروف تہجی کے لحاظ سے)

aggregate demand	مجموعی طلب	foreign direct investment	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
anecdotal evidence	منقولی شواہد	foreign exchange reserves	زرمبادلہ کے ذخائر
balance of payments	ادائیگیوں کا توازن	headline inflation	عمومی گرانی
budgetary borrowing	میزانیہ قرض گیری	injection	ادخال
capital market	سرمایہ منڈی/بازار سرمایہ	interest rate	شرح سود
circular debt	گردشی قرضے	intermediation	وساطت
collateral	گروی/رہن/ضمانت	liquidation	تصفیہ حساب
consolidation	یکجائی	livestock census	حیوان شماری
consumer durables	پائیدار صارفی اشیا	maturity	عرصیت
consumption	صرف	monetary aggregates	زری مجموعے
core inflation	توزی گرانی	monetary tightening	زری سختی
CPI inflation	گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت	monetization	تسلک
credit risk	خطرہ قرض	money market	بازار زر
current account deficit	جاری حسابات کا خسارہ	National Saving Schemes	قومی بچت اسکیمیں
current transfers	جاری منتقلیاں	net domestic assets	خالص ملکی اثاثے
debt sustainability indicators	قرضہ جاتی برداشت کے اظہاریے	net foreign assets	خالص بیرونی اثاثے
demand pressure	طلبی دباؤ	nominal effective exchange rate	نامیہ مؤثر شرح مبادلہ
deposit	امانت	nominal operating surplus	نامیہ جاری منافع
depreciation	تخفیف	non-bank financing	غیر بینک مالکاری
double digit	دو ہندس	non-food inflation	غیر غذائی گرانی
distribution losses	تقسیمی نقصانات	non-interest expenditure	غیر سودی اخراجات
efficiency	کارکردگی/کارگزاری	non-performing loans	غیر فعال قرضے
empirical	تجربی	one-off	یک بارگی
exchange rate	شرح مبادلہ	open market operations	بازار زر کے سودے
expenditures	اخراجات	opportunity cost	موقع لاگت
exposure	اکتشاف	overnight rates	شبینہ نرخ
external debt	بیرونی قرضہ	parity	مساوات
fiscal deficit	مالیاتی خسارہ	portfolio investment	جزدانی سرمایہ کاری
fixed investment loans	معیّنہ سرمایہ کاری قرضے	profitability	نفع آوری/یابی
floating debt	رواں قرضہ	provisioning	تموین
forced sale value	قیمت فروخت لازم	real effective exchange rate	حقیقی مؤثر شرح مبادلہ

relative price index	اشاریہ نسبی قیمت
remittances	ترسیلات
repayment	باز ادائیگی
reserve adequacy	زرمبادلہ کی موزونیت
Resident Foreign Currency Account (RFCA)	اقامتی بیرونی کرنسی کھاتے
return on asset	اثاثوں پر منافع
return on equity	ایکویٹی پر منافع
revaluation	باز قدر پیمائی
revenues	محاصل/ وصولیاں
roll-over	اجرائے ثانی
saturation	سیر شدگی
securities	تمسکات
shock	دھچکا
solvency	ادائیگی قرض کی صلاحیت
sovereign bonds	ریاستی بانڈز
subsidy	زراعت
supply chain	رسدی زنجیر
tax revenue	ٹیکس محاصل
trade account	تجارتی کھاتہ
trade deficit	تجارتی خسارہ
unfunded debt	غیر فنڈ قرضہ
value addition	قدر اضافی
value chain	قدری سلسلہ
volatility	تغیر پذیری
wholesale	تھوک
yield	یافت

فہرست اصطلاحات (اردو حروف تہجی کے لحاظ سے)

tax revenue	نیکس محاصل	return on asset	اثاثوں پر منافع
current account deficit	جاری حسابات کا خسارہ	roll-over	اجرائے ثانی
current transfers	جاری منتقلیاں	expenditures	اخراجات
portfolio investment	جزدانی سرمایہ کاری	solvency	ادائیگی قرض کی صلاحیت
real effective exchange rate	حقیقی مؤثر شرح مبادلہ	balance of payments	ادائیگیوں کا توازن
livestock census	حیوان شماری	injection	ادخال
net foreign assets	خالص بیرونی اثاثے	relative price index	اشاریہ نسبتی قیمت
net domestic assets	خالص ملکی اثاثے	Resident Foreign Currency	اقامتی بیرونی کرنسی کھاتے
credit risk	خطرہ قرض	Account (RFCA)	
double digit	دو ہندسے	exposure	اکتشاف
shock	دھچکا	deposit	امانت
supply chain	رسدی زنجیر	return on equity	ایکویٹی پر منافع
floating debt	رواں قرضہ	repayment	بازادائیگی
sovereign bonds	ریاستی بانڈز	open market operations	بازار زر کے سودے
subsidy	زرعانت	money market	بازار زر
reserve adequacy	زر مبادلہ کی موزونیت	revaluation	باز قدر پیمائی
foreign exchange reserves	زر مبادلہ کے ذخائر	foreign direct investment	براہ راست بیرونی سرمایہ کاری
monetary tightening	زری سختی	external debt	بیرونی قرضہ
monetary aggregates	زری مجموعے	consumer durables	پائیدار صارفی اشیاء
capital market	سرمایہ منڈی / بازار سرمایہ	trade deficit	تجارتی خسارہ
saturation	سیر شدگی	trade account	تجارتی کھاتہ
overnight rates	شبینہ نرخ	empirical	تجربہ
interest rate	شرح سود	depreciation	تخفیف
exchange rate	شرح مبادلہ	remittances	ترسیلات
consumption	صرف	monetization	تسلک
demand pressure	طلبی دباؤ	liquidation	تصفیہ حساب
maturity	عرصیت	volatility	تغیر پذیری
headline inflation	عمومی گرانی	distribution losses	تقسیمی نقصانات
non-performing loans	غیر فعال قرضے	securities	تمسکات
non-bank financing	غیر بینک ماکاری	provisioning	تموین
non-interest expenditure	غیر سودی اخراجات	wholesale	تھوک

non-food inflation	غیر غذائی گرانی
unfunded debt	غیر فنڈ قرضہ
value addition	قدراضائی
value chain	قدری سلسلہ
debt sustainability indicators	قرضہ جاتی برداشت کے اظہاریے
core inflation	توزی گرانی
National Saving Schemes	قومی بچت اسکیمیں
forced sale value	قیمت فروخت لازم
efficiency	کارکردگی/کارگذاری
CPI inflation	گرانی بلحاظ صارف اشاریہ قیمت
circular debt	گردشی قرضے
collateral	گروی/رهن/ضمانت
fiscal deficit	مالیاتی خسارہ
aggregate demand	مجموعی طلب
revenues	محاصل/وصولیاں
parity	مساوات
fixed investment loans	معیینہ سرمایہ کاری قرضے
anecdotal evidence	منقولی شواہد
opportunity cost	موقع لاگت
budgetary borrowing	میزانیہ قرض گیری
nominal operating surplus	نامیہ جاری منافع
nominal effective exchange rate	نامیہ مؤثر شرح مبادلہ
profitability	نفع آوری/یابی
intermediation	وساطت
yield	یافت
consolidation	یکجائی
one-off	یک بارگی